F.M.Fainal\Jild-1\S.R.Waraq

مقدمہ فتاوی محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ھند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶

انتباہ

تفصیلات

نام کتاب	:	**فتاویٰ محمودیہ......۲۰**
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۴۵۷
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ:۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۲۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆......باب پانزدهم......☆	
	عدت اور سوگ	
۱	طلاق قبل الدخول میں عدت نہیں	۲۵
۲	بغیر ہم بستری کے طلاق کی صورت میں عدت	۲۶
۳	خلوت فاسدہ میں عدت کا حکم	۲۷
۴	نکاح فاسد میں ثبوت نسب و وجوب عدت	۳۰
۵	سال میں ایک مرتبہ حیض آیا ایسی حائضہ وآئسہ کی عدت	۳۲
۶	مطلقۂ عنین پر عدت	۳۳
۷	جس کو حیض نہیں آتا اس کی عدت	۳۴
۸	کیا طوائف کے لیے عدت ہے	۳۴
۹	خلع کی عدت تین حیض ہے	۳۵
۱۰	تین حیض ساٹھ دن میں	۳۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.......**باب ہیژدھم**.......☆	
	نفقہ کا بیان	

کتاب الایمان والنذور

قسم اور نذر کا بیان

☆......باب اول......☆

قسم اور اس کے کفارہ کا بیان

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆......باب دوم......☆	
	نذر کا بیان	

کتاب الحدود والقصاص

حدود وقصاص وغیرہ کے احکام

☆......باب اول......☆

زنا وغیرہ سے متعلق احکام

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

فصل : مالی جرمانہ کے احکام

كتاب الجهاد والهجرة والسياسة

جہاد، ہجرت اور سیاست کے مسائل

☆......باب اول......☆

جہاد اور ہجرت کے مسائل

☆......باب ششم......☆

مرتدین کے احکام

☆......☆......☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب پانزدہم

عدت اور سوگ

طلاق قبلَ الدخول میں عدت نہیں

سوال:-مسماۃ مجیدن بیوہ ہوگئی تھی، پھراس کا نکاح شوہر کے رشتہ دار سے ہوگیا تھا، دوسری مرتبہ پھر بیوہ ہوگئی، تیسرا نکاح اس کا پھر شوہر کے رشتہ دار سے ہوگیا، لیکن یہ تیسرا شخص جس کا نکاح ہوا تھا اس کا نام سیدا ہے، نکاح کے بعد مسماۃ مجیداً مسمّٰی سیدا کے گھر نہیں گئی اور نہ کبھی مسماۃ مجیدن کا مسمّٰی سیدا سے میل ہوا یہاں تک کہ سیدا نے طلاق دے دی ہے، اور مجیدن کو چھ ماہ سے حیض آنا شروع ہوا ہے، اب مسماۃ مجیدن کا چوتھا نکاح ہونے والا ہے، فی الحال نکاح ہوسکتا ہے یا عدت گذارنی پڑے گی، اور عدت کے روز کس قدر رہوں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر تیسرے شوہر سیدا نے اس عورت سے نہ جماع کیا نہ تنہائی کی ہے اور بغیران دونوں باتوں کے طلاق دی ہے تو اس عورت پر شرعاً عدت واجب نہیں جب چاہے نکاح کرسکتی ہے، وسبب وجوبها عقد النكاح المتاكد بالتسليم وما جرىٰ مجراه من موت او خلوة اى صحيحة درمختار[1] ص: ۲۵۵، ج: ۱، وكذا (لاعدة) لو طلقها قبل الخلوة

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۱۸۰ ج۵، مطبوعه کراچی ص ۵۰۴ ج۳، (بقیہ آئندہ پر)

فتاویٰ قاضی خان[1] ص: ۱۵۵، ج: ۲. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۴/۵۲ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۳/۵۲ھ

بغیر ہم بستری کے طلاق کی صورت میں عدت

سوال:- ایک پچاس سالہ عورت کا نکاح ایک ساٹھ سالہ شخص سے ہوا، اور چھ دن کے بعد طلاق دیدی اور اس سے ہم بستری بھی نہیں کی، اب اس عورت کا نکاح ایک دوسرے آدمی سے کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے لئے عدت ضروری ہے، یا نہیں؟ یا اس کا نکاح بغیر عدت کے ہی ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہم بستری تو نہیں ہوئی، مگر ایسی تنہائی بھی ہر دو میں ہوئی کہ اگر ہم بستری کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، یا ایسی تنہائی نہیں ہوئی، اگر ایسی تنہائی ہوچکی ہے، تو عدت واجب ہے[2]، عدت کے بعد دوسرے شخص سے نکاح درست ہوگا، اس سے پہلے درست نہیں، اگر ایسی تنہائی نہیں ہوئی تو عدت واجب نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ   صحیح عبد اللطیف ۲۲/۲/۶۲ ۱۳ھ

(گذشتہ کا بقیہ) باب العدة، النهر الفائق ص۴۷۵ ج۲ باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ۱۴۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] فتاویٰ قاضی خان علی الهندية ص: ۵۴۹، ج: ۱، باب العدة. مطبوعه کوئٹه.

[2] رجل تزوج امرأة نكاحاً جائزاً فطلقها بعدا لدخول او بعد الخلوة الصحيحة كان عليها العدة، عالمگيری ص: ۵۲۶، ج: ۱، باب العدة، مطبوعه کوئٹه.

وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من موت اوخلوة. الدر المختار على الشامی زكريا ص: ۱۸۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۰۴، ج:۳، باب العدة، البحر الرائق ص: ۱۲۸، ج:۴، باب العدة، مطبوعه کوئٹه. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

خلوت فاسدہ میں عدت کا حکم

سوال:- ایک شخص نے کسی عورت بالغہ ثیبہ (یعنی اس عورت کا ایک دفعہ نکاح ہو چکا تھا) کو شادی کر کے مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد طلاق دیدی، اب مرد کہتا ہے کہ میں نے وطی کی ہے، عورت کہتی ہے میرے ساتھ وطی نہیں ہوئی، میں ایک بستر پر وہ دوسرے بستر پر میرے ساتھ اس کی پہلی بیوی کی لڑکی قریب ۱۰/۱۱/ برس کی میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی، اس وجہ سے وہ وطی نہیں کر سکا، اور میرے ساتھ بات بھی نہیں ہوئی، اب اس عورت کا قول معتبر ہے، یا نہیں، اور اس کے قول سے خلوت صحیحہ مانی جائے گی، یا نہیں، اور اس عورت پر عدت آتی ہے، یا نہیں، عبارت کتب فقہ سے جواب دے کر سرفراز فرمائیں، واضح ہو کہ عورت نے عدت پوری کرنے سے پہلے ہی دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا بعض عالم عدت کا انکار کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خلوت صحیحہ پائی گئی لہٰذا عدت واجب ہوگی، عالمگیریہ کی عبارت سے نائم کی عورت کو خلوت غیر صحیحہ مانتے ہیں اور عدت کے واسطے خلوۃ صحیحہ ضروری معلوم پڑتی ہے، اور شامی میں معلوم ہوتا ہے کہ عدت کے لئے خلوت غیر صحیحہ بھی کافی ہے، اور نائم کی عورت پر عدت معلوم ہوتی ہے، ہم کو تسلی فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زوجین میں تمکین وطی کے متعلق اختلاف ہو تو شرعاً منکر کا قول معتبر ہوتا ہے پس صورت مسئولہ میں عورت کا قول معتبر ہوگا: **لو اختلف الزوجان فی التمکین من الوطی فالقول لمنکرہ اھـ** اشباہ[1] ص: ۳۷، عورت کے قول کے مطابق خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، بلکہ خلوت

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] **یا ایھا الذی آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا سورہ احزاب آیت: ۶۱، ولا عدۃ فی طلاق قبل الدخول، ملتقی الابحر علی ھامش مجمع الأنھر ص ۱۵۱ ج۲ باب العدۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۰ ج۵ باب العدۃ.**

ترجمہ: اے ایمان والو! تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انکو قبل ہاتھ لگانے کے طلاق دے دو تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں جسکو تم شمار کرنے لگو۔ (بیان القرآن)

(صفحہ ہٰذا) [1] **الاشباہ والنظائر ص ۱۰۴، القاعدۃ الثالثۃ الیقین لایزول بالشک. مطبوعہ دارالعلوم دیوبند.**

فاسدہ ہوئی ولو کان معها نائم او اعمٰی لا یصح الخلوة. عالمگیری[1] ص ۳۱۵ ج ۲، مگر تاہم عدت واجب ہوگی کیونکہ مختار اور صحیح قول کی بناء پر خلوت فاسدہ کی صورت میں بھی عدت واجب ہوتی ہے: وتجب العدة فی الکل ای کل انواع الخلوة ولو فاسدة اھ درمختار[2] ص: ۵۳۱، ج: ۲، تجب العدة فی الخلوة سواء کانت الخلوة صحیحة او فاسدة استحسانا لتوهم الشغل اھ عالمگیری[3] ص ۳۱۶ ج ۲، خلوت فاسدہ کی صورت میں وجوب عدۃ کے متعلق ایک دوسرا قول بھی ہے جس کو صاحب تنویر نے نقل کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مانع شرعی کی وجہ سے خلوۃ فاسدہ ہوئی ہے تب تو عدت واجب ہے، اور اگر مانع حسی کی وجہ سے خلوۃ فاسدہ ہوئی ہے تو عدت واجب نہیں: وقیل ان کان المانع شرعیّا تجب وانکان حسیًّا لا[4] مگر درمختار[5] ص: ۵۳۲، بحر[6] ص: ۱۵۵، ج: ۳، مجمع الانہر[7] ص ۳۵۱، ج: ۱، وغیرہ میں لکھا ہے کہ والمذهب وجوب العدة مطلقا درمختار[8] باب العدة میں خلوۃ کے ساتھ صحیحہ کی قید ذکر کی ہے جس پر طحطاوی وغیرہ نے اعتراض کیا ہے وسبب وجوبها عقد النکاح المتاکد بالتسلیم وما جریٰ مجراه من موت اوخلوة ای صحیحةقال الطحطاوی[9] ص: ۲۰۴، وفیه نظر فان الذی تقدم فی باب المهر ان المذهب

---

[1] عالمگیری ص ۳۰۴ ج ۱، باب المهر، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر والمتعة، مطبوعه مصر.

[2] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص: ۱۲۲، ج: ۳، مطبوعه زکریا ص: ۲۶۱، ج: ۴، باب المهر، مطلب فی احکام الخلوة،

[3] عالمگیری ص: ۳۰۶، ج: ۱، باب المهر، الفصل الثانی فیما یتاکد به المهر والمتعة، مطبوعه مصر.

[4] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص: ۱۲۲، ج: ۳، مطبوعه زکریا ص: ۲۶۱، ج: ۴، باب المهر، مطلب فی احکام الخلوة،

[5] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۲۶۱، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۱۲۲، ج: ۳، باب المهر، مطلب فی احکام الخلوة.

[6] البحرالرائق ص: ۱۵۵، ج: ۳، باب المهر، مطبوعه کوئٹه.

[7] مجمع الانهر ص: ۵۱۶، ج: ۱، باب المهر، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[8] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۱۸۰ ج۵، مطبوعه کراچی ص ۵۰۴ ج۳. باب العدة.

[9] طحطاوی علی الدر ص: ۳۵۲، ج: ۲، اول باب العدة.

وجوب العدة لخلوة صحيحة كانت اوفاسدة ياتی له ايضاً وقال القدوری : ان كان الفساد لمانع شرعی كالصوم وجبت وان كان لمانع حسی كالرتق لاتجب وكلام الشارح لم يوافق احدا من القولين اهـ حلبی اور قدوری کے قول پر اول تو عام فقہاء نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ بعض نے اس قول کو قیل سے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور بعض نے ضعف کی تصریح بھی کردی ہے،قال رحمه اللّٰه تعالٰی وتجب العدة فيها ای تجب العدة فی الخلوة سواء كانت الخلوة صحيحة او لم تكن صحيحة استحسانا لتوهم الشغل ولان العدة حق ا لشرع والولد فلايصدقان فی ابطال حق الغير بخلاف المهر حيث لا يجب الا اذا صحت الخلوة لا نه مال يحتاط فی ايجابه وذكر القدوری فی شرحه ان المانع ان كان شرعيا تجب العدة لثبوت التمكن حقيقة وان كان حقيقياً كالمرض والصغر لا تجب لانعدام التمكن حقيقة اهـ زيلعی[1] ص: ۱۴۴، ج: ۲، قوله وذكر القدوری الخ مخصص لقوله فيما سبق اولم تكن صحيحة وحاصله انه ليس كل خلوة فاسد تجب العد ة فيها بل انما تجب فی البعض منها قال فی شرح المجمع للمصنف بعد ذكر الخلوة الصحيحة والفاسدة والعدة واجبة عليها فی جميع ذٰلك ثم قال وقيل ان كان المانع شرعيا وساق ماذكره القدوری وظاهره ضعف ما قاله القدوری اهـ شلبی[2]. دوسرے وہاں اجنبی کا موجود ہونا مانع شرعی بھی ہے: قوله فليس للطبعی مثال مستقل فانهم مثلوا للطبعی بوجود ثالث وبالحيض اوالنفاس مع ان الاولی منهی شرعاً وينفر الطبع عنه فهو مانع حسی طبعی شرعی الخ رد المحتار[3] ص۵۲۳، ج۲،

---

[1] زيلعی ص: ۱۴۴، ج: ۲، باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] شلبی علی هامش الزيلعی ص: ۱۴۴، ج: ۲، باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان.

[3] ردالمحتار زكريا ص: ۲۴۹، ج: ۴، مطبوعه كراچی ص: ۱۱۴، ج: ۳، باب المهر، مطلب فی احكام الخلوة.

اور مانع شرعی کی صورت میں قدوری کے قول کے مطابق بھی عدت واجب ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۹/شوال ۵۵ھ

نکاح فاسد میں ثبوت نسب و وجوب عدت

سوال:- ہندہ نے مدت رضاعت میں زید کے حقیقی چھوٹے بھائی بکر کے ساتھ زید کی حقیقی ماں زینب کا دودھ پیا تھا، زید اور ہندہ کے والدین اس بات کو یاد رکھتے ہوئے اس گمان سے کہ ہندہ نے بکر کے ساتھ دودھ پیا ہے لہٰذا بکر کی رضاعی بہن بنے گی، زید کی رضاعی بہن نہیں ہوگی، لہٰذا زید کا نکاح مذکورہ بالا ہندہ کے ساتھ کردیا اور لڑکا پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ زید کی بیوی ہندہ مذکورہ زید کی بھی رضاعی بہن ہوئی اور رضاعی بہن محرمات میں سے ہے، اور فتاویٰ عالمگیری ص: ۲۰۳، ج:۲، میں لکھا ہے: **رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن باولاد يثبت نسب اولاد منه عند ابی حنيفة**ؒ **خلافا لهما بناءً علٰی ان النکاح فاسد عند ابی حنيفة**ؒ **باطل عندهما** اور شامی کے ص:۳۵۹، ج:۲، میں لکھا ہے: **ان نکاح المحارم باطل لافاسد** اور بھی اسی شامی کے ص:۳۵۹، ج:۲، میں لکھا ہے: **نکاح المحارم باطل او فاسد والظاهر ان المراد بالباطل ما وجوده کعدمه ولذا لايثبت نسب ولا العدة فی نکاح المحارم.** ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کرکے مذکورہ بالا نکاح کی بطالت کی بناء پر مابین زید وہندہ تفریق کرادی جائے اور عدم ثبوت نسب وعدم وجوب عدت اور عالمگیری کتاب الرضاعت کی اس عبارت کے موافق **وان کان بعد الدخول بها يجب الا قل من المسمّٰی** مقرر شدہ مہر میں سے کچھ دینا زید پر لازم قرار دے کر فتویٰ دیا جائے گا، یا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نکاح فاسد کی بناء پر ثبوت نسب و وجوب

عدت اور مقرر شدہ مہر میں سے کچھ مہر دینا اور عدم مسمّٰی کی حالت میں مہر مثل میں سے کچھ دلانے پر فتویٰ دیا جائے گا۔ بینوا بالتفصیل وبالدلیل توجروا عند اللہ بالاجر الجزیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح فاسد وباطل کے متعلق فقہاء کی عبارات مختلف ہیں، کسی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں، کسی سے فرق بھی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ علامہ شامی نے **بابُ المهر**،[1] **ثبوت النسب**،[2] **وجوب العدة**[3]، **كتابُ الحدود**[4] وغیرہ میں اس پر کلام کیا ہے، پھر ترجیح بھی مختلف ہوئی ہے، درمختار ۸۳۶، ج:۲، میں ہے **لكن الصّواب ثبوت العدة والنسب بحر**[5] **اهـ.** لہٰذا یہی راجح ہے، کیونکہ صواب کا مقابل خطا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/ شعبان ۶۶ھ

نسب بھی ثابت ہوگا اور عدت بھی لازم اور مہر مسمّٰی اور مہر مثل میں سے جو کم ہوگا وہ دلایا جائے گا۔ **ويجب مهر المثل فى نكاح فاسد بالوطئ لا بغيره ولم يزد على المسمّٰى. درمختار مختصر.**[6]

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/ شعبان ۶۶ھ

---

۱ شامی کراچی ص ۱۳۲ ج۳ باب المهر مطلب فى نكاح الفاسد.

۲ شامی کراچی ص ۵۴۰ ج۳ باب العدة فصل فى ثبوت النسب.

۳ شامی کراچی ص ۵۱۶ ج۳ باب العدة، مطلب النكاح الفاسد والباطل.

۴ شامی کراچی ص ۲۸ ج۴ کتاب الحدود مطلب فى بيان شبهة العقد.

۵ الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۱۹۷، ج:۵، مطبوعه كراچى ص: ۵۱۶، ج:۳، باب العدة، مطلب فى النكاح الفاسد والباطل.

۶ الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۲۷۴، ج:۴، مطبوعه كراچى ص: ۱۳۱، ج:۳، باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد.

سال میں ایک مرتبہ حیض آیا ایسی حائضہ وآئسہ کی عدت

سوال:-ایک عورت کو نفاس سے پاک ہونے کے ایک مہینہ بعد اس کے زوج نے طلاق دیدی جس حال میں کہ اس کا حیض ہے، یہاں تک ایک برس تک اس کا حیض بند رہتا ہے، ایک برس کے بعد پھر آتا ہے، عدت اس کی کیا ہے اور کتنے مہینے ہے، معہ حوالہ کتب وصفحہ بالتفصیل تصریح فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اس عورت کی عدت تین حیض ہے، مہینوں کا اعتبار نہیں جس وقت بھی تین حیض پورے ہوجائیں، عدت ختم ہوجائے گی: **وهی فی حرة تحیض لطلاق او فسخ بعد الدخول حقیقةً او حکماً ثلٰث حیض کوامل تنویر[1] ص:۹۲۷، ج:۲، الشابة المعتدة بالطهر بان حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحیض الی ان تبلغ سن الایاس درمختار. قال الشامی قوله ثم امتد طهرها أی سنة او اکثر بحر. رد المحتار[2] ص ۹۳۰ ج ۲، امرأة اعتدت بالشهور وهی تریٰ انها ائست ثم حاضت فعدتها بالحیض فتاویٰ سراجیه[3]** ص:۸۸۵، ہاں اگر تین حیض پورے ہونے سے پہلے اتنی بوڑھی ہوجائے کہ حیض آنے کی قطعاً امید نہ رہے تو پھر اس وقت سے تین مہینے اس کی عدت ہوگی: **تستانف العدة بالشهور من**

---

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۱۸۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۰۴، ج:۳، باب العدة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة تاتارخانیه ص ۵۳ ج ۴ الفصل الثامن والعشرون فی العدة، مطبوعه کراچی، زیلعی ص ۲۶ ج ۳ باب العدة مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۱۸۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۰۸، ج:۳، باب العدة، البحر الرائق ص ۱۳۰ ج ۴ باب العدة، تحت قوله وثلاثة اشهر ان لم تحض الخ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتاویٰ بزازیه علی الهندیة ص ۲۵۶ ج ۴ الثامن فی العدة، مطبوعه کوئٹه.

[3] فتاویٰ سراجیه ص ۴۷ کتاب الطلاق باب العدة مطبوعه کراچی، البحرالرائق ص:۱۳۸، ج:۴، باب العدة، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص:۲۷، ج:۳، باب العدة، مطبوعه امدادیه ملتان.

حاضت حیضة اوثنتین ثم ائیست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل درمختار قال الشامی قوله ثم ائیست ای بلغت سن الایاس عند الحیضتین وانقطع دمها. فتح الباری. ردالمحتار[۱] ص:۹۳۷، ج:۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۱/ ذیقعدہ ۵۴ھ

مطلقۂ عنین پر عدت

سوال:- ہندہ کا شوہر نامرد مشہور ہے، اب شوہر مذکورہ نے ہندہ کو طلاق دیدی ہے اس کی عدت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی ہے یعنی شوہر وبیوی میں تنہائی ہو چکی ہے تو اس پر عدت تین حیض واجب ہے، ورنہ نہیں، یعنی اگر تنہائی سے پہلے طلاق دیدی ہے۔ تو عدت نہیں[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۱۹۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۱۵، ج:۳، باب العدة، فی عدت الموت، زیلعی ص ۲۹ ج۴ باب العدة، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۴ باب العدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وماجرى مجراه من موت اوخلوة وهى فى حق حرة تحيض لطلاق اوفسخ بعد الدخول حقيقةً اوحكماً ثلاث حيض كوامل، الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۱۸۰، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۰۴، ج:۳، باب العدة، النهر الفائق ص۴۷۵ ج۲ باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۱۴۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

جس کو حیض نہیں آتا اس کی عدت

سوال:- زاہدہ کو حیض نہیں آتا، بالکل اور خوب جوان ہے، اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہے، اس کی کیا عدت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر اس سے ہم بستری کر چکا ہے، تو اس کی عدت تین ماہ ہے[1] اگر ہم بستری نہیں کی ہے، تو اس پر عدت واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۹/۶۲ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ رمضان ۶۲ھ

کیا طوائف کیلئے عدت ہے؟

سوال:- زید ایک طوائف سے محبت کرتا ہے، اور ایک سال سے اسکے چکر میں پھنسا ہے، لوگوں کی از حد کوششوں کے باوجود اس سے رابطہ ختم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں اس سے شادی کروں گا، لہٰذا اس غلط جگہ سے اس طوائف کو لانے کے کتنے دن بعد نکاح کر سکتا ہے؟ کیا اس کو بھی عدت گذارنی پڑے گی؟ اور عدت کتنے یوم کی ہوتی ہے؟

---

[1] وان كانت لا تحيض للكبر او صغر او بلغت بالسن ولم يحض فعدتها ثلاثة اشهر بالايام ان وطئت حقيقة او حكما. مجمع الانهر ص: ۱۴۳، ج: ۲، باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی كراچی ص ۵۰۷، ۵۰۹ ج ۳ باب العدة، زيلعی ص ۲۷ ج ۳ باب العدة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] ولا عدة فی طلاق قبل الدخول ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر ص: ۱۵۱، ج: ۲، باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص ۱۲۸ ج ۴ باب العدة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، در مختار على الشامی زكريا ص ۱۸۰ ج ۵، باب العدة.

الجواب حامداً ومصلیاً

طوائف کے لئے غالباً شوہر نہیں ہوگا، ایسی حالت میں اس سے نکاح کیلئے کسی عدت کی ضرورت نہیں، بلکہ اگر وہ حاملہ ہو اور کسی اور کا حمل ہو تو شخص مذکورہ کو نکاح کے بعد بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہم بستری وغیرہ کی اجازت نہیں، اگر حمل اسی کا ہو تو اجازت ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خلع کی عدت تین حیض ہے

سوال:- زوجین میں طلاق کرائی گئی بہت مدت سے اس میں تنازع تھا، زوجہ اپنے خاوند کے گھر بہت مدت سے تھی، آخر خلع کرایا گیا، ایک عالم صاحب نے اکتیس دن گذار کر یعنی بعد ایک ماہ ایک دن گذار کر دوسرا نکاح کیا، اور مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ ایک حیض کے بعد نکاح جائز ہے بلکہ ایک حدیث ہے، حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کی تفریق کے متعلق ہے، جس میں ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے ان سے طلاق مانگی تھی، جس پر اس نے ایک باغ جو کہ مہر میں مقرر کر کے دیا گیا تھا، واپس دے کر خلع کیا، اس وقت **"وَجَعَلَ عدتها حيضة"** مقرر کیا گیا تھا، پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدخولہ عورت جب خلع لے تو اس کی عدت صرف ایک ماہ ایک دن ہے، لہٰذا آپ سے استفسار کیا جاتا ہے کہ طلاق اور خلع کی عدت علیحدہ علیحدہ ہے، کیا مدخولہ بالغہ اور حرہ عورت کی عدت ائمہ مذاہب نے ایک ماہ مقرر کی ہے، جب کہ قرآن کریم میں

---

[۱] فلاعدة لزنا بل يجوز تزوج المزنی بها وان كانت حاملاً لكن يمنع عن الوطء حتى تضع والافيندب له الاستبراء. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۱۷۹، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۵۰۳، ج: ۳، اول باب العدة.
ولو نكحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا، الدرالمختار على الشامی زکریا ص: ۱۴۲، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۴۹، ج: ۳، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، سكب الانهر على هامش المجمع ص ۱۵۲ ج ۲ باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت.

واضح طور پر ''ثلاثة قروء'' ہے، مہربانی فرماکر شوافع کا مسلک بھی جواب میں تحریر فرمادیں، نیز جو یہ نکاح اندر میعاد کیا گیا ہے جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو اصحاب اس مجلس میں تھے، اور جس نے نکاح پڑھایا اور لکھا ان کا شرعی حکم کیا ہے، جب کہ ان کو پوری معلومات ہے کہ خلع کو ابھی صرف ایک ماہ ایک دن گذرا ہے، درمختار کے خلاف عدت کے متعلق اور کوئی شرعی حکم ہے، براہِ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسئلہ وہ ہے کہ جو قرآن پاک میں ہو کسی حدیث شریف سے اگر دو مطلب نکلتے ہوں ایک قرآن کریم کے موافق اور دوسرا قرآن کریم کے خلاف ہو، اصولی چیز ہے، کہ وہی مطلب مراد لینا چاہئے، جو موافقِ قرآن شریف ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تعارض وتضاد نہ ہو، ایسا مطلب مراد لینا جس سے دونوں میں تعارض وتضاد ہو خلافِ اصول اور دانشمندی سے بعید ہے، جب کہ خلع طلاقِ بائن ہے، جیسا کہ دارِقطنی میں ہے: **عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ الْخُلَعَ تَطْلِیقَةً بَائِنَةً الخ**[1] اور طلاق کی عدت قرآن پاک میں ہے: ''**وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ**'' (الآیۃ[2]) لہٰذا خلع کی عدت بھی تین حیض ہوگی، جس روایت میں ''**جَعَلَ النَبِیُّ صَلَّی اللّٰه علیه وَسَلَّمَ عِدَّتَهَا حَیْضَةً**''[3] وارد ہے، اس کا مطلب شراح نے یہ بیان کیا ہے، کہ یہاں بیانِ جنس مقصود ہے، یعنی اس کی عدت حیض سے ہوگی، اس لئے کہ وہ مطلقہ ہے (اور مطلقہ کے لئے تین حیض کو قرآن کریم میں متعین فرمادیا گیا ہے) اشہر سے نہیں ہوگی، جیسا کہ عدتِ وفات ہوتی ہے، اگر اس کی عدت ایک حیض قرار دی جائے تو یہ حدیث مخالف ہوجائے گی قرآن کریم کے، اس

---

[1] سنن الدارقطنی ص: ۲۸، ج: ۲، کتاب الطلاق حدیث: ۳۹۸۰، مکتبہ دار الفکر.

[2] سورۃ البقرہ الآیۃ: ۲۲۸، **ترجمہ**:- اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک۔

[3] ابوداؤد ص: ۳۰۳، ج: ۱، کتاب الطلاق من حدیث ابن عباس باب الخلع، مکتبہ بلال دیوبند.

اصول کے تحت مسئولہ نکاح صحیح نہیں ہوا، تین حیض پورے ہونے تک عورت مرد کو الگ الگ رکھا جائے، اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا جائے، محدثین وفقہائے احناف کا یہی مسلک ہے، تفصیل بذل المجہود[1] شرح ابی داؤد اور اوجز[2] المسالک شرح مؤطا امام مالک میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۵/۹/۸۸ھ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

تین حیض ساٹھ دن میں

سوال:- ایک مسلمہ بالغہ نے زوجِ اول سے بعد مطلقہ ہونے دو مہینہ پانچ دن کے دوسرے مرد سے مناکحت کر لی، لیکن دو دن کے بعد یعنی یومِ طلاق سے دو مہینہ سات دن میں حائضہ ہوئی اب سوال یہ ہے کہ اس کی مناکحت صحیح ہوگی، یا نہیں اور اس کا یہ حیض انقضاءِ عدت کی تکذیب ہوگا یا نہیں؟ اور دو مہینہ سات دن میں چار دفعہ حیض کا آنا از روئے قاعدہ شرعی ممکن ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق کی عدت تین حیض ہے، اگر حاملہ ہو تو وضعِ حمل عدت ہے، عدت گذرنے سے پہلے نکاحِ ثانی جائز نہیں، تین حیض کم سے کم ساٹھ دن میں آسکتے ہیں، اگر عورت یہ کہے کہ میری عدت گذر چکی، یعنی تین حیض آگئے اور ساٹھ روز بھی پورے ہو چکے ہیں، جن میں تین حیض آنے کا احتمال بھی ہے تو شرعاً اس کا قول معتبر مان لیا جائے گا، اور نکاحِ ثانی درست ہوگا، اگر طلاق کے بعد ساٹھ

---

[1] وان المراد بالحيضة هو الجنس الذى يصدق على القليل والكثير فالمراد ان العدة بالحيض لا بالاشهر فلا يدل على وحدة الحيضة. بذل المجهود ص:۲۸۸، ج:۳، قبيل باب الظهار، المكتبة الرشيديه سهارنپور.

[2] اوجز المسالک ص:۱۰۹، ج:۱۰، طلاق المختلعة، المكتبة الامدايده المكة المكرمة.

دن گذر گئے، مگراس کو تین حیض نہیں آئے تو یہ محض ساٹھ دن کا گذر جانا اس کی عدت کے لئے کافی نہیں اوراس کا نکاح معتبر نہیں ہوگا، فوراً دوسرے شخص سے اسکو علیٰحدہ کردیا جائے، تین حیض پورے ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جائے: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی! وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاَثَةَ قُرُوْءٍ۔[1] وقال اللّٰه تعالیٰ! وَلَاتَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّکَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَهٗ۔[2] وقال اللّٰه تعالیٰ! وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔[3] ومن قالت انقضت عدتی بالحیض فالقول لها مع الیمین ان مضٰی علیها ستون یومًا عند الامام کل حیض عشرة وکل طهر خمسة عشر. درمختار کذا فی الخانیه. (مجمع الانهر[4]) ص:۴۷۷، ج:۱. فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲؍۱۰؍۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳؍۱۰؍۸۸ھ

عدتِ وفات وقتِ وفات سے یا خبر ملنے کے وقت سے؟

سوال:-محمد عثمان کا انتقال ہوگیا، ایک ماہ بعد بیوی کو معلوم ہوا، کیوں کہ محمد عثمان گھر سے باہر

---

[1] سورہ بقرہ، آیت نمبر:۲۲۸، شامی کراچی ص ۵۰۴، ۵۰۵ باب العدة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة.

ترجمہ:-اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک۔(از بیان القرآن)

[2] سورہ بقرہ، آیت نمبر:۲۳۵، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، تاتارخانیه ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فی ما بیان ما یجوز من الانکحة الخ، مطبوعه کراچی.

ترجمہ:-اور تم تعلق نکاح کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جاوے۔(از بیان القرآن)

[3] سورہ طلاق، آیت نمبر:۴، شامی کراچی ص ۵۱۱ ج ۳ باب العدة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۸ ج ۱، الباب الثالث عشر فی العدة.

[4] مجمع الانهر مع ملتقی الابحر ص:۱۵۰، ج:۲، باب العدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، در مختار کراچی ص ۵۲۳ ج ۳ باب العدة، قاضیخاں علی الهندیة ص ۵۵۲ ج ۱ باب العدة، فصل فی انتقال العدة، طبع کوئٹه.

رہا کرتے تھے، لہٰذا عدت کب سے شروع ہوگی، انتقال کے وقت سے یا خبر معلوم ہونے کے وقت سے؟

الجواب حامداًومصلیاً

عدتِ وفات چار ماہ دس روز ہے، اس کی ابتداء وقتِ وفات سے ہے، خبر خواہ کب ہی ملے حتی کہ اگر چار ماہ دس روز گذرنے پر بیوی کو وفاتِ شوہر کی خبر ہوئی تو کہا جائے گا، کہ عدت ختم ہوگئی۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۱۳۸۵ھ

عدت طلاق شوہر کے مکان میں گذارنا

سوال: - (۱) شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ طلاق کے بعد عورت اس گھر میں عدت گذارے جسکے اندر اس کو طلاق دی گئی ہے، آج کل فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، شوہر کے مکان میں اگر عورت کو رہنے دیا جائے تو اسکے اندر سخت خطرہ ہے، کہ میاں بیوی معصیت میں مبتلا ہو جائیں کیا اس قسم کے اندیشوں کی بناء پر عورت کو نکلوا کر اس کے میکے میں پہنچا دینا جائز ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلظہ دے دیا اس کے اس عورت سے کئی بچے ہیں اور عورت ادھیڑ ہے، ایسے وقت اس کے لئے بہت موجب پریشانی ہے، کہ بچوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ شادی کرے اور نہ حلالہ کرے، شوہر اول کے نکاح میں آنا چاہتی ہے، کیونکہ اس کو حلالہ کرنا

---

[1] والعدة للموت اربعة اشهر وعشرة مطلقاً، الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۱۸۸، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۱۰، ج:۳، باب العدة، مطلب فى عدة الموت.

ومبدأ العدة بعدا لطلاق وبعد الموت على الفور وتنقضى العدة وان جهلت المرأة بهما اى بالطلاق والموت لانها اجل فلايشترط العلم بمضيه. الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۲۰۲، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۲۰، ج:۳، باب العدة، البحر الرائق ص۱۴۴ ج۲ باب العدة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، الدر المنتقى ص۱۴۹ ج۲، باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

گوارہ نہیں کیا ایسی صورت میں شوہر کو جائز ہے، کہ بغیر نکاح کئے ہوئے ایک خادمہ کی حیثیت سے اس کو اپنے مکان میں رہنے دے اور تعلقات زوجیت سے الگ رہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر طلاق بائن یا مغلظہ ہے اور اس مکان میں عصمت کے ساتھ عدت گذارنا دشوار ہے، نیز کوئی عورت ایسی بھی نہیں جس کا وجود مانع فتنہ ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ مرد کسی مکان میں منتقل ہو جائے اگر یہ متعذر ہو تو عورت کسی دوسرے مکان میں چلی جائے: **واذا وجب الاعتداد فی منزل الزوج فلاَ بأس بان یسکنا فی بیت واحد اذا کان عدلا سواء کان الطلاق رجعیا او بائنا او ثلاثا والا فضل ان یحال بینهما فی البیتوتة بستر الا ان یکون الزوج فاسقا فیحال بامرأة ثقة تقدر علی الحیلولة بینهما وان تعذر فلتخرج هی وتعتد فی منزل آخر وکذا لوضاق البیت وان خرج هو کان اولیٰ ولهما ان یسکنا بعد الثلاث فی بیت اذا لم یلتقیا التقاء الا زواج ولم یکن فیه خوف فتنة اهـ وهٰکذا صرح فی الهدایة بان خروجه اولیٰ من خروجها عندا لعذر بحر[1] ج:۴، ص:۱۵۴.**

(۲) ایسی حالت میں وہ عورت بالکل اجنبیّہ ہے اس سے پردہ فرض ہے، اور خلوت حرام ہے[2]، اگر اس فرض اور حرام کی رعایت کے ساتھ رکھ سکتا ہے تو اس میں گنجائش ہے[3]، مگر احوط یہ ہے

[1] البحر الرائق ص:۱۵۴، ج:۴، باب العدة، فصل فی الحداد، قبیل باب ثبوت النسب، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۴۲۸/۴۲۹ ج۲ باب العدة، فصل فی الحداد، مطبوعه تهانوی دیوبند، شامی زکریا ص۲۲۷ ج۵ کتاب الطلاق باب العدة، فصل فی الحداد.

[2] الخلوة بالاجنبیة حرام، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۵۲۹، ج:۹، مطبوعه کراچی ص:۳۶۸، ج:۶، کتاب الحظر الاباحة. فصل فی النظر والمس، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۰۳ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منهما ستون سنة وبینهما اولاد تتعذر علیهما مفارقتهم فیسکنان فی بیتهم ولا یجتمعان فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج هل لهما ذلک ؟ قال: نعم، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۲۷، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۸، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحداد، البحر الرائق ص ۱۵۴ ج۴ باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

کہ خود کسی دوسرے مکان میں رہے، اگرچہ خلوت سے مانع اور عورتیں بھی ہوں، کیوں کہ ایک مکان میں رہنا مذکر تعلق سابق ہوگا، جو کہ باعث فتنہ ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ الجواب صحیح: عبداللطیف ۲۶/ربیع ۲/۶۰ھ

بیوہ کی عدت اپنے باپ کے گھر

سوال:- اگر شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام نہ ہوتو بیوی اپنے باپ کے گھر میں عدت گذار سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کے مکان پر عدت گذارنے کا انتظام نہ ہوتو اپنے باپ کے گھر گذارے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۸۹ھ

ایضاً

سوال:- میں نے اپنے لڑکے کی شادی ایک بالغہ لڑکی کے ساتھ کردی تھی، ۱۳/ ماہ بعد لڑکے

---

[۱] صرح فی الهداية بان خروجه اولی من خروجها البحر الرائق ص: ۱۵۴، ج: ۴، باب العدة، فصل فی الحداد، قبیل باب ثبوت النسب، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص۲۲۷ ج۵ کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد، هدایه ص ۴۲۹ ج۲ باب العدة، فصل فی الحداد، مطبوعه تهانوی دیوبند.

[۲] وتعتد ان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه الا ان تخرج اوینهدم المنزل او تخاف انهدامه اوتلف مالها اولاتجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیه. الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۲۲۵، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۶، ج: ۳، باب العدة، فصل فی الحداد، البحر الرائق ص: ۱۵۴، ج: ۴، باب العدة، فصل فی الحداد، قبیل باب ثبوت النسب، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۴۲۸/۴۲۹ ج۲ باب العدة، فصل فی الحداد، مطبوعه تهانوی دیوبند.

کا انتقال ہوگیا، بیوہ کو حاملہ چھوڑ کر پانچ ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی، بیوہ نے عدت اپنے عزیزوں میں کی، لڑکے کے باپ نے عدت اپنے یہاں کرنے کو کہا، لیکن اسکے عزیزوں نے نہ مانا اور اپنے گھر لے گئے اور وہیں لڑکی پیدا ہوئی، پیدائش کا کل خرچ لڑکے کے باپ نے کیا۔

الجواب حامداًومصلیاً

عدّت گذارنا اسی مکان میں لازم تھا، جس میں شوہر کا انتقال ہوا، اور وہ پہلے سے وہیں شوہر کے ساتھ رہتی تھی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۹ھ

شوہر کے ساتھ والد کے یہاں آئی تھی، شوہر کا انتقال ہوگیا، عدت کہاں گذارے؟

سوال:-زید برائے علاج اپنی زوجہ کو ہمراہ لے کر اپنے وطن شہر جھنجھنوں سے اپنی زوجہ کے والدین کے مکان پر قصبہ بساؤ میں آیا، اور ایک دن زندہ رہ کر زوجہ کے والدین کے مکان پر ہی انتقال کر گیا، جب کہ زید کی زوجہ بھی بوقتِ وفات زید کے ہمراہ تھی، نیز زید کو زوجہ کے وطن اصلی قصبہ بساؤ میں ہی دفن کر دیا گیا، اس صورت میں فتاویٰ ہندیہ کتاب الطلاق ص:۵۷ کی مندرجہ ذیل عبارت کے پیشِ نظر معتدہ کو شوہر مرحوم زید کے وطن شہر جھن جھنوں برائے عدت بھیجنا کیا حکم رکھتا ہے، آیا ناجائز ہے یا کہ بہتر نہیں ہے یا حرام ہے؟

یا بکر یہ کہے کہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ وقوع وفات شوہر ہی میں مدت عدت کا پورا کرنا زیادہ بہتر ہے؟

---

[1] وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه وفی الشامیة، قوله فی بیت وجبت فیه هوما یضاف الیهما بالسکنی قبل الفرقة ولو غیر بیت الزوج. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحداد، النهر الفائق ص۴۹۰ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۱۵۵ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

اور اگر وقوعِ وفات پر عدت نہ گذار کر شوہر کے وطن اصلی جو کہ زوجہ کا اصلی مکان کہلاتا ہے، عدت پوری کی جائے تو بھی عدت ہو جائے گی، یہ کیسا ہے؟ میں آنجناب سے دست بستہ مؤدبانہ التماس کرتا ہوں کہ مسئلہ مذکورہ کو وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

فتاویٰ ہندیہ کی عبارت مندرجہ ہے، کتابُ الطلاق بابِ سوگ چہاردہم ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم۔

معتدہ پر واجب ہے کہ اس مکان میں عدت گذارے جو حالتِ وقوع فرقت یا وقوع وفات شوہر میں اس کے رہنے کا مکان کہلاتا تھا، یہ کافی میں ہے اور اگر وہ اپنے کنبے والوں کو دیکھنے گئی یا یہ کسی دوسرے کے گھر گئی کسی سبب سے گئی تھی، کہ اس وقت پر طلاق واقع ہوتی تو اس وقت بلا تاخیر اپنے رہنے کے مکان کو چلی جائے اور یہی حکم عدتِ وفات میں ہے۔ از فتاویٰ ہندیہ کتابُ الطلاق باب سوگ چہاردہم ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کا جو اصلی مکان تھا جہاں اس کا قیام تھا، اور بیوی بھی ساتھ رہتی تھی، مگر وہاں سے عارضی طور پر آ کر بیوی کے والدین کے مکان پر انتقال ہوگیا، تو بیوی کو عدتِ وفات گذارنے کے لئے شوہر کے اسی مکان میں محرم کے ساتھ چلا جانا چاہئے، وہیں جا کر عدت گذارے۔ کذا فی البحر الرائق[1] ص:۱۵۴، ج:۴۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولهذا قدمنا انها لوزارت اهلها فطلقها زوجها كان عليها ان تعود الى منزلها فتعتد فيه. البحر الرائق ص:۱۵۴، ج:۴، باب العدة، مطبوعه كوئٹه. طلقت اومات وهى زائرة فى غير مسكنها عادت اليه فوراً لوجوبه عليها وتعتد ان اى معتدة طلاق وموت فى بيت وجبت فيه. الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، مجمع الأنهر ص ۱۵۵ ج۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

معتدہ کو صحن میں جانا

سوال :- کیا معتدہ الوفات مشترک مکان کے صحن میں جاسکتی ہے، قاضی خاں جلد اول ص:۱۰۲/ پر یہ ہے: **وللمعتدة الخروج الی صحن الدار فان كانت الدار مشتملة على بيوت وفي كل بيت اهل لاتخرج الٰی صحن الدار، فتح القدير جلد ۳، ص: ۲۹۸**، پر یہ ہے۔ **ولا تخرج المعتدة الٰی صحن الدار التی فيها منازل الاجانب لانه كالخروج الى السكة فان لم يكن فی الدار منازل بل بيوت جازلها الخروج الی صحنها ولا تصير به خارجة عن الدار.** بیت میں اور دار میں کیا فرق ہے، اگر ایک مکان بڑا چند اعزّہ کے درمیان مشترک ہے جس کی کوئی تقسیم شرعی نہ قانونی ہوئی لیکن ہر ہر حصہ دار نے کچھ اپنے رہنے کے لئے مخصوص کر رکھا ہے تو ایسی صورت میں معتدہ کیا دوسرے کے حصہ میں جاسکتی ہے، یا نہیں مفصلاً جواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداًومصلیاً

معتدہ الوفاۃ کیلئے مشترک مکان کے صحن میں جانا اور اپنے مکان سے باہر نکلنا نیز رات کا کچھ حصہ دوسری جگہ گذارنا حسب ضرورت وحاجت درست ہے: **والمتوفٰی عنها زوجها لا بأس بان تتغيب عن بيتها اقل من نصف الليل قال شمس الائمة الحلوانی وهٰذا الرواية صحيحة اهـ** بحر[1] ص:۱۶۷، ج۴، فتاویٰ قاضی خاں[2] کی عبارت میں معتدۃ الطلاق کا حکم عدم خروج بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اس کے بعد والا جزئیہ اس پر دال ہے، وان

[1] البحر الرائق ص:۱۵۳، ج:۴، باب الرجعة، فصل فی الحداد، مطبوعه كوئٹه، عالمگيری كوئٹه ص۵۳۴ ج۱ الباب الرابع عشر فی الحداد، النهر الفائق ص۴۸۹ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهنديه ص:۵۵۴، ج:۱، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، مطبوعه كوئٹه.

كانت في البيت بالكراء كان الكراء على الزوج[۱] اهـ اوراسی فصل کے شروع میں ہے: والمتوفٰى عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها الى النفقة ولا تبيت الا في بيت زوجها وعن محمدؒ ان لها ان تبيت في غربيت زوجها اقل من نصف الليل[۲] اهـ فتاویٰ عالمگیری[۳] مصری ص: ۵۳۴، جلد ۲ میں ہے ان كانت معتدة من نكاح صحيح وهي حرة مطلقة بالغة عاقلة مسلمة والحالة حالة الاختيار فانها لا تخرج ليلاً ولانهارًا سواء كان الطلاق ثلاثا او بائنا او رجعياً كذا في البدائع[۴] المتوفٰى عنها زوجها تخرج نهارا وبعض الليل ولاتبيت في غير منزلها كذا في الهداية[۵] اهـ.

اگر ایک بڑا مکان ہو اور اس میں مختلف کمرے ہوں تو معتدہ کو صحن اور کمروں میں جانا اور شب گذارنا درست ہے، الا یہ کہ وہ کمرہ دوسرے کے ہوں: للمعتدة ان تخرج من بيتها الى صحن الدار وتبيت في اى منزل شاء ت الا ان يكون في الدار منازل لغيره بخلاف ما اذا كانت المنازل له اهـ هنديه.[۶] واصرح منه ما في الدر المختار ولا تخرج معتدة رجعي وبائن من بيتها اصلا لا ليلا ولانهاراً ولا الٰى صحن دار فيها منازل لغيره اهـ قال الشامي اى غير الزوج بخلاف ما اذا كانت له فان لها ان تخرج اليها وتبيت في اى منزل شاءت ومعتدة موت تخرج في الجديدين

---

[۱] فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهنديه ص: ۵۵۴، ج: ۱، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، مطبوعه كوئٹه.

[۲] فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهنديه ص: ۵۵۳، ج: ۱، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، مطبوعه كوئٹه، زيلعي ص۳۷ باب العدة، فصل في الإحداد، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] عالمگيری ص: ۵۳۴، ج: ۱، الباب الرابع عشرفي الحداد، مطبوعه كوئٹه.

[۴] بدائع الصنائع كراچی ص۲۰۵ ج۳ فصل في أحكام العدة.

[۵] هدايه ص۴۲۸ ج۲ باب العدة، فصل في الإحداد، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[۶] عالمگيری ص: ۵۳۵، ج: ۱، فصل في الحداد، قبيل باب ثبوت النسب، مطبوعه كوئٹه.

وتبیت اکثر اللیل فی منزلها اھـ۔[1]

اسی بات پر قیاس کیجئے عبارت فتح القدیر کو، دار، مستقل مکان کو کہتے ہیں، جو مکانیت اور صحن پر مشتمل ہوتا ہے اور بیت عامۃً مایبات فیه کو کہتے ہیں اور کبھی بمعنیٰ دار بھی مستعمل ہوتا ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲؍۲؍۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴؍صفر ۶۷ھ

معتدہ کو منتقل ہونا

سوال:-ایک صاحب بنارس کے رہنے والے پاکستان رہتے تھے، ان کا انتقال ہوگیا اب ان کی زوجہ وہیں عدت گذارے جب کہ سوائے شوہر کے رشتہ داروں کے اور کوئی نہیں، ان کے بھائی ان کو بنارس لانا چاہتے ہیں، زوجہ کے والد بھی حج کو جارہے ہیں، وہ بھی ملاقات کے متمنی ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر بیوہ کو وہاں زمانۂ عدت گذارنے میں کوئی مانع نہیں، مثلاً وہاں نفقہ خرچہ کا انتظام ہے، عزت، جان و مال کی حفاظت ہے تو اس کو یہاں منتقل ہونے کی اجازت نہیں، والد کا حج کیلئے جانے

---

[1] الدر المختار مع الشامی زکریا ص:۲۴، ۲۲۳، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۵، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحداد.

[2] ان الاسماء ثلاثة البیت، والمنزل والدار فالبیت : أصغرها وهو اسم لمسقف واحد جعل لبیات فیه. والمنزل : فوق البیت دون الدار وهو اسم لمکان یشتمل علی بیتین او ثلاثة ینزل فیها لیلا ونهاراً وله مطبخ وموضع قضاء الحاجة. والدار : اسم لساحة ادیر علیها الحدود وتشتمل علی بیوت واصطبل وصحن غیر مسقف وعلو الخ فتح القدیر ص ۴۰-۴۱ ج۷ باب الحقوق، مطبوعه دار الفکر بیروت، قواعد الفقه ص ۲۱۱ و۲۸۷ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

سے پہلے ملاقات کرنا وجہِ جوازِ انتقال نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

معتدہ کا دوسری جگہ منتقل ہونا

سوال:- حاجی محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہوا، میری بہن جب سے بمبئی میں ہے، اب وہ بہت بیمار ہے، اور ڈاکٹروں کا مشورہ ہے، کہ اب انکو آب وہوا تبدیل کرادی جائے، عندالشرع وہ میرٹھ کے لئے سفر کرکے آسکتی ہیں یا نہیں؟ میری بہن وہاں اپنے بچوں کے ساتھ اکیلی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں کی آب وہوا موافق مزاج نہیں اور علاج کے لئے وہاں سے منتقل ہونا ضروری ہے، تو عدت چار ماہ دس روز ختم ہونے سے پہلے بھی وہاں سے منتقل ہونا شرعاً درست ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۸ھ

---

[۱] وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه الا ان تخرج اوینهدم المنزل الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۲۲۵، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۶، ج: ۳، باب العدة، فصل فی الحداد، النهر الفائق ص ۴۹۰ ج ۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۱۵۵ ج ۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه الا ان تخرج اوینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها اولا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لا قرب موضع الیه الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۲۲۵، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۶، ج: ۳، باب العدة، فصل فی الحداد، مجمع الأنهر ص ۱۵۵ ج ۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه ص ۷۰ ج ۴، باب العدة، نوع آخر فی بیان ما یلزم المعتدة فی عدتها الخ مطبوعه کراچی.

عدت میں ووٹ ڈالنے کے لئے جانا

سوال:- میرے یہاں ایک موت ہوگئی، جس میں کہ ایک مسماۃ بیوہ ہوگئی ہے، اور میرے یہاں اس وقت پنچایت کا الیکشن ہو رہا ہے اور بیوہ کی عدت باقی ہے، اور گاؤں کے کنارے پر پولنگ اسٹیشن ہے، لہٰذا وہ بیوہ اپنا ووٹ ڈالنے اس جگہ جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الیکشن میں ووٹ ڈالنا ایسی ضرورت نہیں جس کی وجہ سے عدت میں عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۲ھ

عدت میں شناخت کے لئے عدالت جانا

سوال:- ہندہ کے شوہر کو چاقو مار کر ہلاک کر دیا گیا اس جگہ ہندہ بھی موجود تھی، اب ہندہ کو پولیس ملزموں کی شناخت کے لئے عدت کی حالت میں طلب کر رہی ہے تو ہندہ کو شناخت کرنے کیلئے حالتِ عدت میں تھانے میں یا کسی جگہ بھی جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاتل کی شناخت کرنے کے لئے عدت والے مکان سے عدالت میں جانا درست ہے،

---

[1] لا تخرج المعتدة عن طلاق اوموت الا لضرورة. شامی زکریا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعہ کراچی ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، مطلب الحق ان علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع، البحرالرائق ص:۱۵۳، ج:۴، باب العدة، فصل فی الاحداد، مطبوعہ کوئٹہ.

مگر رات کو اپنے مکان میں پہنچ جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۱۳۹۵ھ

عدت میں تنخواہ لینے کیلئے دفتر جانا

سوال:- والد صاحب کا انتقال ہوگیا اور وہ سرکاری ملازم تھے، تو اب والدہ محترمہ والد مرحوم کی باقی تنخواہ یا فنڈ کی رقم ایامِ عدت میں لینے کیلئے دفتر جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ ان کے گئے ہوئے بغیر وقت ضرورت پیسہ نہیں ملتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جاسکتی ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عدت میں شرکتِ نکاح کیلئے نکلنا

سوال:- عدت میں عورت شادی میں شرکت کیلئے باہر نکل سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حالتِ عدت میں شادی کی تقریب میں شرکت کیلئے اس کو مکان سے نکلنے کی اجازت نہیں[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۱۳۹۴ھ

---

[1] والمتوفی عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها ولا تبيت فی غير منزلها. شامی زکریا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحدود، مطلب الحق ان علی المفتی ان ينظر فی خصوص الوقائع، البحر الرائق ص۱۵۴ ج۴، فصل فی الإحداد، مطبوعه الماجديه کوئٹه، ملتقی الابحر ص۱۵۴ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، دار الکتب العلمية بيروت.

[2] ان معتدة الموت لما کانت فی العادة محتاجة الی الخروج (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

عدتوں میں تداخل

سوال:-ایک شخص کی عورت مطلقہ رجعی ہے بعد ازاں اسنے دوسری طلاق معلق بشرط دی شرط پوری ہونے کے بعد ہی تیسری طلاق معلق بشرط طلاق کی قسم کھائی، دوسری طلاق کے دو چار دن بعد شرط پوری ہوگئی آیا قبل ختم ہونے عدت طلاق ثانی، طلاق ثالث پڑ جائیگی یا نہیں، پہلی اور دوسری طلاق میں رجوع صرف لفظاً کیا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

عدت ختم ہونے سے پہلے ہی تیسری طلاق بھی واقع ہوگئی[1]، رجوع قولاً کیا ہو یا فعلاً سب کا ایک ہی حکم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۴/صفر ۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) لاجل ان تكتسب للنفقة قالوا انها تخرج في النهار وبعض الليل. شامی زکریا ص: ۲۲۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل في الحداد مطلب الحق ان على المفتي ان ينظر في خصوص الوقائع، بحر کوئٹه ص ۱۵۳ ج ۴ فصل في الإحداد، سكب الأنهر على هامش المجمع ص ۱۵۴ ج ۲ فصل في الإحداد، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳ ولاتخرج معتدة رجعي وبائن باي فرقة كانت لو حرة مكلفة من بيتها اصلا ولو باذنه لانه حق الله تعالى الدرالمختار على الشامي زكريا ص: ۲۲۴، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۵، ج:۳، باب العدة، فصل في الحداد، سكب الأنهر ص ۱۵۴ ج ۲ باب العدة، فصل في الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۵۲ ج ۴ فصل في الإحداد.

(صفحہ ہٰذا) ۱ الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة وفي الشامية وهٰذا الشرط لا بدمنه في جميع صور اللحاق. الدرالمختار مع الشامي زكريا ص: ۵۴۰، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۳۰۶، ج:۳، باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن، زيلعي ۲۱۹ ج ۲ باب الكنايات قبيل باب تفويض الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان، ملتقى الابحر على مجمع الأنهر ص ۴۰ ج ۲ كتاب الطلاق فصل في كنايات الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

دو عدتوں کا تداخل

سوال :- ایک عورت جو ابھی عدت وفات گذار رہی تھی، اور ابھی تین ماہ تیرہ روز ہی گذرے تھے کہ ایک شخص نے اس سے نکاح جائز سمجھتے ہوئے نکاح کرلیا، اور نکاح کے بعد وہ حاملہ ہوگئی، تو کیا یہ نکاح ثانی فاسد ہوگا یا باطل یعنی عدت وفات کی مقدار سے حمل معتبر ہوگا، یا کہ نہیں اگر یہ نکاح فاسد قرار دیا جائے، تو کیا تفریق یا متارکت کے بعد کا ہے، اس صورت میں خلجان یہ ہے کہ اگر شوہر اول کی وفات کے بعد زوجہ کے انقضائے عدت کے عدم اقرار کی صورت میں دوسال کے اندر اندر وہ حمل شوہر اول سے ثابت ہوگا، نہ کہ نکاح فاسد کرنے والے سے تو کیا اس صورت میں ولد کے شوہر اول سے ثابت النسب ماننے کی وجہ سے یہ عورت شوہر اول کی ۸ وفات کے وقت ہی سے حاملہ مانی جائیگی، اور اسکی عدت وضع حمل ہوگی یا کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی رہ جائیگی، اور چار ماہ دس دن کے بعد نکاح فاسد کرنے والے شخص کی عدت گذر یگی، اور وہ اپنی عدت کے زمانہ میں اس عورت سے نکاح کر سکے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت وفات چار ماہ دس دن ہے، ''لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ وَالَّذِيْنَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْراً''[1] اگر وجوب عدت کے وقت حمل ہوتو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] وتصح الرجعة مع اِكراه وهزل ولعب وخطاء بنحو راجعتک وردتک بلانية لا نه صريح وبالفعل بكل ما يوجب حرمة المصاهرة كمس الخ، الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۲۴، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۳۹۸ ج:۳، باب الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۰، ۸۱ ج۲ كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۵۰ ج۴ باب الرجعة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] سورۂ بقرہ پارہ: ۲، آیت نمبر: ۲۳۴،

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیبیاں اپنے آپکو نکاح وغیرہ سے روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔ (بیان القرآن)

عدت وضع حمل ہے، ''لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ''،[1] لیکن حالت عدت میں حمل قرار پائے تو اس سے عدت میں تغیر نہیں ہوگا بلکہ عدت سابقہ چار ماہ دس روز ہی رہیگی، یہی صحیح ہے، ''کالحائل بالهمزة وهی من لم تکن حبلی فاذا احبلت فی العدة تنقضی لوضعه سواء کان من المطلق او من زنا او من نکاح فاسد. شامی نعمانیه[2] ج:۲، ص:۶۰۹، قوله الامعتدة الوفاة الخ، افاد ان المراد بالحائل اذا کانت معتدة من طالق او فسخ بخلاف المعتده من وفاة فافهم قال فی النهر وفی الخلاصة وکل من حملت فی عدتها فعدتها ان تضع حملها وفی المتوفیٰ عنها زوجها اذا حملت بعد موت الزوج فعدتها بالشهور الخ وقد مرعن البدائع.

(شامی نعمانیہ[3] ص:۶۰۹، ج:۲) خواہ یہ حمل زنا سے ہو یا وطی بالشبہ سے، خواہ نکاح فاسد سے ہو حالت عدت میں نکاح جائز نہیں ہے، ''لِقَولِهٖ تَعَالیٰ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ''،[4] زنا کی وجہ سے حد لازم ہوگی، ''لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ''،[5] شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے، ''لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِدْرَؤُ الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَااسْتَطَعْتُمْ'' (رواہ الترمذی[6] ج:۱،ص:۱۷۱) شبہ کی ایک قسم

[1] سورہ طلاق پارہ:۲۸، آیت نمبر:۴،
ترجمہ:- اور اگر وہ مطلقہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک انکو کھانے پینے کا خرچ دو (بیان القرآن)

[2] شامی کراچی ص:۵۱۹، ج:۳، کتاب الطلاق، مطلب فی وطی المعتدة بشبهة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۳۳ ج۴ باب العدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۴۲، ۱۴۳ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] شامی کراچی ص:۵۱۹، ج:۳، کتاب الطلاق، مطلب فی وطی المعتدة بشبهة، النهر الفائق ص۴۸۳ ج۲ باب العدة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] سورہ بقرہ پارہ:۲، آیت نمبر:۲۲۵،
ترجمہ: اور تم تعلق نکاح (فی الحال) کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنے ختم کو پہنچ جاوے۔ (بیان القرآن)

[5] سورہ نور پارہ:۱۸، آیت نمبر:۲، **ترجمہ**:- زنا کرنے والی عورتوں اور زنا کرنے والے مرد سو دونوں کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ۱۰۰ اردّے مارو۔ (بیان القرآن)

[6] ترمذی شریف ج:۱، ص:۲۶۳، ابواب الحدود مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.
ترجمہ:- مسلمانوں سے حدود کو رفع کرو جہاں تک طاقت ہو۔

مشتبہ العقد بھی ہے، اگر حالت عدت میں نکاح کیا جائے، اور حرمت کا علم نہ ہو تو یہ مشتبہ العقد اور نکاح فاسد ہوگا، اور نکاح فاسد بیع فاسد کی طرح ہے، ناجائز اور واجب فسخ ہونے کے باوجود بعد دخول وہی احکام مرتب ہوتے ہیں، جو نکاح صحیح پر ہوتے ہیں، لہٰذا ایسے نکاح میں جو اولاد ہوگی وہ ثابت النسب ہوگی، اور اس سے متارکت پر عدت مستقلہ لازم ہوگی، "**ویثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد (عالمگیری**[1] **ص: ۳۳۰، ج: ۱) الدخول فی النکاح الفسد موجب للعدة وثبوت النسب ومثل له فی البحر هناک بالتزوج بلا شهود وتزوج الاختین معا اوالاخت فی عدة الاخت ونکاح المعتده، شامی نعمانیه**،[2] **ص: ۶۰۷**، لہٰذا صورت مسئولہ میں متارکت واجب ہے، پھر وقت وفات سے چار ماہ دس روز گذرنے پر اگر عورت کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو اس کو وضع حمل کا انتظار کرنا ہوگا، "**لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَحِلُّ لِامْرءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخرِ اَنْ يَسْقِيَ مَائُه زَرْعَ غَيْرِهٖ**" **رواه ابوداؤد**[3] **ج: ۱، ص: ۲۹۳**، اگر اس سے نکاح کرنا چاہے جس کا حمل ہے تو وضع حمل سے قبل ہی تجدید نکاح کافی ہے، وفات شوہر کے بعد دوسال کے بعد ہونے والا بچہ میت کی طرف اس وقت منسوب ہوگا کہ دوسرے نکاح کی نوبت نہ آئی ہو، بحر[4]، فتح[5]، بدائع[6]، خانیہ[7]، ہندیہ[8]، خلاصہ[9]، مجمع مع سکب[10] الانہر، تبیین[11]، وشامی[12] کے دیکھنے سے ایسا کچھ سمجھ میں آیا ہے،

---

[1] **عالمگیری ص: ۳۳۰، ج: ۱، الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامه، تاتارخانیه کراچی ص۸۷ ج۴ الفصل التاسع والعشرون فی ثبوت النسب.**

[2] **شامی کراچی ص: ۵۱۶، ج: ۳، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل.**

[3] **ابوداؤد شریف ج: ۱، ص: ۲۹۳، کتاب النکاح، باب فی وطی السبایا، مطبوعه اشرفی دیوبند.**

[4] **البحرالرائق ص: ۱۵۶، ج: ۴، باب ثبوت النسب، طبع کوئٹه.**

[5] **فتح القدیر ص: ۳۵۵، ج: ۴، باب ثبوت النسب، مطبوعه دارالفکر بیروت.**

[6] **بدائع الصنائع ص: ۳۳۹، ج: ۳، شرائط وجوب الاحداد، باب العدة، مطبوعه زکریا.**

[7] **خانیه علی هامش الهندیة ص: ۵۵۷، ج: ۱، فصل فی النسب، طبع دار الکتاب دیوبند.**

[8] **عالمگیری کوئٹه ص: ۵۳۷، ج: ۱، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب.** (بقیہ اگلے صفحہ پر)

"یمکن ان یکون عند غیری احسن مما عندی" فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۲۱/۴/۸۶ھ

عدت ختم کرنے کی صورت

سوال:- جس وقت عورت کی عدت ختم ہوتی ہے عورتیں یہ کام کرنا ضروری سمجھتی ہیں،

(۱) جس ٹائم عدت ختم ہوتی ہے تو عورتیں جمع ہوتی ہیں۔

(۲) جس عورت کی عدت ختم ہوئی اس وقت اس عورت کو صدر دروازہ سے باہر کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔

(۳) اسی وقت چوڑی یا انگوٹھی وغیرہ پہنا نا ضروری خیال کرتی ہیں، اگر عورت کے پاس خود چوڑی یا انگوٹھی نہیں ہوتی تو کسی عورت سے مانگ کر پہننا ضروری سمجھتی ہیں، اور خیال کرتی ہیں کہ اگر ہم نے یہ کام نہ کئے تو عورت عدت سے باہر نہیں ہوتی، کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت کے دن جب پورے ہوگئے تو شرعاً عدت ختم ہوگئی یعنی عدت کی وجہ سے جو پابندی عورت پر لازم تھی اب وہ پابندی نہیں۔

(۲) اس کے واسطے ان چیزوں کا کرنا اور لازم سمجھنا شرعاً بے اصل ہیں[۱]، قابل ترک ہیں، کسی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۹] باب ثبوت النسب، خلاصة الفتاویٰ.

[۱۰] مجمع الانهر مع سکب الانهر ص:۱۶۱، ج:۲، باب ثبوت النسب، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۱۱] تبیین الحقائق ص:۴۲، ج:۳، باب ثبوت النسب، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۱۲] شامی کراچی ص:۵۴۳، ج:۳، باب ثبوت النسب.

(صفحہ ہٰذا) [۱] من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد، مشکوة شریف ص:۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اپنے عزیز والدہ یا بہن وغیرہ کے یہاں اسی دن یا اس کے بعد چلی جائے اس سے عملاً بھی عدت ختم ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اسقاط سے انقضاءِ عدت اور حالاتِ جنین

سوال:-(۱) اسقاط سے عدت پوری ہوگئی یا نہیں؟

(۲) اگر عدت پوری نہیں ہوئی تو خاوند کو بغیر بیوی کی مرضی کے رجعت کا حق ہے یا نہیں؟

(۳) تکوینِ حمل میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ پہلے ماہ میں یہ کیفیت ہوتی ہے دوسرے ماہ میں لمبائی جنین تقریباً ۴/۱ انچ، وزن ایک گرام، سر آنکھ کان ہاتھ پیر کے نشانات اور ریڑھ کے سرے الگ الگ نشانات ظاہر کرتے ہیں، تیسرے ماہ لمبائی ۳/ انچ، وزن ۳۰/ گرام انگلیوں کے نشان معلوم ہونے لگتے ہیں، چوتھے ماہ لمبائی ۶/ انچ، وزن ۵/ اونس، اعضاءِ تناسل زنانہ مردانہ پہچانے جاسکتے ہیں، پانچویں ماہ جنین کی لمبائی ۹/ انچ وزن ڈیڑھ یا سر پر بال انگلیوں میں ناخن نکلنے لگتے ہیں، اور اسی طرح نویں ماہ تک تفصیل درج ہے، (کچھ روایات کنز الاعمال جلد ۱، ص: ۱۱۰، پر لکھی احقر نے دیکھی) جس کے نمونے اسپتال جے جے کے میوزیم میں ہر ماہ کے جنین شیشوں میں رکھے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں، کتاب علم القبالت از حکیم محمد عبد المتین خاں ص: ۳۷/ تو کیا ان اطباء کی تحقیق جنین کے نشو ونما میں قابلِ قبول ہے، یہ سب اس لئے لکھا ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ ج: ۲، ص: ۱۲۷، و ج: ۳، ص: ۱۵۹، اور فتاویٰ امدادیہ، ج: ۴، ص: ۱۴/۵۱۳ کی عبارت سے مجھے پورا اطمینان نہیں ہوا تو تفصیل عرض کردیں۔

نیز طلاق کے معاملہ کو سننے والے ہندہ، ہندہ کی بڑی بہن اور اس بڑی بہن کا خاوند ہے، بصد احترام جواب ارسال کرنے کی درخواست ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) اگر سقط میں بعض خلقت ظاہر ہوگئی تھی، جو کہ عامۃً چار ماہ میں ظاہر ہوجاتی ہے، تو عدت پوری ہوگئی، ظهر بعض خلقه كيدٍ او رجلٍ او اصبع اوظهر او شعر ولا يستبين خلقه الا بعد مائة وعشرين يوماً ولد حكماً فتصير المرأة به نفسآء وتنقضى به العدة فان لم يظهر له شيئ فليس بشئ اهـ درمختار قوله ولا يستبين خلقه قال الشامى فى بعض روايات الصحيح اذا مر بالنطفة ثنتان واربعون ليلة بعث اللّٰه اليها مَلكاً فصوَّرها وخلق سمعها وبصرها وجلدها وايضاً هو موافق لما ذكره الاطباء فقد ذكر الشيخ داؤد فى تذكرته انه يتحوّل عظاماً مخططة فى اثنين وثلاثين يومًا الٰى خمسين ثم يجتذب الغذاء ويكتسى اللحم الى خمس وسبعين ثم تظهر فيه الغاذية والنامية ويكون كالنبات الٰى نحو المائة ثم يكون كا لحيوان النائم الٰى عشرين بعدها فتنفخ فيه الروح الحقيقة الانسانية اهـ ملخصاً نعم نقل بعضهم انه اتفق العلماء علٰى ان نفخ الروح لا يكون الا بعد اربعة اشهر اى عقبها كما صرح به جماعة وعن ابن عباسؓ انه بعد اربعة اشهر وعشرة ايام وبه اخذ احمد ولا ينافى ذٰلك ظهور الخلق قبل ذٰلك لان نفخ الروح انما يكون بعد الخلق وتمام الكلام فى ذٰلك مبسوط فى شرح الحديث الرابع من الاربعين النوويه فراجعه اهـ شامی[۱] ص: ۱۰۲، ج: ۱، باب الحيض. فقط واللّٰه سبحانه تعالٰى اعلم

املاه بلسانه العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۶ ۱۴۰ھ

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۳۰۲، ج: ۱، مطبوعه نعمانیه ص: ۲۰۱، ج: ۱، باب الحيض، مطلب فى احوال السقط، البحر الرائق مع منحة الخالق ص ۲۱۸ ج ۱ باب الحيض قبيل باب الانجاس مطبوعه الماجديه کوئٹه.

عدت میں کن چیزوں کے اہتمام کی ضرورت ہے؟

سوال:-ایامِ عدت میں کن چیزوں کے اہتمام کی ضرورت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

سنگار نہ کریں[1]، بلاضرورتِ شدیدہ مکان سے باہر نہ نکلیں، ضرورتِ شدیدہ میں جب نکلیں تو جلد واپس آجائیں، رات اسی مکان میں گذاریں[2]، طاعات وعبادات میں مشغول رہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۶ھ

وفات شوہر پر ترک زینت

سوال:- خاوند کے مرتے وقت عموماً عورتیں تمام زیورا تار دیتی ہیں، اور چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں، اور پھر عمر بھر نہیں پہنتیں یا نکاح ثانی وغیرہ تک اس کی شرعاً کیا حقیقت ہے، نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد آپکی ازواج کا تازندگی کیا عمل رہا۔

الجواب حامداًومصلیاً

---

[1] تحد مسلمة منكوحة اذا كانت معتدة بت اوموت بترك الزينة بحلى وفى الشامية قوله بحلى اى بجميع انواعه من فضة وذهب وجواهر قال القهستانى والزينة ما تتزين به المرأة. الدرالمختار مع الشامى زكريا ص:۲۱۷، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۰، ج:۳، باب العدة، فصل فى الحداد، مجمع الأنهر ص۱۵۳ ج۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۱۵۰ ج۴ باب العدة، فصل فى الإحداد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] والمتوفى عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها ولاتبيت فى غير منزلها. شامى زكريا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل فى الحداد، مطلب الحق ان على المفتى ان ينظر فى خصوص الوقائع، البحر الرائق ص۱۵۴ ج۴ فصل فى الإحداد، مطبوعه الماجديه كوئٹه، ملتقى الأبحر ص۱۵۴ ج۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت.

شوہر کے مرنے پر ایام عدت میں زینت ناجائز ہے[1]، بعد عدت درست ہے، لہٰذا تمام عمر یا نکاح ثانی تک ترک زینت شرعاً جائز نہیں[2]، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات پابند شرع تھیں، ناجائز کاموں سے اجتناب کرتی تھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۳/۱/۵۸ھ

مطلقہ رجعی پر سوگ

سوال: - مطلقہ بطلاق رجعی واحد دوران عدت میں بناؤ سنگھار کر سکتی ہے یا نہیں خاص کر اس صورت میں جب کہ شوہر کی نیت ایک طلاق رجعی دینے سے عورت کو اپنے ملک نکاح سے علیحدہ کرنا ہو، ایک مجلس میں تین طلاقیں بدعی ہونے کے خیال سے نہیں دینا چاہتا، آیا یہ عورت بعد ختم عدت سہ حیض کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، خاص کر جب کہ دوران عدت میں رجوع قولی وفعلی کسی طرح نہ ہوا ہو، نیز اس شوہر کے ساتھ اس عورت کو سفر بوجہ ضروری ہونے تبدیلی مکان جائز ہے یا نہیں، عورت کے بناؤ سنگھار کے لئے اسی مکان میں شوہر کے رہنا ضروری ہے یا نہیں؟

---

[1] تحد مكلفة مسلمة منكوحة اذا كانت معتدة بت او موت وان امرها المطلق او الميت بتركه لانه حق الشرع اظهاراً للتأسف على فوات النكاح بترك الزينة بحلي او حرير او امتشاط والطيب والدهن والكحل والحنا. الدرالمختار على الشامي زكريا ص: ۲۱۷، ج: ۵، مطبوعه كراچی ص: ۵۳۰، ج: ۳، باب العدة، فصل في الحداد، عالمگیری كوئٹه ص ۵۳۳ ج ۱ الباب الرابع عشر في الحداد، مجمع الأنهر ص ۵۳-۱۵۲ ج ۲ فصل في الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص ۱۵۰ ج ۴ فصل في الإحداد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] وَعَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تَحَدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْراً. مشكوه شريف ص: ۲۸۸، ج: ۱، باب العدة، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

مطلقہ رجعی کے ذمہ ترک زینت واجب نہیں خواہ شوہر کی نیت کچھ ہی ہو اس کو بناؤ سنگھار شوہر کے سامنے جائز بلکہ مستحسن ہے[1] ایسی عورت کو بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح درست ہے، جب کہ شوہر اول نے عدت میں رجعت نہ کی ہو ایسی عورت کو شوہر کے ساتھ سفر بھی جائز ہے، شوہر کے مکان سے علیحدہ رہنا درست نہیں: **مطلقة الرجعی کالبائن غیر انّها تمنع من مفارقة زوجها فی مدة سفر لقیام الزوجیة بخلاف المبانة اهـ درمختار[2] ص: ۹۲۲، ج: ۲.**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوہ عورت کا زیور پہننا

سوال:- بیوہ عورت کا کانچ کی چوڑی اور چاندی سونے کی چوڑی پہننا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں یہ رسم ہے، کہ بیوہ عورت کانچ کی چوڑی نہیں پہن سکتی ہے، نیز عورتوں کو چاندی سونے کے زیور کے علاوہ دیگر چیزوں کے زیور پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوہ کو بعد عدت زیور، کانچ کی چوڑی وغیرہ سب درست ہے، جس زیور میں کفار وفساق کی

---

[1] لا یجب علی المطلقة قبل الدخول والمطلقة الرجعیة بل یستحب لها للطلاق الرجعی التزین لترغیب الزوج، مجمع الانهر ص: ۱۵۲، ج: ۲، باب العدة، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۴۰۸ ج۳ باب الرجعة، بحر ص۵۵ ج۴ باب الرجعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص۱۵۲ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۲۲۹، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۹، ج: ۳، باب العدة، فصل فی الحداد، سکب الأنهر ص۱۵۶ ج۲ فصل فی الإحداد، قبیل باب ثبوت النسب، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مشابہت نہ ہو عورتوں کے لئے وہ سب درست ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عدت میں چوڑیوں کا استعمال

سوال: - جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوجاتا ہے تو ہمیشہ کے لئے کانچ کی چوڑیاں بیوی کو استعمال کرنا برا سمجھتے ہیں، اور سونے چاندی کی چوڑیاں اگر استعمال کی جائیں تو برا نہیں سمجھتے ہیں اس کیا اصل ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

عدت گذرنے تک زینت کرنا منع ہے، چاندی سونے کی چوڑیاں پہننا بھی منع ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۵/۸ ۱۳ھ

عدت کے دوران پردہ سے متعلق کچھ سوالات

سوال: - میرے والد صاحب کا انتقال ابھی حال ہی میں ہوا ہے، ان کی بیماری کے دوران

---

[۱] ولایتختم الا بالفضة فیحرم لغیرها کحجر وذهب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وفی الشامیة والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروه للرجال والنساء الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۵۱۷، ج:۹، مطبوعه کراچی ص:۳۵۹، ج:۶، قلت وقد تقرر فی محله ان مفاهیم الروایات حجة، امداد الفتاوی ص:۱۳۶، ج:۴، طبع زکریا.

[۲] تحد مسلمة منکوحة اذا کانت معتدة بت او موت بترک الزینة بحلی وفی الشامیة قوله بحلی ای بجمیع انواعه من فضة وذهب وجواهر بحر قال القهستانی والزینة ماتتزین به المرأة من حلی اوکحل. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۲۱۷، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۰، ج:۳ باب العدة، فصل فی الحداد، مجمع الأنهر ص۱۵۳ ج۲، باب العدة، فصل فی الإحداد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۱۵۰ ج۴، باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

میری والدہ بھی ہسپتال وغیرہ میں دوڑ بھاگ میں رہا کرتی تھیں، اس دوران اُن کا پردہ کئی ایسے لوگوں سے بھی ہونا ممکن نہ تھا، جس سے وہ پردہ کیا کرتی تھیں، اب ان کے انتقال کے بعد پوزیشن یہ ہے کہ گھر یعنی دہرہ دون میں ایک میری چھوٹی بہن اور والدہ رہ گئی ہیں، گھر کے کام کاج میں ضرورت دوسروں کی مدد کا پڑ جانا لازمی ہے، ایک صاحب زید ہیں جو والد صاحب کی حیات میں بھی ہمارے گھر کے ایک فرد کی طرح سے ہمارے گھر آیا جایا کرتے تھے، اور ان سے والدہ کا پردہ نہیں تھا، زید نے مرحوم کی بہت خدمت کی تھی، اب وہ رات کو میری والدہ اور بہن کے اکیلے ہونے کی وجہ سے گھر پر ہی سونا چاہتے ہیں، زید کافی بزرگ ہیں اور ہم انہیں تائے کہتے ہیں، مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں شرعی نقطۂ نظر سے بتائیں کہ عدت کے دوران کیا زید سے بھی والدہ کا پردہ ضروری ہے؟

(۲) ان لوگوں سے کہ جن سے والدہ کا پردہ نہیں تھا کیا ان سب سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

(۳) کیا ایسی مجبوری کی حالت میں جبکہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے عدت کی پوری مدت گذارنی ہوگی؟

(۴) محلّہ پڑوس کے کچھ بچے اب بالغ ہوگئے ہیں جو پہلے گود کھلائے ہوئے تھے اور ان سے والدہ کا پردہ نہیں تھا، تو دورانِ عدت کیا ان سے بھی پردہ ہوگا؟

(۵) کیا عدت کے دوران آواز کا بھی پردہ ضروری ہے؟

(۶) عدت کے دوران غلطی سے یا بھول سے اچانک کسی کے سامنے آجانے سے لیکن خیال آجانے پر دوبارہ سامنے نہ آنے پر کوئی مضائقہ تو نہیں؟

(۷) عدت کیوں اسلام نے ضروری کی ہیں؟ کیا وجوہات ہوسکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص شرعاً نامحرم ہو اس سے پردہ لازم ہے خواہ زمانہ عدت ہو یا نہ ہو، زید سے بھی پردہ لازم ہے[۱]، وہ علیحدہ باہر کسی جگہ رہ سکتے ہیں، تنہائی میں آپ کی والدہ صاحبہ سے نہ ملیں۔

[۱] وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۱) پردہ ضروری ہے، (۲) ضروری ہے۔[1]

(۳) عدت کی مدت چار مہینے دس دن پوری لازم ہے اس میں کمی نہیں۔[2]

(۴) جب وہ بالغ ہو گئے ہیں تو ان سے بھی پردہ ضروری ہے۔[3]

(۵) بلاضرورت نامحرم سے بات نہ کی جائے۔[4]

(۶) بھول اور غلطی کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، فوراً اس کی اصلاح ضروری ہے۔

(۷) عدت کا حکم احکم الحاکمین نے قرآن کریم میں فرمایا ہے،[5] اس کی وجہ دریافت کرنے کا

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) والمعنى تمنع من الكشف لخوف ان يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة لانه مع الكشف قد يقع النظر اليها بشهوة، الدرالمختار مع الشامي زكريا ص: ۷۹، ج: ۲، مطبوعه كراچي ص: ۴۰۶، ج: ۱، باب شروط الصلاة، مطلب في سترا لعورة. لايحل النظر للاجنبي من الاجنبية الحرة الى سائر بدنها الا الوجه والكفين، بدائع الصنائع زكريا ص: ۱۹۳، ج: ۴، كتاب الاستحسان. حكم الاجنبيات الحرائر. عالگميرى ص: ۳۲۹، ج: ۵، مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية. الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر اليه وما لا يحل له وما يحل مسه ومالا يحل. مجمع الانهر ص: ۲۰۲، ج: ۴، كتاب الكراهية، فصل في النظر وغيره، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

(**صفحہ ہذا**) [1] ملاحظہ ہو اسی جواب کا حاشیہ ا۔

[2] عدة الحرة في الوفاة اربعة اشهر وعشرة ايام سواء كانت مدخولابها اولا صغيرة او كبيرة او آئسة حاضت في العدة اولم تحض. عالمگيرى كوئٹه ص: ۵۲۹، ج: ۱، باب العدة، النهر الفائق ص ۴۷۶ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر ص ۱۴۴ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال فحكمه حكم الرجال، عالمگيرى ص: ۳۳۰، ج: ۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر اليه ومالايحل له الخ. مطبوعه كوئٹه، رد المحتار على الدر المختار زكريا ص ۵۲۴ ج ۹ فصل في النظر والمس كتاب الحظر والإباحة.

[4] ولا يكلم الاجنبية الا عجوزاً. الدرالمحتار على الشامي زكريا ص: ۵۳۰، ج: ۹، مطبوعه كراچي ص: ۳۶۹، ج: ۶، كتاب الحظر والاباحة، فصل في النظر والمس، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۲۰۲ ج ۴ كتاب الكراهية، فصل في النظر، مطبوعه بيروت. (**بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر**)

کس کو حق ہے، سب اس کے بندے ہیں سب پر بلا چوں وچرا حکم کی اطاعت لازم ہے:
"لایسأل عما یفعل وهم یسئلون"[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۱۳۹۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال اللّٰہ تعالیٰ : وَالَّذِيْنَ يَتَوَفَّونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً، يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفَسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وعَشْراً، سورہ بقرۃ آیت ۲۳۴.

(صفحہ ہٰذا) [1] سورہ انبیاء، آیت نمبر: ۲۳، **ترجمہ**:- وہ جو کچھ کرتا ہے، اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا، اور ان سے باز پرس کی جاسکتی ہے۔ (از بیان القرآن)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب شانزدہم

ثبوت نسب

اقل مدتِ حمل

سوال:- زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ۲۵؍ذی الحجہ ۸۲ھ کو ہوا اور گیارہ رجب ۸۳ھ کو ہندہ کے لڑکی تولد ہوئی کیا اتنے عرصہ میں پیدا ہونے والی لڑکی زید کی لڑکی مانی جاسکتی ہے، جب کہ نکاح کے صرف ایک مہینہ کے بعد ہی ہندہ کے حمل ظاہر ہوگیا تھا، اور زید نے بھی اپنا حمل ہونے سے انکار کردیا تھا، لڑکی تولد ہونے پر جو دائی تھی اس کا کہنا ہے کہ بچہ پورے نو مہینے کا ہے، ایسی صورت میں زید کا نکاح ہندہ سے ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

کم سے کم چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوسکتا ہے،[1] اور یہاں تو چھ ماہ سے زیادہ وقت ہوگیا، دائی کا یہ کہنا کہ بچہ پورے نو ماہ کا ہے، شرعاً حجت نہیں، کہ بچہ کو ناجائز قرار دیا جائے، جب کہ زید شادی کے بعد اپنی بیوی سے صحبت کرچکا ہے اور شادی سے چھ ماہ گذرنے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے، تو زید کو انکار کا حق نہیں، اگر اسلامی حکومت ہوتو ایسی صورت میں انکار کرنے سے لعان کا حکم کیا جائے،

---

[1] اکثر مدة الحمل سنتان واقلها ستة اشهر اجماعاً. الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص ۲۳۰ ج۵، مطبوعه کراچی ص ۵۴۰ ج۳/فصل فی ثبوت النسب، البحر کوئٹه ص۱۵۷ ج۴ باب ثبوت النسب، النهر الفائق ص۴۹۳ ج۲ باب ثبوت النسب، عباس احمد الباز مكة المكرمة.

جب کہ ہندہ نہ کسی دوسرے کے نکاح میں تھی، نہ عدت میں تھی، تو زید سے اس کا نکاح درست ہو گیا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

چھ ماہہ بچہ کے نسب کا ثبوت

سوال:-زید نے شادی کی اور چھ مہینہ بارہ دن بعد اس کے بچی پیدا ہوئی پورے جسم کے ساتھ اور شادی کے بعد زید نے بلا چون و چرا شب باشی کی اب چھ مہینے بارہ دن بعد جب بچی پیدا ہوئی تو لوگوں نے محض مشہور کیا کہ یہ بچی چھ مہینے کی نہیں بلکہ نویں مہینے کی ہے، اور علماء سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، بارہ روز زیادہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اب لوگوں کے طعن کے بعد زید انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لیلۃ الزفاف میں آثار وعلامت میں پایا اور دو تین دن بعد ہندہ سے پوچھا تو وہ کہتی ہے کہ ہاں فلاں شخص نے مجھ سے بدکاری کی تھی اب ہندہ منکر ہے، کہ میں نے یہ بات نہیں کہی، اور زید کافی تعداد لوگوں کو ہمراہ لے کر کہتا ہے کہ میں لیلۃ الزفاف سے انکار کرتا ہوں کہ یہ حمل میرا نہیں اور اسی پر چھ سات گواہ بھی موجود ہیں، اب علماء فریقین میں سے ہو گئے اس وجہ سے فساد برپا ہو رہا ہے واضح رہے کہ ہندہ کہتی ہے کہ شادی کے دو تین روز پہلے مجھ کو حیض سے پاکی حاصل ہوئی اور زید منکر نسب ہے، اب کس کا قول معتبر ہوگا آیا زید کا انکار قابل قبول ہے پھر جانبین منکر ہیں، تو لعان جاری ہوگا یا نہیں اور بچی کس کے تابع ہوگی دونوں منکر ہیں، بچی لینے میں ماں کے تابع ہوئی وہ نہیں لیتی اب کیا کرنا چاہئے، بعض کہتے ہیں کہ یہاں دارالاسلام نہیں لہٰذا لعان جاری نہ ہوگا، تو کیا لعان کے لئے دارالاسلام شرط ہے ہندوستان میں قاضی شرعی علماء کو ٹھہرایا گیا ہے، یہ کافی نہیں حضرت والا سے گذارش ہے کہ بدست خود حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

---

[۱] واذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد الی قوله وان جاء ت به لستة اشهر فصاعداً يثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسكت لان الفراش قائم المدة تامة فان جحد الولادة يثبت بشهادة امرأة واحدة تشهد بالولادة لونفاه الزوج يلاعن لان النسب يثبت بالفراش القائم هدايه ص ۴۳۲ / ج۲/باب ثبوت النسب. مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بدائع الصنائع زكريا ص ۳۴۱/ ج۳/ احكام العدة، شرائط وجوب الاحداد، عالمگيری كوئٹه ص۵۳۷ ج ا الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب.

الجواب حامداًومصلیاً

شریعت نے ثبوت نسب کے لئے بہت احتیاط کا پہلو اختیار کیا ہے، اور حتی الوسع کسی کو اس کا موقع نہیں دیا کہ کسی بچہ کو ولد الزنا اور حرامی کہے نیز مسلمان مرد اور عورت کی عزت کی بھی حفاظت کی ہے کسی کو (بدکار زانی زانیہ) کہنے کی اجازت نہیں ایسا کہنے پر سخت سزا تجویز کی ہے، اشاعت فاحشہ کو روکا ہے، ثبوت زنا کے بعد سزا بھی عبرتناک ہے اور اتہام کی سزا بھی دردانگیز ہے، ایسی سزائیں دینے کا بھی ہر ایک کو حق نہیں بلکہ اس کے لئے خصوصی اقتدار اور خصوصی مقام ضروری ہے۔

نکاح سے چھ ماہ پورے ہونے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ ثابت النسب ہوتا ہے نسب منتفی ہونے کے لئے چند شرائط ہیں اایک شرط یہ بھی ہے کہ دونوں میں لعان ہو اور قاضی شرعی اسی لعان کی بناء پر تفریق کردے، لعان کے لئے دارالاسلام شرط ہے دارالحرب میں لعان نہیں، جب لعان کسی وجہ سے بھی ساقط ہو جائے تو انتفاء نسب نہیں ہوگا: **ثم لوجود قطع النسب شرائط منها التفريق لان النكاح قبل التفريق قائم فلا يجب النفى اھ بدائع[1] ص ۲۴۶/ ج ۳ / امّا شروط النفى فستة مبسوطة مذكورة فى البدائع اھ درمختار قال الشامى الاول التفريق الخ ردا لمحتار[2] ج ۲/ ص ۵۹۰/ فمن قذف بصريح الزنا فى دارالاسلام درالمختاروقال الشامى اخرج دارالحرب لانقطاع الولاية اھ رد المحتار[3] ج ۲/ ص ۸۰۷/ واذا كان وجوب نفيه احد حكمى اللعان فلا يجب قبل وجوده وعلٰى هٰذا قلنا ان القذف اذا لم ينعقد موجبا للعان اوسقط بعد الوجوب وجب الحد اولم يجب اولم يسقط لكنهما لم يتلاعنا بعد لا ينقطع**

۱؎ بدائع الصنائع زکریا ص ۳۹۱/ ج ۳/ کتاب اللعان ، بیان ما یبطل به حکمه.

۲؎ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۵۹/ ج ۵/ مطبوعه کراچی ص ۴۸۹/ ج ۳/ کتاب اللعان مطلب فی الدعاء باللعن علی معین.

۳؎ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۵۱/ ج ۵/ مطبوعه کراچی ص ۴۸۲/ ج ۳/ باب اللعان.

نسب الولد اھ بدائع[1] ص ۲۴۶ / ج ۳ / اگر بیوی بھی نفی کردے یعنی شوہر کی تصدیق کردے تب بھی نسب منقطع نہیں ہوگا: اذا نفی نسب ولد حرة فصدقته لا ینقطع نسبه متعذر اللعان اھ بدائع[2] ص ۲۴۶ / ج ۳ / لعان بدل ہے حد کا اس میں کوئی شخص امام المسلمین کا قائم مقام نہیں ہوسکتا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۹/۲۶ھ

نکاح سے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال:- ہندہ کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی طلاق کے تین ماہ بعد ہندہ نے زید سے نکاح کیا زید نے اور زید کے متعلقین نے ہندہ کے والد سے اس امر پر شہادت چاہی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی یا نہیں، اس وقت ہندہ کو حمل ہے، یا نہیں، ہندہ کے باپ نے مجلس میں اس بات پر حلف اٹھایا کہ اس کی عدت پوری ہوچکی ہے، اور اس کو حمل نہیں ہے، اس حلف کی بناء پر نکاح ہوا، لیکن ساڑھے چھ ماہ یا پونے سات ماہ بعد ہندہ کے لڑکا ہوا، لڑکے کا ظاہری نشوونما اس بات کا شاہد ہے کہ یہ پورے نو ماہ کا ہے، کم کا نہیں ہے اور اس کو نکاح کے موقعہ پر تین ماہ کا حمل تھا، نیز نکاح کے فوراً بعد ہی عوام میں یہ خبر نہایت گرم جوشی سے پھیلی کہ اس (ہندہ) کو اس روز جب کہ نکاح ہوا تین ماہ کا حمل بطریق ناجائز تھا، جس میں کہ اس کا سابق شوہر حمل ناجائز کے لئے شہادت عینی پیش کرتا ہے بلکہ اپنی طلاق کی وجہ بھی یہ ہی ظاہر کرتا ہے۔

(۱) حکم شرعی کے موافق ہندہ اپنے موجودہ شوہر کے نکاح میں ہے یا نہیں، بچہ حلال ہے یا حرامی، ایسے شخص سے تعلق رکھنا کیسا ہے

(۲) اس نکاح کے بعد اکثر لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جو اشخاص اس نکاح میں شریک تھے ان

---

[1] بدائع الصنائع زکریا ص ۳۹۱/ کتاب اللعان. بیان ما یبطل به حکمه.

[2] بدائع الصنائع زکریا ص ۳۹۱/ ج ۳/ کتاب اللعان. بیان مایبطل به حکمه.

[3] فیشترط الإمام لإستیفاء الحدود شامی کراچی ص ۵۴۹ ج ۶ مبحث شریف کتاب الجنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۳ ج ۲ کتاب الحدود، فتح القدیر ص ۲۳۵ ج ۵ کتاب الحدود فصل فی کیفیة الحد، دار الفکر.

کے نکاح ساقط ہوگئے اس لئے ان کو دوبارہ نکاح پڑھنا چاہئے، کیا از روئے شریعت شریک نکاح کے نکاح ساقط ہوگئے، ایسی حالت میں عدت ہوگی یا نہیں کیا ہر وہ شخص جو اس نکاح میں شریک تھا اپنی زوجہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا جو شرائط طلاق کے لئے ہیں وہ شرط یہاں بھی لاحق ہوگی، براہِ کرم حکم شریعت سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ نے اعتراف کیا کہ میری عدت ختم ہوچکی ہے، اور وہ عادلہ ہے اور زید کو اس کے کہنے کا یقین آگیا تو شرعاً زید کا نکاح ہندہ سے صحیح ہوگا: **ولو ان امرأة قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلثا وانقضت عدتی فان کانت عدلة وسعه ان یتزوجها وان کانت فاسقة تحری وعمل بما وقع تحریه علیه کذا فی الذخیرة اھ عالمگیری[1] ج ۲ ص ۱۸۷.**

اور جو بچہ وقت نکاح سے پورے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہو وہ ثابت النسب ہوتا ہے پس صورت مسئولہ میں وہ بچہ زید ہی کا شمار ہوگا، ہندہ کے پہلے شوہر کا حمل زنا کی عینی شہادت پیش کرنا شرعاً معتبر نہیں کیونکہ عینی شہادت بہت سے بہت زنا کی پیش کی جاسکتی ہے، حمل کی نہیں پیش کی جاسکتی اور یہ اشکال کہ بچہ کا نشو ونما اس بات کا شاہد ہے کہ وہ پورے نو ماہ کا ہے یہ بھی قابل اعتبار نہیں بعض تھوڑی عمر کا بچہ بھی بڑا معلوم ہوتا ہے، اور بعض دفعہ اس کا عکس ہوتا ہے: **واذا تزوج الرجل امرأة فجائت بولد لاقل من ستة اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبه وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسکت لان الفراش قائم والمدة تامة اھ هدایه[2]** ایسے نکاح میں شریک ہونے والے لوگوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۲۶/۵۶ء

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبد اللطیف یکم ربیع الاول ۵۶ھ

---

[1] عالمگیری ص ۳۱۳ ج۵، کتاب الکراهیة. الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات، مطبوعه کوئٹه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح کے چھ دن بعد جو بچی پیدا ہو اس کا نسب

سوال:– زید کی بیوی کو نکاح کے چھ دن یا دس دن کے بعد بچی پیدا ہوئی زید کہتا ہے کہ یہ بچی میری جائز اولاد ہے، اس بات کی تصدیق زید کی بیوی بھی کرتی ہے، لیکن کچھ لوگ اس بچی کو ناجائز کہتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان میں کس کی بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اس بچی کو زید کی بچی نہ سمجھا جائے، جو لوگ زید کی تصدیق کرتے ہیں وہ حق پر نہیں، اور جو لوگ اس کی تکذیب کرتے ہیں وہ حق پر ہیں، **کذا فی الهدایه**[۱] **ص ۴۱۲/ ج ۲/ وان جاء ت بـه لستة اشهر فصاعداً يثبت نسبهٗ منه اعترف بهٖ الزوج اوسکت**[۲] **وکذا فی شرح الوقایه**[۳] **ص ۱۴۴/ ج ۲/** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/ ۸۹ھ

سات آٹھ ماہ گذرنے پر جو بچہ پیدا ہو وہ ثابت النسب ہے

سوال:– زید بمبئی میں رہتا تھا، جب زید گھر آیا تو زید کے آنے کے ۷/ ۸/ ماہ بعد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] هدایه ص ۴۳۲ ج ۲ / باب ثبوت السنب، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، بدائع الصنائع زکریا ص ۳۴۱ ج ۳ احکام العدة.

(صفحہ ہٰذا) [۱] واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه لان العلوق سابق على النكاح فلا يكون منه هدایه ص ۴۳۲/ ج ۲/ باب ثبوت النسب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص ۷۷ الفصل التاسع والعشرون فی ثبوت النسب، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الفصل الخامس عشر فی ثبوت النسب.

[۲] هدایه ص ۴۳۲/ ج ۲/ باب ثبوت النسب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۳] شرح وقایة ص ۱۶۴/ ج ۲/ باب ثبوت النسب، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

اس کی اہلیہ کے بچہ پیدا ہوا، زید کو شبہ ہوا، اس کے معلوم کرنے پر ہندہ نے اپنے دیور کا بتلایا، پہلے تو شوہر ہی کا بتلایا تھا، مگر جب برادری کے لوگوں نے زور دیا تو پھر دیور کا بتلانے لگی، تو یہ بچہ کس کا ہے؟ کیا اس میں دیوبندی اور بریلوی کا اختلاف ہے؟ جو شخص شریعت کو نہ مانے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شادی سے چھ ماہ پورے ہونے پر جو بچہ پیدا ہو وہ شرعاً ثابت النسب ہوتا ہے[۱] اس کو حرامی کہنا جائز نہیں،[۲] اور جب کہ سات آٹھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے، تو اس پر کوئی بدگمانی نہ کی جائے،[۳] عورت کو مجبور کرنا اور اس سے کوئی اقرار لینا کہ یہ کس کا ہے شرعاً جائز نہیں، اور اس کے اس اقرار سے کہ یہ دیور کا ہے، وہ دیور کا نہیں ہو جائے گا، یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں دیوبندی اور بریلوی کا کوئی اختلاف نہیں، سب اس پر متفق ہیں، حدیث وفقہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے،[۴] جو شخص شریعت کو نہیں مانتا اس کی حالت خطرناک ہے، اس کا ایمان سلامت رہنا دشوار ہے۔[۵]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۱۳۸۸ھ

---

[۱] واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولدالٰی قوله وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً يثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سكت هدايه ص ۴۳۲/ ج۲/ باب ثبوت النسب، مطبو عه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۳۶ ج ۱ الفصل الخامس فی ثبوت النسب، تاتارخانیه کراجی ص۷۷ ج۴ الفصل التاسع والعشرون فی ثبوت النسب.

[۲] ولو قال يا ولد الزانی او قال يا ابن الزانی وامه محصنة حد لانه قذفها بالزنا، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۲ ج۲ کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، البحر الرائق کوئٹه ص۳۳ ج۵ باب حد القذف، النهر الفائق ص۱۵۷ ج۳ باب حد القذف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم، سورۂ حجرات آیت ۱۲.

[۴] قوله عليه الصلاة والسلام اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِالْحَجَر الحديث. بخاری شریف ۱۰۰۱/ ج۲/حدیث نمبر ۶۵۰۸/ مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۵] واذا قال الرجل لغيره حكم الشرع فی هٰذه الحادثة كذا فقال ذلك الغير من برسم كار ميكنم نه بشرع يكفر عند بعض المشائخ رحمهم الله تعالیٰ. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

شادی کے بعد بچہ پیدا ہوتو وہ حرامی کب ہے؟

سوال:- مسماۃ پٹھانی نکاح نابالغی کے وقت باپ نے فتح محمد ولد شیرین سے پڑھادیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی، باپ کے گھر میں کافی عرصہ سے بالغ ہوکر بھی رہی، باپ کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اس لڑکی سے حرام کاری سے وہ حرامی لڑکا جو کہ زنا سے پیدا ہوا، لوگوں کی پرورش میں دیا گیا، مسماۃ پٹھانی کے والد نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنی لڑکی کو اپنے خاوند فتح محمد کے گھر آباد کیا، بعد میں مسماۃ مذکورہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کی پیدائش کا رجسٹر چوکیدار میں اندراج ہے، لڑکا جو حرامی تھا، اور اس کا نام قائد بخش ہے، اس کی پیدائش رجسٹر چوکیدار میں اندراج نہیں ہے، مسماۃ مذکورہ پٹھانی کا خاوند فتح محمد خوش ہوگیا ہے کہ وہ حرامی لڑکا ورثہ کا مالک ہوسکتا ہے، جو شرعاً حکم ہو وہ صادر فرمائیں، لڑکے کی ناجائز پیدائش کے گواہ سب شہر کے باشندے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکی کی شادی ہوچکی اور اس کو چھ ماہ سے زائد کا عرصہ گزر گیا، پھر اس کے بچہ پیدا ہوا تو محض اس وجہ سے کہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی، اس کے بچے کو حرامی اور زنا کا بچہ کہنا جائز نہیں،[1] جب تک زنا کے چار عینی گواہ شرعی شہادت نہ دیں،[2] اسے حرامی کہنے والے سخت مجرم

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) عالمگیری ص ۲۷۲/ ج ۲/ احکام المرتدین، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء مطبوعه کوئٹہ، المحيط البرهانی ص ۴۲۲ ج ۷ الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، مجمع الأنهر ص ۵۱۱ ج ۲ باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] واذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه وان جاء ت به لستة اشهر فصاعداً يثبت نسبه منه عالمگیری ص ۵۳۶/ ج ۱/ الباب الخامس، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہیں ان کو ایسا کہنے سے اپنی زبان بند رکھنا ضروری ہے، وہ سخت سزا کے مستحق ہیں، [۱] اگر وہ بچہ فتح محمد کا ہے تو فتح محمد کی زندگی میں اس کا سوال نہیں اٹھا، شہر کے سب لوگ آج تقسیم میراث کے وقت اس کے بچہ کے ناجائز ہونے کی گواہی دے رہے ہیں فتح محمد کے سامنے انھوں نے کیوں گواہی نہیں دی غرض اس بچہ کے ناجائز اور حرامی ہونے کے لئے بیان مذکور ہرگز شرعاً کافی نہیں، رجسٹر چوکیدار میں اندراج نہ ہونے سے بھی کسی بچہ کو شرعاً حرامی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۳/۴/ ۹۱ء

حمل سوکھ کر ڈیڑھ سال بعد بچہ پیدا ہوا

سوال:- ہندہ تین بچوں کی ماں ہے، ایک سال شوہر پردیس میں رہا، پھر شوہر ہندہ کو اپنے ساتھ لے گیا، مگر پانچ ماہ کے بعد ہندہ کی بچی پیدا ہوئی، تو یہ بچی جائز کی ہے، یا ناجائز؟ ہندہ کہتی ہے کہ بوجہ بیماری میرا حمل سوکھ گیا تھا، اس لئے بچی دیر میں پیدا ہوئی، یعنی یہ بچی ایک سال پانچ ماہ بعد پیدا ہوئی، شوہر بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ یہ بچی جائز ہے یا ناجائز؟

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ**) عشر فی ثبوت النسب، بحر کوئٹہ ص ۱۶۲ ج۴ باب ثبوت النسب، هدایه ص ۴۳۲ ج۲ باب ثبوت النسب، دار الکتاب دیوبند.

[۲] ویثبت بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحد بلفظ الزنا درمختار علی هامش الشامی زکریا ج۶ ص۸، کتاب الحدود، بحر کوئٹہ ص۴ ج۵ کتاب الحدود، مجمع الأنهر ص۳۳۳ ج۲ کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] ویحد الحر والعبد قاذف المسلم الحر البالغ العاقل العفیف بصریح الزنا اوبقوله زنأت فی الجبل اولست لابیک الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۸۱ تا ۸۴ ج ۶/ کتاب الحدود، باب حد القذف، مجمع الأنهر ص ۳۶۳ ج۲ باب حد القذف، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹہ ص ۳۰، ۳۱، ۳۲ ج۵ باب حد القذف.

الجواب حامداً ومصلیاً

ان حالات میں اس بچی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، وہ اپنے باپ کی ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دس برس کی جدائی پر بچہ کا نسب

سوال:-ایک شخص اپنے مکان سے پردیس چلا گیا اور وہ مکان پر نہیں آیا دس برس تک اور نہ بیوی اس کی اس کے پاس گئی، اور یہاں بیوی کے ۸/ برس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے، وہ حرامی ہے، یا حلالی ہے؟ کلام مجید سے ثبوت تحریر فرمائیں، اور اس مسئلہ کو بھی حل کیجئے، بہشتی زیور حصہ چہارم ص۵۳ مطبوعہ لاہور، میاں پردیش میں ہے، اور مدت ہوگئی برسیں گذر گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے البتہ اگر وہ خبر پاکر انکار کردے گا تو لعان کا حکم ہوگا، اس کو از روئے کلام مجید وحدیث شریف مفصل حل فرما کر مشکور فرمائیں۔فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

بہشتی زیور[2] میں یہ مسئلہ صحیح لکھا ہے، دوسری کتب فقہ میں بھی موجود ہے، فقہاء مجتہدین نے تمام مسائل قرآن وحدیث سے ہی لکھے ہیں، یہ بھی حدیث شریف سے ماخوذ ہے مقلد کا منصب یہ ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث سے جو مسائل استنباط کر کے بیان کردیئے ہیں اس پر عمل کرے از خود مأخذ کا طالب نہ ہو کیونکہ ہر مسئلہ کا مأخذ معلوم کرنے کے لئے

---

[1] اکثر مدة الحمل سنتان واقلها ستة اشهر، الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی ج۳/ ص۵۴۰/فصل فی ثبوت النسب، تبیین الحقائق ص۴۵ ج۳ باب ثبوت النسب، مطبوعه امدادیه ملتان، ملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر ص۱۵۷ ج۲ باب ثبوت النسب، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] بهشتی زیور ص۶۴/ ج۴/مطبوعه تهانوی دیوبند.

بہت بڑے علم کی ضرورت ہے: **يقام النكاح مقامه (اى الدخول) فى اثبات النسب ولهٰذا قال النبىّ صلى اللّٰه عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر وكذا لو تزوج المشرقى بمغربية فجاء ت بولد يثبت النسب وان لم يوجدالدخول حقيقةً لوجود سببه وهو النكاح بدائع**[1] **ج ۲/ ص: ۳۳۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۳/۵۴ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

حاملہ مفرورہ سے پیدا شدہ بچی کس کی؟

سوال: -ایک عورت اپنے زندہ خاوند کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوگئی جس وقت عورت فرار ہوئی تھی، اس وقت حاملہ تھی، اور فرار ہونے کے دو تین ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی، بعدہ اس کے خاوند نے اس کو طلاق دیدی اب سوال یہ ہے کہ لڑکی خاوند کی مانی جائے گی، یا جس کے ساتھ فرار ہوئی تھی اس کی ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلياً

ایسی صورت میں لڑکی پہلے خاوند کی مانی جاوے گی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/۵/۶۰ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۴/۵/۶۰ھ

---

[1] بدائع الصنائع ص ۳۳۲/ ج ۲/ فصل ومنها ثبوت النسب، مطبوعه كراچى، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الباب الخامس عشر فى ثبوت النسب، فتاوى تاتارخانيه ص ۸۷ ج ۴ كتاب الطلاق باب ثبوت النسب، ادارة القرآن كراچى.

[2] قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ. بخارى شريف ص ۱۰۰۱/ ج ۲/ حديث نمبر ۶۵۰۸/ مطبوعه اشرفيه ديوبند، ابو داؤد شريف ص ۳۱۰ ج ۱ كتاب الطلاق، الولد للفراش، ترمذى شريف ص ۱۳۸ ج ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء الولد للفراش.

عزل اورنسبندی کے بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے

سوال:-(۱) عزل کے باوجود بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟

(۲) نسبندی کے بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ثابتُ النسب ہوگا: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَر الخ. (بخاری شریف[1])

(۲) تب بھی ثابتُ النسب ہوگا: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَر الخ (بخاری شریف[2])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۶ھ

داڑھی منڈے کو سلام اور اس کے سلام کا جواب اور اس کی اولاد کا حکم

سوال:- ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب ہیں، جو داڑھی منڈے کو در کنار داڑھی کترے کو بھی سلام نہیں کرتے ہیں، بلکہ سلام کا جواب دینا بھی حرام سمجھتے ہیں، ان سے جب سوال کیا تو جواب دیا کہ داڑھی کا ایک مشت رکھنا واجب ہے، اس کا تارک گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، فاسق ہے، مردود الشہادۃ ہے، داڑھی کترانا حرام ہے، اس کی امامت، اقامت، اذان مکروہ تحریمی ہے، جو مونچھوں کو نہ کترائے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہے، اس کی نماز نا مقبول ہے، فاسق لعین ہے، داڑھی کترے کو سلام تو در کنار جواب دینا بھی حرام ہے، کیوں کہ اللہ

---

[1] بخاری شریف ص ۱۰۰۱/ ج۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/ کتاب الفرائض، باب من ادعی أخا او بن أخ.
ترجمہ:- بچہ صاحبِ فراش کی جانب منسوب ہوگا اور زانی کے لئے ڈھیلا ہے۔ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] بخاری شریف ص ۱۰۰۱/ ج۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

تعالیٰ نہ ان کی طرف رحمت سے دیکھتا ہے نہ ان کی دعا قبول کرتا ہے، فرشتے داڑھی کترے کوملعون کہتے ہیں، داڑھی کترے اللہ کے نزدیک یہود ونصاریٰ ہیں، مولانا نے ترمذی شریف، نسائی شریف، طحاوی شریف وغیرہ کا حوالہ دیا، نیز مولانا نے، مولانا تھانویؒ کا فتویٰ نقل کیا کہ داڑھی کترے کا نکاح بھی نہیں ہوتا ہے، اس کے بچے حرامی ہوتے ہیں، اس کا ایمان نکل جاتا ہے، اس کو چاہئے کہ ایمان کی تجدید کرے۔(اصلاح الرسوم)

بقول عالم صاحب کیا سب داڑھی منڈوں کوسلام نہ کیا جائے بلکہ داڑھی منڈے اور داڑھی کترے کو جواب بھی نہ دیا جائے، کیا یہ سمجھا جائے کہ ان کے نکاح نہیں ہوئے؟ کیا (بقول احادیث وفتویٰ مولانا اشرف علی تھانویؒ) ان کے بچوں کوحرامی سمجھا جائے کیوں کہ آج کل اسی فیصد داڑھی منڈے ہیں ۱۵/ فیصد داڑھی کترے ہیں، اور پانچ فیصد ایسے ہیں جن کی داڑھی ایک مشت سے زائد ہے، آج کل کے حالات کے تحت داڑھی منڈوں اورداڑھی کتروں کے ساتھ کیارویہ اپنایا جائے؟ ان کوکیا سمجھا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

داڑھی منڈانا حرام ہے، ایک مشت کے پہنچنے سے پہلے کترانایا کترا کرایک مشت سے کم کرا لینا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، اس منڈانے اور کترنے میں غیر قوموں کے ساتھ تشبہ ہے، یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مقبول الشہادۃ اورعادل نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے: **وَامَّا الاخذ منها وَهي دون ذٰلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم فتح. الدرالمختار[1] ص۱۱۳/ ج۲/ يحرم على الرجل قطع لحيته درمختار[2] ص/ ۲۱۶/ ج۵/** فاسق ملعون کوسلام کرنا بھی مکروہ

---

[1] الدر المختارعلى الشامی زکریا ص ۳۹۸/ ج۳/ کتاب الصوم ،مطبوعه کراچی ص ۴۱۸/ ج۲/ مطلب فی الاخذ من اللحية، فتح القدير ص۳۴۸ ج۲ کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارۃ ع مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] الدرا لمختارعلى الشامی زکریا ص۵۸۳ ج۹، مطبوعه کراچی ص۴۰۷ ج۶، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے، ان سب کے باوجود ایسے شخص کا نکاح بھی منعقد ہوجائے گا، اور اس کی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی، حرامی نہیں ہوگی، وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوگا، نہ اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے، جیسا کہ شرح فقہِ اکبر میں تشریح ہے، البتہ اگر کوئی شخص حرام قطعی لعینہٖ کو حلال اعتقاد کرے تو اس اعتقاد کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم ہوگا: **وَلا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وان كانت كبيرة اذا لم يستحلها ولانزيل عنه اسم الايمان الخ. شرح فقه اكبر[1] ص ٨٦**/ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت بلفظہ نقل کی جائے جس کا سوال میں حوالہ ہے، تو اس کی تشریح اور توضیح کردی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۹۲ھ

ثبوتِ نسب کی صورت

سوال:- ایک عورت کا نکاح ایک مرد سے ہوا، لیکن وہ عورت اپنے والدین کے گھر میں ہی رہی، اسی اثناء میں اسے حمل حرام ہوگیا اس حمل کے شروع میں یعنی دوسرے تیسرے مہینے اس کی روانگی سسرال میں ہوئی اور سسرال میں جاکر اس کے خاوند کو معلوم ہوا کہ اس عورت کو حمل حرام ہے، اس واسطے اس نے اس کو واپس میکہ میں روانہ کردیا اور ساتھ ہی طلاق نامہ لکھ کر بذریعہ رجسٹری اس کو میکہ میں روانہ کردیا، اب سوال یہ ہے کہ آیا جو بچہ پیدا ہوگا وہ اس مرد کا کہلائے گا یا نہیں، جبکہ اس زناکاری کا ثبوت بھی مکمل موجود ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كتاب الحظر والا باحة ،فصل في البيع، بذل المجهود ص ۳۳ ج ۱ باب السواک من الفطرة،مكتبه رشيديه سهارنپور، مرقاة المفاتيح ص ۳۰۲ ج ۱ باب السواک، الفصل الأول، طبع اصح المطابع بمبئی.

(صفحہ ہٰذا) [1] شرح فقه اكبر ص: ٨٦، قبيل سب الشيحين وقتلهما الخ مطبوعه مجتبائی.

الجواب حامداًومصلیاً

نکاح کے بعد چھ ماہ پورے ہونے سے قبل اگر بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب نہیں، اگر چھ ماہ پورے ہونے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا، یعنی اس عورت کے شوہر ہی کا کہلائے گا خواہ شوہر اقرار کرے یا اقرار نہ کرے، بلکہ خاموش رہے۔ **واذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد لاقل من ستة اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبه لان العلوق سابق علی النکاح فلایکون منه وان جاء ت به لستة اشهر فصاعداً ثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسکت لان الفراش قائم والمدة تامة. هدایه**[1] ج ۲ / ص ۴۱۲ /. اور اگر زوجہ سے صحبت کرنے سے قبل اس کو طلاق دیدی ہے اور طلاق کے بعد سے چھ ماہ پورے ہونے سے پہلے بچہ پیدا ہوا ہے، تب بھی عورت کے اسی شوہر سے جس نے طلاق دیدی ہے، بچہ کا نسب ثابت ہوگا، اور اگر طلاق کو چھ ماہ پورے ہو چکے تھے تب بچہ پیدا ہوا ہے تو اس طلاق دینے والے شوہر سے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ **''رجل طلق امرأة قبل الدخول بها ثم جاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الطلاق یثبت النسب فان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا لایثبت النسب. فتاویٰ عالمگیری**[2] ج ۲ / ص ۵۵۲ /. صورت مسئولہ میں اگر طلاق سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوگا تو اس مرد کا نہیں کہلائے گا، اگر چھ مہینے گزرنے سے قبل پیدا ہو جائے تو اسی مرد کا کہلائے گا، یہ اس وقت ہے کہ صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو، اگر صحبت یا خلوت صحیحہ

---

[1] (هدایه ج ۲ / ص ۴۳۲ / باب ثبوت النسب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، بدائع الصنائع زکریا ص ۳۴۱ ج ۳ احکام العدة.

[2] (عالمگیری ج ۱ / ص ۵۳۷ /) الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، مطبوعه زکریا دیوبند، تاتارخانیه ص ۸۹ ج ۴ کتاب الطلاق ثبوت النسب، إدارة القرآن کراچی، شامی کراچی ص ۵۴۲ ج ۳ مطلب فی ثبوت النسب من المطلقة.

کے بعد طلاق دی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں یا طلاق رجعی دی ہے یا طلاق بائن، اول صورت میں نسب ثابت ہو جائے گا، اگرچہ دو سال سے زیادہ میں بچہ پیدا ہوا ہو جب تک عورت نے عدت ختم کرنے کا اقرار نہ کیا۔ ''ثم ان جاء ت به لاقل من ستةاشهر فلا اشكال فی ثبوت نسبه لانه كان موجوداوقت الطلاق فكان من علوق قبله وبانت بالوضع لانقضاء العدة وان جاء ت به لاكثر من ستة اشهر ولاقل من سنتين ثبت نسبه منه وكانت رجعة لان العلوق بعدالطلاق والظاهر انه منه فحمل عليه '' ثانی صورت میں یعنی جبکہ طلاق بائن دی ہے اگر بچہ دو سال سے پہلے پیدا ہوا ہے تب تو نسب ثابت ہوگا، اگر دو سال سے بعد میں پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ ''والبت لاقل منهما والا لا، زيلعی[۲] ج۳/ ص ۳۹/ ۴۰/.'' فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۴/۵۱ء

صحیح عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۴/۵۱ء

نکاح محرمہ کی اولاد کا نسب

سوال:-ان دونوں کی جفتی سے جو اولاد ہوئی اس کا نسب زید سے ثابت ہوا یا نہیں، مگر زید اس کو اپنا لڑکا لڑکی ثابت کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

باوجود نکاح حرام ہونے کے اس نکاح سے جو اولاد ہوگی وہ زید سے ثابت النسب ہوگی، نکاح

---

[۱] (زيلعی ج۳/ ص ۳۹-۴۰/) باب ثبوت النسب، مطبوعه مكتبه امداديه ملتان پاكستان، البحر كوئٹه ص۱۵۷ ج۴ باب ثبوت النسب، النهر الفائق ص۴۹۳ ج۲ باب ثبوت النسب، عباس احمد الباز.

محارم سے جواولاد پیدا ہوتی ہے، وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت النسب ہوتی ہے: **ولا حد ایضاً بشبهة العقد ای عقد النکاح عنده ای الامام کوطء محرم نکحها وقالا ان علم الحرمة حد وعلیه الفتویٰ خلاصة لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتویٰ علیه اولیٰ قاله قاسم فی تصحیحه لکن فی القهستانی عن المضمرات علی قولهما الفتویٰ وحرر فی الفتح انها من شبهة المحل وفیها یثبت النسب کما مرّ اهـ درمختار کتاب الحدود (قوله کوطء محرم نکحها) ای عقد علیها اطلق فی المحرم فشمل المحرم نسباً و رضاعاً وصهریةً اهـ (قوله وقالا الخ) مدارا لخلاف علی ثبوت محلیة النکاح للمحارم وعدمه فعنده هی ثابتة علی معنی انها محل لنفس العقد لا بالنظر الی خصوص عاقد بقبولها مقاصده من التوالد فاورث شبهة ونفیاها علیٰ معنی انها لیست محلا لعقد هذا العاقد فلم یورث شبهة وتمامه فی الفتح والنهر اهـ رد المحتار[1] ص: ۳۳۶، ج:۳، والمسئلة مذکورة فی رد المحتار[2] ص ۵۷۴/ ج ۲/ ص[3] ۹۹۹/ ج ۲/.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح فاسد میں ثبوت نسب

سوال: – مطلقہ مغلظہ سے بغیر تحلیل نکاح کے بعد جو اولاد پیدا ہو ان کے ثبوت نسب کے

---

[1] الدرالمحتار مع الشامی زکریا ص ۳۲/ ج ۶/مطبوعہ کراچی ص ۲۳/ج ۴/ کتاب الحدود، مطلب فی بیان شبهة العقد، النهر الفائق ص ۱۳۹ ج۳ کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحد، فتح القدیر ص ۲۶۰ ج۵ باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه، دار الفکر.

[2] شامی زکریا ص ۱۹۷/ ج ۵/باب العدة ،مطبوعه کراچی ص ۵۱۶/ج۳/.

[3] شامی کراچی ص ۱۳۱/ج ۳/مطلب فی النکاح الفاسد.

متعلق حسب ذیل چند عبارتیں نظر سے گذریں (۱) ولو طلقها ثلاثاً ثم تزوجها قبل ان تنكح زوجاً غيره فجائت منه بولد ولا يعلمان بفساد النكاح فالنسب ثابت وان كان يعلمان بفساد النكاح ثبت النسب ايضاعند ابى حنيفة رحمة اللّٰه عليه كذا فى التتارخانية ناقلاً عن تجنيس الناصرى عالمگيرى ص ۵۴۰/ ج ۱/ فى ثبوت النسب.

(۲) ويثبت نسب ولد مبتوتة ولدته لاقل منهما لا لتمامهما الا بدعوة واعترض بان الزوج اذا وطى بشبهة معتدة من طلاق ثلاث او علىٰ مال فاتت بولد لا يثبت نسبه وان ادعاه نص علىٰ ذٰلك فى كتاب الحدود نقاية ص ۵۷۳/ ج ۱/ فصل ثبوت النسب.

(۳) ويكون شبهة الفعل فى مطلقة ثلاثاً وهى فى العدة فلا يحد الواطى ان ظن انها تحل ، قيد به لانه لو قال ظننت انها لا تحل لى يحدو لهٰذا لوجاءت بولد لايثبت نسبه وان ادعاه نقايه ص ۳۳۸/ ج ۲/ حدود.

(۴) والمبتوتة اذا جائت لتمام سنتين لم يثبت الا ان يدعيه هدايه ص ۴۰۷/ ثبوت نسب.

(۵) كما يثبت بلادعوة فى مبتوتة جاءت لاقل ولو تمامها لا يثبت النسب الابدعوة لانه التزمه وهى شبهة عقد ايضاً درمختار ص ۸۵۸/ ج ۲/ ثبوت النسب .

(۶) والشبهة نوعان ،فى الفعل ،فى المحل، النسب يثبت فى الثانية اذا رد علىٰالولد ولايثبت فى الاولىٰ وان ادعاه فشبهة الفعل فى ثمانية منها. المطلقة ثلاثا وهى فى العدة مع اختصار هدايه ۴۸۸/ حدود.

مذکورہ عبارات میں فصل ثبوت النسب میں درمختار، ہدایہ، نقایہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسال کے بعد ولد ہونے کی صورت میں شوہر اگر دعویٰ کرے تو نسب ثابت ہوگا، ورنہ نہیں،

نقایہ وہدایہ کی حدود کی عبارات بتاتی ہیں کہ اگر دعویٰ کرے تو بھی دوسال کے بعد ولد ثابت النسب نہیں اوران میں وھی فی العدۃ کے الفاظ موجود ہیں، عالمگیری کی مذکورہ عبارات ثبوتِ نسب کے بارے میں صاف ہیں اور شوہر فساد نکاح جانتا ہو تو بھی امام صاحب اس کا نسب ثابت مانتے ہیں، اس لئے مہربانی فرما کر تفصیلاً جواب تحریر فرمائیں، اس شکل میں نسب ثابت ہوگا، یا نہیں، اور اولاد میراث کی مستحق ہوگی، یا نہیں اس باب میں فتویٰ امام صاحب کے مذہب پر ہے یا صاحبین کے قول پر موجودہ صورت میں جب کہ رجل مذکور فوت ہو چکا ہے، تو اس کا بھی پتہ نہیں کہ فساد نکاح جانتا تھا یا نہیں تتمۂ ثانیہ امداد الفتاویٰ ص ۵۷ رمیں حکیم الامت نے نکاح محارم میں عدم ثبوت نسب کا فتویٰ دیا ہے لہٰذا مع دلائل کے صراحۃً تحریر فرمائیں کہ نسب ثابت ہوگا یا نہیں صاحب ہدایہ نے جس قول کو ترجیح دی ہے اس کا بھی حوالہ عنایت فرما کر تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

مطلقہ مغلظہ سے بغیر تحلیل نکاح شبہۃ العقد اور نکاح فاسد ہے عدم علم بالحرمت کی صورت میں بالاتفاق نسب ثابت ہوجاتا ہے، علم بالحرمت کی صورت میں اختلاف ہے، امام صاحب ثابت مانتے ہیں صاحبینؒ نفی فرماتے ہیں پھر تصحیح اور افتاء میں فقہاء کے دوقول ہیں، بعض نے امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے صاحبینؒ کے قول پر: **لاحد ایضاً بشبهة العقد ای عقد النكاح عنده ای الامام كوطی محرم نكحها وقالا ان علم الحرمة حُدَّ وعليه الفتویٰ، خلاصة لكن المرجح فی جميع الشروح قول الامام فكان الفتویٰ عليه الاولٰی قاله قاسم فی تصحيحه لكن فی القهستانی عن المضمرات علٰی قولهما الفتویٰ وحررها فی الفتح انها من شبهة المحل وفيها يثبت النسب كما مر اھ درمختار قوله كوطی محرم نكحها ای عقد عليها اطلق فی المحرم فشمل المحرم نسباً ورضاعاً وصهرية واشار الٰی انّه لو عقد علٰی منكوحة الغير او معتدته او مطلقة الثلاث او امة علٰی حرة اوتزوج مجوسية او امة بلااذن سيدها**

او تزوج العبد بلا اذن سیدها اوتزوج خمساً فی عقدة فوطئهن او جمع بین اختین فی عقدة فوطئهما او الاخیرة لو کان متعاقباً بعد التزوج فانه لا حد بالاتفاق علٰی الاظهر اما عنده فظاهر واما عندهما فلان الشبهة انما تنتفی عندهما اذا کان مجمعاً علٰی تحریمه وهی محرمة علٰی التابید بحرا هـ رد المحتار[1] کتاب الحدود ص۱۵۸ /ج۲/ وفی مجمع الفتاویٰ تزوج المطلقة ثلاثاً و هما یعلمان بفساد النکاح فولدت فی الحاوی انهلا یجب الحد عنده ویثبت النسب خلافاً لهما کما تزوج بمحارمه ودخل بها ا هـ منحة الخالق[2] حاشیة البحر ۱۵۰ / ج۵/ والمسئلة مذکورة فی فتح القدیر[3] ص ۱۴۸ / ج۴/ وفاسد النکاح فی ذٰلک ای فی ثبوت النسب کصحیحه قهستانی اھ درمختار[4] اول ثبوت النسب ، یہاں تک نفس ثبوت نسب کے متعلق کلام ہے رہا وراثت کے متعلق سوطحطاوی نے ابوسعود سے وراثت کا انکار نقل کیا ہے، علامہ حصکفیؒ باب المہر میں فرماتے ہیں: ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطئی لا لغیره ولم یزد علٰی المسمّٰی وکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا، وتجب العدة بعد الوطئی لا لخلوة للطلاق لالموت من وقت التفریق ویثبت النسب احتیاطاً بلا دعوة ا هـ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۲/ج۶/مطبوعه کراچی ص ۲۳/ج۴/کتاب الحدود، مطلب فی بیان شبهة العقد، البحر کوئٹه ص ۱۲ ج۵ کتاب الحدود، النهر الفائق ص ۱۳۶ ج۳ باب الوطء الذی یوجب الحد، عباس احمد الباز مکة المکرمة.

[2] منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص: ۱۵، ج:۵، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحدودو الذی لا یوجبه، مطبوعه کوئٹه، تبیین الحقائق مع شلبی ص ۱۷۹ ج۳ کتاب الحدود، مکتبه امدادیه ملتان.

[3] فتح القدیر ص ۲۵۳/ ج۵/ کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحدو الذی لا یوجبه. مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] الدر المختارعلی الشامی زکریا ص ۲۳۱/ ج۵/ مطبوعه کراچی ص ۵۴۰/ ج۳/ اول ثبوت النسب.

درمختار مختصراً قوله ويثبت النسب اما الارث فلا يثبت فيه وكذا النكاح الموقوف عن ابى السعود اهـ شامی[۱] ص ۶۱ ۳/ ج ۲/ اور ہدایہ[۲] آخر ثبوت نسب میں ہے۔

ومن قال لغلام هو ابنى ثم مات فجاء ت ام الغلام وقالت انا امرأته فهى امرأته وهو ابنه يرثانه وفى النوادر جعل هٰذا جواب الاستحسان والقياس ان لا يكون لها الميراث لان النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد وبالوطئى عن شبهة وبملك اليمين فلم يكن قوله اقراراً بالنكاح وجه الاستحسان ان المسئلة فيما اذا كانت معروفة بالحرية ولكونها ام الغلام والنكاح الصحيح هو المتعين كذلك وضعاً وعادة اهـ اس پر علامہ اکمل فرماتے ہیں واعترض بانّه ينبغى ان لا يكون لها الميراث فى الاستحسان ايضاً لان هٰذا النكاح يثبت له اقتضاء فيثبت بقدر الضرورة وهو تصحيح النسب دون استحقاق الارث واجيب بان النكاح علٰى ما هو الاصل ليس بمتنوع الٰى نكاح هو سبب لاستحقاق الارث ونكاح ليس بسبب له فلما ثبت النكاح بطريق الاقتضاء ثبت ما هو من لوازمه اللتى لا تنفك عنه شرعاً اهـ عناية[۳] ص ۳۱۳/ ج ۳/ هٰكذا فى الفتح القدير[۴] ص ۳۱۳/ ج ۳/ وتبيين الحقائق[۵] ص ۴۶/ ج ۳/

---

۱ الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۷۷/ ۲۷۴/ ج ۴/ مطبوعه كراچى ص ۳۴/ ۱۳۱/ ج ۳/ باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۳۰ ج ۱ الباب الثامن فى النكاح الفاسد وأحكامه، النهر الفائق ص ۲۵۲ ج ۲ كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه عباس احمد الباز مكة المكرمة.

۲ هدايه ص ۴۳۳/ ج ۲/ آخر ثبوت النسب، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

۳ عناية على هامش فتح القدير ۳۶۵، ج: ۴، آخر ثبوت النسب، مطبوعه دارالفكر بيروت.

۴ فتح القدير ۳۶۶، ج: ۴، آخر ثبوت النسب، مطبوعه دارالفكر بيروت.

۵ تبيين الحقائق ص ۴۶/ ج ۳/ آخرثبوت النسب، مطبوعه امداديه ملتان.

والبحرالرائق[1] **ص ۱۷۹/ ج ۴/ ورد المحتار**[2] **ص ۶۴۲/ ج ۲/ والبناية**[3] **ص ۴۴۷/ ج ۲/ (قوله ويثبت النسب فی النكاح الفاسد) للاحتياط عینی، ولا توارث بين الزوجين فی الفاسد والموقوف اھ فتح المعين**[4] **باب المهر ص ۶۴، ج ۲/.**

سوال میں جو عبارت منقول ہیں ان میں سے پہلی عبارت اپنے مدعیٰ میں نص ہے، لیکن حکم میراث سے اس میں تعرض نہیں بقیہ عبارات سے ضمناً بالالتزام ثبوت نسب کا مسئلہ مستفاد ہوسکتا ہے، صراحۃً نہیں، جب کہ امام صاحب کے نزدیک علم بالحرمت وعدم علم بالحرمۃ ہر دو کا ایک ہی حکم ہے، تو شخص مذکور کے متعلق تحقیق وعدم تحقیق مساوی ہے، البتہ صاحبین کے نزدیک چونکہ حکم میں تفاوت ہے، اس لئے ذریعۂ علم مفقود ہونے کی صورت میں حتی الوسع صلاح پر عمل کیا جاوے گا، اور کہا جائے گا، کہ یہ نکاح عدم علم بالحرمۃ کی شکل میں ہوا ہے، جیسا کہ ظاہر حال مسلم کا تقاضا ہے کہ وہ اقدام علی الحرام نہیں کرتا: **وحمل فعل المسلم علی الصحة والحل واجب ما امكن (الا ان تقوم البينة) مبسوط**[5] **ص ۴۷/ ج ۱۷/ تتمه امداد الفتاویٰ**[6] **ص ۱۵۷/** میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ذکر کیا ہے اور بھی بعض فقہاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] البحر الرائق ص ۱۶۵/ ج ۴/ آخر ثبوت النسب، مطبوعه كوئٹه.

[2] ردا لمحتار زكريا ص ۲۴۳/ ج ۵/ مطبوعه كراچی ص ۵۴۹/ ج ۳/ باب ثبوت النسب، مطلب فی ثبوت النسب من الصغيرة.

[3] البنايه ص ۳۶۷/ ج ۵/ باب ثبوت النسب، طبع لاهور.

[4] فتح المعين ص ۶۲/ ج ۲/ باب المهر قبيل مطلب مفهوم المخالفة ليس بحجة فی كلام الشارع. مطبوعه مصر.

[5] مبسوط سرخسی ۴۷/ ج ۱۷/ كتاب الدعوی، باب اختلاف الاوقات فی الدعویٰ وغير ذلک، مطبوعه دارالفكر بيروت، قواعد الفقه ص ۶۳ قاعده ۵۲، اشرفی بكڈپو ديوبند.

[6] امداد الفتاویٰ ص ۵۳۴/ ج ۲، طبع زكريا ديوبند.

بیویوں کا تبادلہ ہوگیا تین بچے ہونے پر علم ہوا تو ان بچوں کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟

سوال:- بکر کی شادی پانچ کوس کے فاصلہ پر شمیمہ خاتون سے ہوئی، اب لڑکی والوں نے شمیمہ نام کی دوسری لڑکی کو بکر کے یہاں رخصت کر دیا ہے، بکر کو اس وقت معلوم ہوا جبکہ تین بچے ہو گئے تھے، تو اب بکر کیا کرے؟ اور بکر والی شمیمہ زید کے یہاں بھیج دی، اس کے دو بچے ہوئے، تو اب دونوں کو بدلہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور جو بچے ہیں وہ حرامی کہلائیں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اور بکر دونوں اپنی اپنی اصل منکوحہ شمیمہ کو طلاق دیدیں، پھر جو شمیمہ جس کے پاس غلطی سے پہنچا دی گئی، اور ہر ایک کے بچے ہو گئے ہیں، دونوں اسی شمیمہ سے نکاح کرلیں، باقی یہ بہت حیرانی کی بات ہے کہ صرف پانچ کوس کے فاصلے پر شادی ہوئی، اور ایک شمیمہ دوسری شمیمہ سے بدل گئی، اور تین بچوں کی ماں ہونے پر پتہ چلا، اس سے پہلے خبر ہی نہیں ہوئی، کہ جس سے نکاح کیا تھا وہ نہیں ہے، کیا دونوں کے والد کا نام بھی ایک ہی تھا؟ اور کیا دونوں کی شادی بھی ایک ہی روز ہوئی تھی؟ یا لڑکی والوں نے عمداً ایسا کیا ہے؟ اگر انہوں نے اپنی لڑکی کو بغیر نکاح کئے ایک اجنبی شخص کے حوالہ کر دیا، اور اس کو حرامکاری میں مبتلا کیا تو وہ پرلے درجہ کے دیّوث اور بے غیرت ہیں۔ بہرحال وہ اولاد مستحق میراث نہیں ہوگی۔ **''لأن الاولاد للفراش وهو ليس بثابت''**[1] لاعلمی کی وجہ سے شوہر کو زانی قرار دے کر مستحق رجم نہیں کیا جائے گا، اور

---

[1] حكى في المبسوط أن رجلازوج ابنيه بنتين فأدخل النساء زوجة كل اخ على اخيه فأجاب العلماء بأن كل واحد يجتنب اللتى اصابها وتعتدالى زوجهاو أجاب ا بوحنيفةؒ بأنه اذا رضى كل واحد بموطؤ ته يطلق كل واحد زوجته ويعقد على موطؤ ته ويدخل عليها للحال لأنه صاحب العدة ففعلا كذالك ورجع العلماء الى جوابه ،شامی کراچی ج ۳/ص ۵۰۷/ مطلب حكاية ابى حنيفة فى الموطؤةبشبهة،باب العدة.

واقعتہً فراش ثابت نہ ہونے کی بناء پران بچوں کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴؍۱؍۹۰ھ

مشترکہ لونڈی سے پیدا شدہ بچہ کا نسب اور جاریہ، زانیہ، منکوحہ کا فرق

سوال:- اگرایک لونڈی دوآدمیوں کی شرکت میں تھی اوراس کو بچہ پیدا ہوگیا،اوراگر دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا تو نسب دونوں سے ثابت ہوجائے گا اور یہ لونڈی دونوں کی ام ولد ہوگی، اوروہ دونوں پر دونوں کے لئے نصف مہر واجب ہوگا، زیداس سے لے گا نہ وہ اس سے اشراقِ نوری ترجمہ قدوری ص:۱۸۳،سطرنمبر:۶،اشکال یہ ہے کہ ایک لونڈی سے دو شخص کیسے مجامعت (صحبت) کریں گے، بیک وقت دونوں صحبت کریں گے تو کیا زنا کا حکم نہیں لگے گا؟ کیا بیک وقت دونوں کی صحبت جائز ہوگی؟ اگر ہوگی تو کیونکر دونوں کا نسب ثابت ہوگا، جب کہ ایک شیخ ہو دوسرا سید؟ کیا اس زمانہ میں لونڈی خریدنا جائز ہے؟

(۲)ایک شخص نے ایک زانیہ سے صحبت کی،اورایک رقم اس کو دیدی جو پہلے طے کرچکا تھا، مثلاً پانچ روپئے یاپانچ سوروپئے،کیا یہ مہر کی رقم کہلائی جاسکتی ہے اوراس پر زنا کا جرمانہ ہوگا، یا نہیں؟ اور حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ زانیہ اور جاریہ میں کیا فرق ہے؟ جاریہ اور منکوحہ میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱)مشترکہ لونڈی سے اس کے کسی مولیٰ کو بھی مجامعت کی اجازت نہیں،[۱] اگر وطی بالشبہ

---

[۱] لأن البضع لا يحل إلا بكمال ملك اليمين أو ملك النكاح ولهٰذا لا يحل وطء الجارية المشتركة والمكاتبة، تاتارخانية ص۳۸۷ج۴ كتاب العتاق، الفصل الثاني عشر في أمهات الأولاد، مطبوعه إدارة القرآن كراچي.

کر لی تو حد لازم نہیں: **لان الحدود تندرء بالشبہات.**[۱] اور جب کہ دونوں نے وطی بالشبہ کر لی اور پھر نسب کے دعویٰ کو فراش قائم ہونے کی وجہ سے دونوں میں سے کسی پر حد لازم نہ ہوگی اور نسب دونوں سے ثابت ہو جائے گا، پھر نصف نصف مہر ہر ایک پر لازم کر کے تقاصی کا حکم کر دیا جائے گا[۲] بچہ کو شیخوخت کا شرف بھی حاصل ہوگا، اور سیادت کا شرف بھی، آج کل ہمارے ملک میں شرعی لونڈی موجود نہیں، پس کسی لڑکی کی خرید و فروخت جائز نہیں۔[۳]

(۲) یہ رقم شرعاً مہر نہیں[۴] زنا کا گناہ ذمہ میں رہے گا، حدِ زنا جاری ہونے کے شرائط موجود نہیں[۵] منکوحہ جس سے عقدِ شرعی کیا گیا ہے، جو کہ فراشِ قوی ہے، جاریہ جس پر شرعی طریقہ سے

---

۱ الاشباہ والنظائر ص ۱۹۳ / القاعدۃ السادسۃ الحدود تندرو بالشبہات. مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، در مختار علی الشامی زکریا ص۲۵ ج۶ باب الوطء الذی یوجب الحد الخ، ہدایۃ ص۵۱۳ ج۲ باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

۲ واذا کانت الجاریۃ بین شریکین فجاءت بولد فادعاہ احدھما ثبت نسبہ منہ. وان ادعیاہ معاً ثبت نسبہ منھما وکانت الامۃ ام ولدلھما وعلی کل واحد منھما نصف العقر قصاصا بمالہ علی الاخر. ھدایہ ص ۴۷۷/ ج۲/ باب الاستیلاد، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند. البحر الرائق ص ۴۷۲/ ج۴/ باب الاستیلاد، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقی الأبحر علی ھامش مجمع الأنھر ص۲۵۶ ،۲۵۷ ج۲ کتاب الإعتاق، باب الإستیلاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

۳ البیع بالمیتۃ والام باطل وکذا بالحر لإنعدام رکن البیع وھو مبادلۃ المال بالمال، فإن ھذہ الأشیاء لا تعد مالاً عند احد الخ، ھدایہ ص ۴۹ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعہ یاسر ندیم، مجمع الأنھر ص۷۷ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، النھر الفائق ص۱۴۷ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

۴ ثم عرف المھر فی العنایۃ بأنہ إسم للمال الذی یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلۃ البضع إما بالنسبۃ أو بالعقد، شامی زکریا ص ۲۳۰ ج۴ أول باب المھر، عنایۃ علی ھامش الفتح القدیر ص۳۱۶ ج۳ باب المھر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، النھر الفائق ص ۲۲۹ ج۲ باب المھر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

۵ فمن قذف بصریح الزنا فی دارالاسلام وقال الشامی اخرج دارالحرب لانقطاع الولایۃ، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۵۱ / ج۵/ مطبوعہ کراچی ص ۴۸۴/ ج۳/ باب اللعان، ھدایۃ ص۵۱۷ ج۲، باب الوطء الذی یوجب الحد ومالایوجبہ طبع یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص ۱۸۲ ج۳ باب الوطء الذی یوجب الحد الخ طبع امدادیہ ملتان.

مِلک حاصل ہوگئی ہو جو کہ فراشِ ضعیف ہے، بچہ پیدا ہونے پر دعویٰ کرنے سے نسب ثابت ہوجائے گا[1]، زانیہ جو کہ اجنبیہ ہو کہ اس سے نہ نکاح کیا گیا ہو اور نہ اس پر مِلک حاصل ہو[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ارتکاب معصیت سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال: – زید ایک عورت پر عاشق ہوگیا، اور عورت زید پر عاشق ہوگئی، نیز عورت شادی شدہ ہے، اور اپنے شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی، عورت اپنے گھر سے بھاگ کر زید کے گھر چلی آئی، زید نے بغیر نکاح کے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کرنی شروع کردی، یہاں تک کہ اس عورت کو ایک لڑکا پیدا ہوگیا (ولد الزنا) اس کا شوہر بار بار بلانے کے لئے آیا، لیکن عورت اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کررہی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اگر عورت کو اس شوہر سے طلاق دلادی جائے، اور عدت گزر جائے، تو پھر زید کا نکاح اس عورت کے ساتھ درست ہوگا یا نہیں، اگر درست ہوگا تو پھر اس ولد الزنا کو کیا جائے گا، اگر زید کے گھر رہتا ہے تو حرامی کی نسل بڑھتی چلی جائے گی، اس مسئلہ کا اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں؟

---

[1] الفراش على اربع مراتب ضعيف وهو فراش الامة لا يثبت النسب فيه الا بالدعوة. وقوى وهو فراش المنكوحة ومعتدة الرجعى فانه فيه لا ينتفى الا باللعان الخ. شامی زکریا ص ۲۴۵/ ج۵/ مطبوعه کراچی ص ۵۵۰/ ج۳/ باب ثبوت النسب، مطلب الفراش على اربع مراتب.

[2] الزنا الموجب للحد وطء مكلف ناطق طائع فى قبل مشتهاة خال عن ملكه اى ملك الواطى. الدر المختار على الشامى زكريا ص۶/ ج۶/ مطبوعه كراچى ص۴/ ج۴/ كتاب الحدود، مطلب الزنا شرعاً لا يختص بما يوجب الحد، هداية ص ۵۱۳ ج۲ باب الوطء الذى يوجب الحد والذى لا يوجبه، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، زيلعى شرح كنز ص۱۷۵ ج۳ باب الوطء الذى يوجب الحد والذى لا يوجبه مطبوعه امداديه ملتان.

الجواب حامداًومصلیاً

موجودہ حالت سخت مصیبت کی حالت ہے، لہٰذا پہلے تو اس عورت کو اس شخص سے الگ کرایا جائے، پھر شوہر طلاق دیدے، پھر عدت تین ماہواری گزارے[1] تب اس شخص سے نکاح کردیا جائے، جس کے پاس وہ اب ہے، جو بچہ اس شخص کے مکان پر پیدا ہو چکا ہے، جس سے شادی نہیں ہوئی، وہ بچہ اس شخص کا نہیں کہلائے گا، اس کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا، جو بچہ ارتکاب معصیت سے پیدا ہو، وہ اس سے ثابت النسب نہیں ہوتا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ولدزنا کا نسب

سوال:- زید کا تعلق ناجائز حمیدن سے تھا زید کے نطفہ سے اس تعلق ناجائز کے درمیان ایک لڑکا بکر پیدا ہوا بعدہ حمیدن سے زید نے (نکاح) عقد کرلیا تو کیا زید کی پہلی بیوی کا لڑکا عمر بکر کا سوتیلا بھائی کہلائے گا، اور عمر کی اولاد بکر کی بھتیجہ بھتیجی ہوئے کہ نہیں۔ فقط

الجواب حامداًومصلیاً

زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا: **عَنْ عَمْرِ وبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ اِنَّ فُلانَاً اِبْنِىْ عَاهَرْتُ بِاُمِّهٖ فِىْ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لادَعْوَةَ فِىْ الْاِسْلامِ ذَهَبَ اَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ**

---

[1] يجب على القاضى التفريق بينهما وتجب العدة بعد الوطء من وقت التفريق، در مختار على الشامى زكريا ص۲۷۶ ج۴ باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، البحر الرائق كوئٹه ص۱۶۹، ۱۷۲ ج۳ باب المهر، النهر الفائق ص۲۵۲، ۲۵۵ ج۲ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] من حديث عائشة مرفوعاً اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِالْحَجَرُ بخارى شريف ص ۱۰۰۱/ كتاب الفرائض، باب من ادعى اخأ الخ. بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہے، اور زانی کے لئے پتھر (رجم) ہے۔

اَلْحَجَرُ. رواہ ابوداؤد اھ مشکوۃ شریف[۱] ص ۲۸۱ / لیکن جو رشتے نکاح کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں، وہ سب زنا کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں: وتثبت (حرمة المصاهرة) بالوطئ حلالاً كان او عن شبهة او زنا كذا فی فتاویٰ قاضی خاں اھ عالمگیری[۲] ص ۲۱۴/ ج ۱/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور
الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور
صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

اولادِ زنا میں ثبوتِ نسب

سوال: - زانیہ کی اولاد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد کے نزدیک حرام ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے، اور وہ دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث الحرام لا یفسدا لحلال سے پیش کرتے ہیں، اور بعض صحابہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے، تو چونکہ صحابہ اور ائمہ میں اختلاف ہے، اس لئے اگر کوئی امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر عمل کرلیا تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عورت کے شوہر نہ ہو اس کے جو اولاد ہوگی وہ اولادِ زنا ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں،

---

[۱] مشکوۃ شریف ص: ۲۸۷، باب اللعان، الفصل الثالث مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۳۱۰ ج ۱ کتاب الطلاق، باب الولد للفراش، طبع اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۳۸ ج ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء الولد للفراش، طبع دیوبند.

[۲] عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۴ ج ۱ کتاب النکاح، القسم الثانی المحرمات بالصهرية، فتاوی قاضیخاں علی الهندية کوئٹہ ص ۳۶۰ ج ۱ باب فی المحرمات، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۳۰ ج ۳ باب المحرمات.

لقولہٖ علیہ السّلام اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ. بخاری شریف[1] اگراس کے شوہر ہے، یا وہ عدت میں ہے، اس کے جو اولاد ہو، اس کو کلیۃً حتمی طور پر اولادِ زنا نہیں کہا جائے گا[2] سائل نے اس مسئلہ میں "عمل" کو دریافت کیا ہے، تو تشریح طلب بات یہ ہے کہ کس کی دلیل کے تحت وہ کیا عمل کرنا چاہتا ہے، وہ سامنے آئے تو غور کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۱ھ

جو عورت غیر مسلم سے حاملہ ہو جائے اس کا حکم

سوال:- اس بدامنی کے زمانہ میں بہت سی مسلم مستورات ہندو جبراً لے گئے اور ان کو اپنے گھر رکھا اور ان سے زنا کیا کچھ مستورات واپس ہوئی ہیں ان میں سے چند حاملہ ہیں، اب بچہ پیدا ہونے کے بعد حرامی ہوگا؟ یا حلالی؟ اور ایسا حمل ساقط کرانے میں گناہ تو نہ ہوگا؟ اور وضع حمل کی صورت میں بچہ کا کیا کیا جائے گا؟ مع دلائل کتب فقہ تحریر فرمایئے عین کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن مستورات کے شوہر موجود نہیں بلکہ وہ کنواری یا بیوہ ہیں ان کے بچوں کے متعلق تو حلالی ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں، لیکن جن کے شوہر موجود ہیں ان کے بچوں کو قطعی طور پر حرامی کہنے کا کسی کو حق نہیں کیا بعید ہے کہ جس وقت ان مستورات کو ہندو جبراً لے گئے وہ اسی وقت اپنے شوہروں سے حاملہ ہوں اور بحالت حمل زنا کی نوبت آئی ہو، بہر حال ایسے بچوں کا نسب ان زانیوں

---

[1] بخاری شریف ص ۱۰۰۱/ ج۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/مطبوعہ اشرفیہ دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۳۱۰ ج ۱ کتاب الطلاق، باب الولد للفراش، طبع اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۳۸ ج ۱ ابواب الرضاع باب ما جاء الولد للفراش، مطبوعہ دیوبند.

ترجمہ حدیث: حضرت نبی ﷺ کا ارشاد ہے بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہے اور زانی کے لئے رجم ہے۔

[2] شامی کراچی ص ۵۱۶/ ج۳/ شامی زکریا ص ۱۹۷ ج۵/ مطلب فی النکاح الفاسد والباطل.

سے ہرگز ثابت نہیں ہوگا: لقوله عليه السلام اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ الحديث[۱])
جب تک حمل میں جان نہ پڑی ہواس کا ساقط کرانا ضرورۃً درست ہے، بلاضرورت گناہ ہے، اور جان پڑنے کے بعد بالکل جائز نہیں، جب بچہ پیدا ہوجائے اس کی شفقت کے ساتھ پرورش کی جائے اسلامی تعلیم دی جائے غرض جو معاملہ دوسرے مسلم بچوں کے ساتھ ہوتا ہے، وہی اس کے ساتھ ہوگا۔ **هل يباح الاسقاط بعد الحمل نعم يباح مالم يتخلق منه شئ ولن يكون ذلك الا بعد مائة وعشرين يومًا وهذا يقتضى انهم ارادوا بالتخليق نفخ الروح وفى كراهية الخانية ولا اقول بالحل الٰى قوله فلا اقل من ان يلحقها اثم هنا اذا اسقطت بغير عذر اهـ قال ابن وهبان ومن الاعذار ان ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لابى الصّبى ما يستاجر به الظئر ويخاف هلاكه اهـ** شامی[۲] ص ۵۲۲ / ج ۲ /. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۱ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

بغیر نکاح کے عورت رکھنے سے اسکی اولاد ثابت النسب نہیں

سوال:- بکر نے بغیر نکاح کے عورت رکھی ہے، اور کچھ دنوں کے بعد زید کی شادی ہوتی ہے، تو بکر قاضی بن کر جاتا ہے اور زید کا نکاح پڑھاتا ہے، سوال یہ ہے کہ زید کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ نیز بکر کی اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟

---

[۱] بخاری ص ۱۰۰۱ / ج۲/ حديث نمبر ۶۵۰۸/ مطبوعه اشرفيه ديوبند، ابو داؤد شريف ص ۳۱۰ ج۱ كتاب الطلاق، الولد للفراش، طبع اشرفى ديوبند، ترمذى شريف ص ۱۳۸ ج ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء الولد للفراش، طبع ديوبند.

ترجمہ حدیث: حضرت نبی اکا ارشاد ہے بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہے اور زانی کے لئے رجم ہے۔

[۲] شامی كراچی ص ۱۷۶ / ج۳/ مطبوعه زكريا ص ۳۳۵/ ج۴/ باب نكاح الرقيق، مطلب فى حكم اسقاط الحمل، فتح القدير ص ۴۰۱ ج۳، باب نكاح الرقيق، البحر كوئٹه ص ۲۰۰ ج۳ باب نكاح الرقيق، دار الفكر.

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر کا بغیر نکاح کئے ہوئے عورت کو رکھنا سخت معصیت ہے[۱] اس کے باوجود اس نے جو زید کا نکاح قاضی بن کر پڑھایا تو اس کی غلط حرکت مذکورہ کی وجہ سے وہ نکاح غلط نہیں ہوا بلکہ وہ نکاح صحیح ہے، زید کی اولاد ثابت النسب ہوگی[۲] بکر کے اگر بغیر نکاح کے اولاد ہوگئی، تو وہ بکر سے ثابت النسب نہیں ہوگی[۳] بکر کے ذمہ لازم ہے کہ توبہ کرے، اور بغیر نکاح کے عورت کو نہ رکھے، یا نکاح کرے اگر وہ عورت بغیر شوہر کے ہو، یا فوراً الگ کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۹۶/۶/۲۷ھ

ناجائز حمل کس کی طرف منسوب ہو ؟

سوال: - ایک شادی شدہ عورت ہے جس کا شوہر پردیس میں رہتا ہے، اس کے پیٹ میں ناجائز حمل ہے، دریافت کرنے پر اس نے دیور کا حمل بتلایا ہے، اور اس کا دیور بھی شادی شدہ ہے، وہ انکار کرتا ہے، اب اس عورت کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی ہے، اب اس عورت کو کس کے ٹھکانے لگایا جائے؟

---

۱ الخلوة بالا جنبيه حرام ،الدرالمختار على هامش ردالمحتار كراچی ج۶/ص ۳۶۸/کتاب الحظر والاباحة،فصل في النظروالمس، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۲۰۳ ج۴ كتاب الكراهية، فصل في النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الأشباه والنظائر ص ۱۵۹ كتاب الخطر والإباحة، الفن الثانی مطبوعه مكتبهٔ اشاعت الإسلام دهلی.

۲ چونکہ نکاح میں گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول اصل ہے، وہ یہاں پایا گیا، لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا، النكاح ينعقد بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر "إلى أن قال" وشرط حضور شاهدين، الدر المختار على الشامی زکریا ص ۶۹،۸۷ ج۴ کتاب النكاح، سكب الانهر على هامش مجمع الأنهر ص۴۶۷،۴۷۲ ج۱ كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۳ فالوطء فيه زنالايثبت به النسب ،شامی زكريا ج۵/ص ۲۵۲ باب العدة، قبيل باب الحضانة.

الجواب حامداًومصلیاً

عورت ومرد اگر دونوں ہی اقرار واتفاق کرلیں کہ یہ بچہ زنا کا ہے، تب بھی بچہ کا نسب زانی سے ثابت نہ ہوگا۔ ’’اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ كمافى الحديث‘‘[۱] فراش قائم رہنے تک شوہر سے نسب منتفی نہیں ہوتا، جب تک لعان نہ ہو[۲] موجودہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس عورت کی شادی اس دیور سے ہی کردی جائے (ان لم يمنع مانع) اگر بچہ ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوا، صرف حاملہ ہے، تو ثبوتِ نسب کی بحث قبل از وقت ہے، بعد الطلاق عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہے[۳] حاملہ کی عدت وضع حمل ہے[۴] قبل عدت جو بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ ثابت النسب ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

---

۱ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ بخارى شريف ج ۱/ص ۲۷۶/ باب تفسير المشبهات، ص ۱۰۰۱ ج ۲ طبع اشرفى ديوبند.

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ولد صاحب فراش (شوہر) کا ہے، اور زانی کے لئے پتھر ہے یعنی اس کو رجم کیا جائے گا۔

۲ النكاح الصحيح وما هو فى معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة ولا ينتفى بمجرد النفى وإنما ينتفى باللعان، عالمگيرى دار الكتاب ص ۵۳۶ ج ۱ الباب الخامس عشر فى ثبوت النسب، تاتارخانية ص ۷۸ ج ۴ كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، إدارة القرآن كراچى.

۳ لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، عالمگيرى دار الكتاب ص ۲۸۰ ج ۱ الباب الثالث، القسم السادس : المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، خانية على الهندية ص ۳۶۶ ج ۱ باب فى المحرمات، تاتارخانية ص ۴ ج ۳، الفصل الثامن : فى بيان ما يجوز من الأنكحة الخ، مطبوعه كراچى.

۴ وعدة الحامل ان تضع حملها، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۲۸ ج ۱، الباب الثالث عشر فى العدة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۳۳ ج ۴ باب العدة، هداية ص ۴۲۳ ج ۲ باب العدة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ہفدہم

حق پرورش

حق حضانت

سوال:-ایک شخص کا نکاح ایک بیوہ عورت سے ہوا ہے اوراس کے ساتھ دولڑکیاں ہیں بعد آٹھ یادس سال کے لڑکیوں کا دادایا چچالڑکیوں کو لینے کے لئے آیا کہ ہماری لڑکیاں ہیں اور ہماراحق ہے، ان لڑکیوں کو ہم کو دیدو اس مدت میں ان لڑکیوں کی پرورش میں جوخرچ ہوا ہے شریعت کے لحاظ سے کون دے گا، آیا یہ خرچ لڑکیوں کا چچادادا دیں گے یا جس کے پاس وہ لڑکیاں پرورش پائی ہیں وہ اس کا حق تھا، اوراگرلڑکیوں کا ذکر والدہ کے نکاح کے وقت پیش آیا ہے، تب کیا حکم ہے، بیان فرمایئے مع حوالہ کتب معتبرہ بیان کیجئے۔فقط بینواوتوجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً

لڑکیوں کا ولی نکاح کیلئے دادا ہے ماں نہیں، اور حق پرورش اصالۃً ماں کو ہے اور جب ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جولڑکیوں کا ذی رحم محرم نہ ہوتو ماں کا حق ساقط ہو جاتا ہے، اگر نانی نہ ہوتو دادی کو ہوتا ہے، پھر بہن کو پھر خالہ کو پھر پھوپھی کو اور یہ حق لڑکیوں کے مشتہاۃ ہونے تک رہتا ہے، جس کا اندازہ نوسال ہے۔

ثبت الحضانة للام ثم ام الامّ ثم امّ الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العما ة والحضانة يسقط حقها بنكاح غير محرم والامّ والجدّة احق بها حتّٰى تحيض وغيرهما احق بها حتّٰى تشتهى وقدر بتسع وبه يفتى وعن محمد ان الحكم فى الام والجدة كذالک وبه يفتى اهـ درمختار[1] مختصر ص: ۹۰۹، ج:۳،
والولى فى النكاح لا المال العصبة بنفسه بلا توسطة انثٰى على ترتيب الارث اهـ درمختار[2] ص: ۴۸۰، ج: ۲، سوتیلے والد کو ان لڑکیوں کے نکاح کا اختیار نہیں
ولو كان الصغير والصغيرة فى حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه فانه لا يملک تزويجهما اهـ هندية[3] ص: ۲۹۴، ج: ۱، لڑکیوں کا نفقہ دادا کے ذمہ ہے، اگر پہلے حکومت کے ذریعہ سے یا آپس کی مصالحت سے کچھ خرچ لڑکیوں کا مقرر ہوگیا تھا، جو دادا نے نہیں دیا اور ماں نے قرض لے کر لڑکیوں کو کھلایا ہے تب وہ بیوی اتنی مقدار خرچ لے سکتی ہے اگر پہلے کچھ مقرر نہیں ہوا تو نہیں لے سکتی، اسی طرح اگر مقرر ہوگیا مگر قرض لے کر نہیں کھلایا تو تب بھی نہیں لے سکتی: قضٰى بنفقة غير الزّوجة زاد الزيعلى والصغير ومضت مدة اى شهر فاكثر سقطت لحصول الاستغناء فيما مضى الا ان يستدين غير الزّوجة بامرقاضٍ فلو لم يستدن بالفعل فلا رجوع بل فى الذخيرة لواكل اطفالهٗ من مسئلة النّاس فلارجوع لِاُمِّهم ولو اعطوا شيئًا واستد انت شيئاً او انفقتهٗ من مالها رجعت بما زادت خانية

[1] درمختار على الشامى نعمانيه از ص: ۶۳۳ تا ۶۴۰ ج ۲. باب الحضانة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۷ تا ۱۷۰ ج ۴ باب الحضانة، مجمع الانهر ص ۱۶۶، ۱۶۹ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] درمختار على الشامى نعمانيه ص: ۳۱۱، ج: ۲. باب الولى، مطلب فى فرق النكاح، مجمع الأنهر ص ۴۹۶، ۴۹۷ ج ۱ باب الأولياء والاكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۱۸ ج ۳ باب الأولياء.

[3] هنديه مجيدى ص: ۹، ج: ۲، مطبوعه كوئٹه ص: ۲۸۴، ج: ۱، الباب الرابع فى الاولياء، تاتارخانيه كراچى ص ۲۵ ج ۳ الفصل الحادى عشر فى معرفة الأولياء، المحيط البرهانى ص ۵۷ ج ۴ الفصل التاسع فى معرفة الأولياء، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھيل.

اھ۔ درمختار[1] ص: ۱۰۵۹، ج: ۲، والبسط فی الشامی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۲/۶/۶۱ھ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

حق حضانت کس کو اور کب تک ہے؟

سوال:- ایک شخص انتقال کرتا ہے اور دو بچہ اپنے بعد چھوڑے ایک لڑکا اور ایک لڑکی، چونکہ لڑکی بالغ ہے اور اس کا عقد ہو گیا اور لڑکا ہنوز نابالغ بہ عمر دس گیارہ سالہ ہے، چنانچہ لڑکے کی ماں نے عقد ثانی کر لیا، اور ایسے خاندان میں عقد کیا کہ آئندہ لڑکے کی جان ومال خطرے میں ہے اور لڑکے کی بہن تا ہونے بالغ اس کی پرورش نگہبانی کے لئے ماں سے زیادہ رفیق معلوم ہوتی ہے، چونکہ لڑکے کی ماں کچھ قاصر عقل بھی ہے بذریعہ پنچایت یتیم کا مال محفوظ کر دیا گیا ہے، ایسی صورت میں ولی اس کی بہن ہوسکتی ہے کہ ماں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکے کی عمر جب دس سال کی ہوگئی تو اب ماں کو اس پر حق پرورش حاصل نہیں، جہاں لڑکے کا رہنا مفید ہو ماں کے پاس یا بہن کے پاس وہیں رہے، حق پرورش سات سال کی عمر تک رہتا ہے، اس کے بعد نہیں رہتا، اگر لڑکے کی عمر سات سال سے کم ہوتی تو اس وقت تفصیل ہوتی کہ اس کی والدہ نے جس شخص سے نکاح کیا ہے اگر وہ اس لڑکے کا ذی رحم محرم نہیں تو بہن کو حق ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۸ھ

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المحتار نعمانيه ص ۶۸۵ ج ۲. مطبوعه كراچی ص ۶۳۳-۶۳۴ ج ۳، باب النفقة، مطلب فی مواضع لا یضمن فیه المفق الخ، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۴۶ ج ۱ فصل فی نفقة الاولاد، مجمع الأنهر ص ۲۰۳ ج ۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت. (بقیہ آئندہ پر)

مطلقہ کو حق حضانت کب تک ہے

سوال:- زید جب اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو ان کی اس بیوی کے بطن سے جو اولاد صغیر ہوں ان کی پرورش کا حق کن کو ملنا چاہیئے، اور کس عمر تک مثلاً ایک شخص کی تین اولاد ہیں ایک تقریباً دو ماہ عمر اور دوسرا لڑکا تقریبا چار ساڑھے چار سال کا اور تیسری لڑکی جو تقریباً چھ ساڑھے چھ سال کی ہے، آج کل فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، اس لئے زید یہ چاہتا ہے کہ اپنی اولاد کو سوائے سب سے کم عمر والے کے اپنی تربیت ونگرانی میں رکھے اس لئے شرعاً اس بارے میں کہاں تک گنجائش ہے نیز فوری طور پر اگر زید پرورش کا حق کسی طرح نہ رکھ سکتا ہو تو مدت کے بارے میں لڑکے اور لڑکی کم سے کم کتنے عرصہ میں زید اپنی مطلقہ بیوی سے حاصل کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک زید کی یہ مطلقہ بیوی کسی اجنبی شخص سے نکاح نہ کرے تو خود بچوں کی والدہ کو حق پرورش ہوگا، زید کو جائز نہیں کہ بچوں کو والدہ سے علیحدہ کرے یہاں تک کہ لڑکا خود کھانے پینے پہننے، استنجاء کرنے لگے، اپنی ان چیزوں میں وہ دوسرے کا محتاج نہ رہے، اور عام طور پر بچہ سات سال کی عمر میں اس قابل ہوجاتا ہے، اور لڑکی کو والدہ سے اس وقت تک جدا کرنا درست نہیں کہ لڑکی کو شہوت ہونے لگے اور اس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے، اس کے بعد اپنی اولاد کو والدہ سے علیحدہ کرنا شرعاً درست ہے، اگر بچوں کی والدہ بچوں کے کسی ذی رحم محرم سے مثلاً چچا سے نکاح کرے تو اس سے حق پرورش ساقط نہیں ہوتا اگر کسی اجنبی شخص سے نکاح کرے گی، یا اس کی حالت ایسی ہے کہ بچوں کی طرف سے غافل ہو کر جہاں دل چاہا چلی گئی، جس سے بچوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ

---

[۲] الحضانة تثبت للام الا ان تكون مرتدة الى قوله او متزوجة بغير محرم الى قوله والحاضنة اما اوغيرها احق به اى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى. الدرالمختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص:۶۳۳، ۶۴۰، ج:۲، باب الحضانة، مجمع الأنهر ص۱۶۶، ۱۶۹ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۱۶۷، ۱۶۹ باب الحضانة ج۴، النهر الفائق ص۵۰۰، ۵۰۲ ج۲ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہے، تو والدہ کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا، اور نانی، دادی، بہن، خالہ، پھوپی کو حق پرورش تربیت حاصل ہوگا، اس کے بعد والد کو حق ہوگا۔ کذا فی الدر المختار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدت حضانت شیعہ، سنی مذہب میں

سوال:- آپ نے فرمایا ایسی حالت میں لڑکی دین مذہب کو سمجھنے لگے جس کا اندازہ سات سال ہے، یا اس سے پیشتر ہی ماں کے عقائد سے متاثر ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو ماں سے علیحدہ کر لینا چاہئے، ہندوستانی عدالتیں سنی قانون مسلمانان پر عمل کرتی ہیں، بارہ برس تک رہ سکتی ہے زوجہ کی طرف سے یہ دلیل پیش کرے کہ وہ اپنی لڑکی کو ماں کے عقائد سے متاثر کرنا نہیں چاہتا، اسلئے سات سال یا اس سے قبل ہی میں لڑکی کو اس کے پاس آجانا چاہئے تو اس کو غالبًا کئی حوالے دینے پڑیں گے، تاکہ عدالت اس کی دلیل اور مطالبہ کو تسلیم کرے آنجناب نے فرمایا ہے اس مسئلہ میں شوہر کے ذمہ زوجہ کے مذہب کی پابندی لازم نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا شوہر کو حق ہے کہ جس مذہب کے قانون کو چاہے اسکی پابندی کرے عورت اپنے مذہب (شیعہ) کے قانون کی رو سے صرف ۷/سال تک لڑکی کو اپنے پاس رکھے، اور شوہر اپنے سنی قانون کے مطابق ۱۲/ برس سے پہلے لڑکی کو مانگ نہیں سکتا ہے، وہ تو خود یہ چاہتا ہے کہ زوجہ کے قانون یعنی شیعہ قانون پر عملدرآمد ہو کہ لڑکی اسے جلد از جلد مل سکے گی، شرعاً اسے حق حاصل ہے کہ زوجہ کے قانون پر عملدرآمد کرا سکے، لڑکی کو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] تثبت للأم ولو کتابیة أو مجوسیة بعد الفرقة إلا أن تکون مرتدة أو فاجرة فجورا یضیع الولد به أو غیر مامونة بأن تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا او متزوجة بغیر محرم الصغیر ثم أی بعد الأم ام الأم ثم الأب وإن علت ثم الأخت ثم الخالات ثم العمات والحاضنة احق به أی بالغلام حتی یستغنی عن النساء بان یاکل ویشرب ویستنجی وحده وقدر بسبع وبه یفتی والأم والجدة احق بها بالصغیرة حتی تحیض وغیرهما احق بها حتی تشتهی وقدر بتسع وبه یفتی وعن محمد أن الحکم فی الأم والجدة کذالک وبه یفتی لکثرة الفساد، الدر المختار مع الشامی زکریا ۲۵۳ تا ۲۶۸ ج۵ باب الحضانة، بحر کوئٹہ ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ ج۴ باب الحضانة، النهر الفائق ص ۴۹۹ تا ۵۰۳ ج۲ باب الحضانة، طبع مکه مکرمه.

جلد از جلد ماں سے لینے کیلئے وہ صرف عقائد سے متاثر ہونے کے خوف کی دلیل ہی پیش کرتا ہے، اور آیا صرف یہی دلیل کافی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بچہ جب دین کو سمجھنے لگے ماں کے عقائد فاسدہ سے متأثر ہونے کا خوف ہو تو علیحدہ کر لینا چاہیئے یہ مسئلہ عامہ کتب فقہ میں مذکور ہے، میں ایک کتاب کی عبارت نقل کرتا ہوں اور چند کتب کے نام مع صفحہ درج کرتا ہوں تاکہ بوقت ضرورت ان کتب میں دیکھنا سہل ہو: **وقد جمع فی الهداية بين شيئين فقال مالم يعقل الاديان او يخاف ان يألف الكفر فظاهره انه اذا خيف ان يألف الكفر نزع منها وان لم يعقل دينا اهـ البحر[1] الرائق ص:۹۸۸، ج:۲، زيلعی[2] ص:۴۹، ج:۳، هدايه[3] ص:۴۱۶، ج:۴، عنايه[4] ص:۳۱۷، ج:۳، سكب[5] الانهر ص:۴۹۱، ج:۱، الدرالمختار[6] ص: ۹۸۸، ج:۳**

اس حکم میں لڑکا اور لڑکی کا ایک ہی حکم ہے مجمع الانہر[7] ص:۴۹۱، ج:۱۔

مذہبِ شیعہ میں لڑکی کی حضانت کے متعلق تین اقوال ہیں، سات سال، نو سال شادی تک قول اول کو راجح اور معتبر لکھا ہے، شرائع الاسلام[8] ص:۲۵۶، شوہر کے ذمہ زوجہ کے مذہب کی پابندی

---

[1] البحرالرائق ص:۱۷۱، ج:۴، باب الحضانة. مطبوعه كراچی.

[2] زيلعی ص:۴۹، ج:۳، باب الحضانة، مطبوعه امداديه ملتان.

[3] هدايه ص:۴۳۵، ج:۲، باب الحضانة، مطبوعه يا سرنديم ديوبند.

[4] عناية علی فتح القدير ص۳۷۲ ج۴، كتاب الطلاق، باب الولد من احق به، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[5] سكب الانهر علی مجمع الانهرص ۱۷۱ ج۲، باب الحضانة. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[6] الدرالمختار علی الشامی نعمانيه ص:۶۳۹، ج:۲، باب الحضانة، مطلب لو كانت الاخوة او الاعمام غير مامونين.

[7] والذمية احق بولدها المسلم مالم يخف عليه الف الكفر فحينئذٍ يؤخذ عنها جارية كانت اوغلامًا لاحتمال الضرر بانتقاش اقوال الكفر فی ذهنه. مجمع الانهر ص:۱۷۱، ج:۲، باب الحضانة. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[8] البحر الزخار ص۴۵۴ ج۴ فصل فی ثبوت حق الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

لازم نہ ہونے کو جو تحریر کیا گیا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سنی مذہب میں خود اتنی تفصیل موجود ہے، یعنی ۷/سال، بلکہ اس سے پیشتر لڑکی کو والدہ سے علیحدہ کرنے کا اختیار حاصل ہے، تو پھر زوجہ کے مذہب کے مطابق مطالبہ کرنے کی کیا ضرورت کہ اس سے مذہب زوجہ کی حقانیت اور اس کی پابندی کا اعتراف عدالت کے ذریعہ سے تسلیم کرانا اور فتویٰ کے ذریعہ اس کو شرعاً حجت قرار دینا لازم آتا ہے اور عدالت میں ایک نظیر قائم ہوجاوے گی کہ سنیوں نے شیعہ مذہب کے مطابق ازخود درخواست دے کر عدالت سے فیصلہ کرایا ہے اور فتویٰ بھی اس کے موافق ہے، پھر یہ کہ سنی مذہب میں سات سال سے پیشتر بھی لڑکی کو لینے کا اختیار حاصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجوب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر العلوم

حق تربیت

سوال:- بیوہ سے چار بچے ہیں، اور وہ سب کے سب نابالغ ہیں، بیوہ ان بچوں کو جبریہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے، اور ان کے حصہ کا ترکہ بھی اپنے قبضہ میں لینا چاہتی ہے، ان بچوں کو ان کے چچا بیوہ کی مرضی کے خلاف اگر اپنی کفالت میں رکھیں یا انکے سامان انکے ترکہ کی حفاظت کریں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچہ سات سال کی عمر تک تو والدہ کے پاس رہنا چاہئے[۳]، پھر اس کی تعلیم وغیرہ کی غرض سے چچا

---

[۳] والام والجدة احق بالغلام حتى يستغنى وقدر بسبع سنين الخ، عالمگیری کوئٹہ ج: ۱، ص: ۵۴۲، الباب السادس عشر فی الحضانة، شامی کراچی ص۵۵۵ تا۵۶۶ ج۳ باب الحضانة، البحر الرائق ص۱۶۷ تا۱۶۹ ج۴ باب الحضانة، مطبوعه الماجدیه کوئٹہ.

تربیت کریں، پھر بھی والدہ سے ملنے پر کوئی پابندی عائد نہ ہو، والد مرحوم کے ترکہ میں جو کچھ بچوں کا حصہ ہے، اگر اس کی حفاظت چچا بخوبی کرسکیں تو چچا کے پاس رہے، اگر والدہ زیادہ حفاظت کرسکے تو والدہ کی نگرانی میں رہے، اس کو خاندان کے بڑے اور تجربہ کار حضرات باہمی مشورہ سے تجویز کرلیں، کہ بچوں کے حق میں کیا صورت زیادہ مفید اور قابل اطمینان ہے کہ ان کا مال کس کے پاس رہنا چاہئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ولایت نکاح چچا کو حق پرورش ماں کو حاصل ہے

سوال:- باپ کے انتقال کے بعد حق ولایت یتیم بچوں و بچیوں کا شرعاً ماں کو حاصل ہے، یا تایا و چچا کو حاصل ہے، نیز کس قسم کا حق ولایت ماں کو حاصل ہے، اور کس قسم کا تایا و چچا کو حاصل ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

نابالغ چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے[2]، اور ان کے نکاح کی ولایت تایا و چچا کو حاصل ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1] الولاية فی مال الصغير الی الاب ثم وصيه ثم الی اب الاب ثم الی وصيه ثم الی القاضی ثم الی من نصبه القاضی الخ، تنوير الابصار علی هامش ردالمحتار زكريا ص:۲۶۷، ج:۸، كتاب الوكالة، قبيل باب الوكالة بالخصومة والقبض.

[2] تربية الولد تثبت للام النسبية، درمختار علی هامش ردالمحتار زكريا، ج:۵، ص:۲۵۴، كتاب الطلاق، باب الحضانة.

[3] والولی العصبة بترتيب الارث (يعنی اولهم الإبن وابن الابن وان سفل ثم الاب وابو الاب وان علا ثم الاخوة ثم الاعمام) وان لم يكن عصبة فالولاية للام، كنزالدقائق مع حاشية، ص:۱۰۰، باب الاولیا والاكفاء، سكب الأنهر ص۴۹۷ ج۱ باب الأولياء والأكفاء، طبع دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۲۰۹ ج۱، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

بچہ کا خرچ گذشتہ ایام کا شوہر سے وصول کرنا اور حق حضانت

سوال:-عورت کا لڑکا پونے پانچ سال کی عمر کا اس کے ساتھ ہے یہ پونے تین سال کا خرچ لڑکے کا جب سے یہ میکے بیٹھی ہے خاوند سے شرعاً وصول کرسکتی ہے یا نہیں، اور آئندہ بعد فسخ نکاح سات سال تک سوا دو سال کا خرچ بھی شرعاً لے سکتی ہے یا نہیں، اور اگر یہ عورت اپنا نکاح لڑکے کے غیر محرم سے کرے تو یہ لڑکا حقیقی نانی کی حضانت میں آئے گا، یا والد کی طرف منتقل ہوگا، اور نانی اس کا خرچ لے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گذشتہ نفقہ نہیں وصول کرسکتی لیکن اگر زوجین میں معاہدہ ہوگیا تھا کہ زوجہ جو کچھ خرچ کرلے وہ شوہر سے وصول کرے اس صورت میں حسبِ معاہدہ وصول کرنا درست ہے[1] آئندہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، چاہے وہ خود خرچ کرے چاہے کسی کو اپنا وکیل بنادے لڑکے کی والدہ کو یا کسی اور کو جب یہ عورت لڑکے کے کسی غیر محرم سے نکاح کرلے تو حق حضانت اس سے ساقط ہوکر نانی کو یہ حق حاصل ہوگا[2]، والد کے ذمہ نفقہ بلوغ تک واجب ہوتا ہے سات سال کی عمر پر ختم نہیں ہوجاتا[3]، حق

---

[1] والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء والرضاء اى اصطلاحهما على قدر معين اصنافاً، قوله والنفقة لا تصير دينا الخ اى اذا لم ينفق عليها بان غاب عنها او كان حاضرا فامتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضى المدة، فقبل ذلک لا يلزمه شئ وبعده اى وبعد القضاء او الرضاء ترجع قال فى الخانية لو اكلت من مالها او من المسألة لها الرجوع بالمفروض وكذا لو تراضيا على شىء ثم مضت مدة ترجع بها ولا تسقط، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳۱۱،۳۱۲ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تصير النفقة دينا الخ، مجمع الأنهر ص۱۸۳، ۱۸۴ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۸۶، ۱۸۷ ج۴ باب النفقة.

[2] تثبت للام الا ان تكون مرتدة الى قوله او متزوجة بغير محرم الى قوله ثم بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبى ام الام، الدرالمختار على هامش الشامى نعمانيه ص:۶۳۸، ج:۲، باب الحضانة، مجمع الأنهر ص ۱۶۶ ج۲ باب الحضانة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضانت البتہ مفتیٰ بہ قول کی بنا پر سات سال کی عمر تک رہتا ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بعد بلوغ حق پرورش دادی وغیرہ کو ہے یا خالہ کو؟

سوال:- میری دولڑکیاں ہیں، انمیں سے ایک کو بچپن میں انکی خالہ نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنے پاس رکھ لیا اس کے بعد دوسری لڑکی کو بھی دل بہلانے کے واسطے رکھ لیا، جس لڑکی کو خالہ نے اولاًرکھا تھا، اس کا نکاح بھی میری اجازت بغیر کر دیا مگر میں نے اور میرے بھائیوں نے اور والدہ نے کوئی تعرض نہیں کیا کہ شاید دل شکنی ہو، دوسری لڑکی پر بھی اب تک ان کا قبضہ مخالفانہ ہے، اوراس کو بھی اپنے بہکائے میں خالہ اور خالو نے رکھ رکھا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے، کہ جو خالہ خالو کہیں وہی لڑکی کہنے لگے، اب چونکہ لڑکی جوان قابل پردہ ہوچکی اور خالو سے شریعت میں پردہ کا قانون ہے، تو میں باپ ہونے کی وجہ سے اور میرے دونوں بھائی چچا ہونے کی رو سے اور میری دونوں بہنیں پھوپیاں ہونے کی وجہ سے اور میری والدہ دادی ہونے کے بموجب نہیں چاہتے کہ ہماری جوان کنواری لڑکی خالہ اور خالو نامحرم کے گھر رہے، اگر چہ پہلے دوسری لڑکی کی بھی یہ شکل

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۱۶۷ ج۴ باب الحضانة.

[۳] ونفقة الطفل الفقير على ابيه وهو الولد حين يسقط من بطن امه الى ان يحتلم وقيد بالطفل لان البالغ لا يجب نفقته على ابيه، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۱۹۲ ج۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص۶۱۲ ج۳ باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب، النهر الفائق ص۵۱۸ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] والحاضنة اما او غيرها احق به اى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى. الدر المختار على الشامی نعمانیه ص: ۶۴۰، ج: ۲، باب الحضانة، مجمع الأنهر ص۱۶۹ ج۲، باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۵۰۲ ج۲ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہو چکی ہے لیکن بوجہ لاعلمی قانون پردہ ایسا ہوا حق تعالیٰ معاف کرے، اب ہم کو علم ہو چکا کہ خالو سے پردہ ہے، اگر اسکے خلاف ہم کریں تو ہمارے اور خالو کیلئے بڑی ہی بے غیرتی اور بے حیائی ہے، دنیا وآخرت میں باعث رسوائی ہے۔

(۱) اس واقعہ کے بعد چند امور ہیں ہر نمبر کا جواب مختصر اور عام فہم عنایت فرماویں۔

(۲) جو کچھ ہم نے تحریر کیا یہ ہمارا خیال درست ہے یا نہیں۔

(۳) کیا باپ اور چچاؤں دادی کو یہ حق شرعاً ہے کہ اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے آویں اور خالو کے ماتحت نہ رہنے دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جی ہاں! خالو سے پردہ فرض ہے اور وہ نامحرم ہے[۱]، بشرطیکہ اس سے اور کوئی رشتہ رضاعت وغیرہ کا نہ ہو[۲]۔

(۲) ایسی حالت میں باپ کو لازم ہے کہ لڑکی کو اپنے پاس رکھے خالو کے پاس نہ رہنے دے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ اغلاط العوام ص: ۱۵۰.

۲ أما النظر إلى الأجنبيات إن غلب على ظنه أنه يشتهى فهو حرام، عالمگیری، دار الكتاب ص ۳۲۹ ج۵ ولا بأس للرجل أن ينظر من أمه وإبنته البالغة وكذا إلى كل ذات محرم برضاع أو مصاهرة الخ، عالمگیری ص ۳۲۸ ج۵ كتاب الكراهية الباب الثامن، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۲۰۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۳ فإذا بلغت الجارية مبلغ النساء فإن كانت بكراً كان للأب أن يضمها إلى نفسه وإن كانت ثيباً فليس له ذلك إلا إذا لم تكن مأمونة على نفسها، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۱ ج۴ باب الحضانة، مجمع الأنهر ص ۱۷۲ ج۲ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى شرح كنز ص ۴۹ ج۳ باب الحضانة، مطبوعه امداديه ملتان.

نانا کو پرورش میں خرچ کردہ روپیہ بچہ کے دادا سے مطالبہ کرنے کا حق

سوال:-ایک شخص نے وفات پائی اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑا اور زوجہ بیوہ، کچھ عرصہ بعد زوجہ کا بھی انتقال ہوگیا مرحوم کا لڑکا اپنے دادا کے پاس پرورش پاتا رہا مگر اس کی والدہ کے انتقال کے بعد دادا نے اس کی پرورش سے انکار کر دیا اور لڑکا اپنے نانا کے یہاں پرورش پاتا رہا، اس کے بعد لڑکے کے نانا نانی نے لڑکے سے کہا کہ جو خرچ ہم نے تیری پرورش پر کیا ہے اپنے دادا سے لے کر ہم کو دے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ لڑکا اپنے دادا سے یہ خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا نانا نے پرورش کرنے سے پہلے یہ شرط دادا سے کی تھی کہ اس کی پرورش میں جو خرچ ہوگا وہ تم سے لوں گا؟ اور دادا نے اس شرط کو قبول کرلیا تھا؟ اگر یہ معاہدہ ہوگیا تھا تب تو اس معاہدہ کی وجہ سے نانا کو مطالبہ کا حق حاصل ہے، اگر معاہدہ نہیں ہوا تھا تو حق حاصل نہیں ہوا، بلکہ جو کچھ نانا نے خرچ کیا ہے وہ احسان ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶؍ربیع الاول ۶۴ھ

---

[1] هٰكذا يستفاد اذ انفق الملتقط على اللقيط من مال نفسه ان انفق بغير امر القاضى فهو ذالك متطوع وان انفق بامرا لقاضى ان كان القاضى امره بالانفاق على ان يكون دينا عليه فان ظهر له اب كان للملتقط حق الرجوع على ابيه. عالمگیری ص: ۲۸۹، ج: ۲، كتاب اللقيط، قبيل كتاب اللقطه.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ہیژدہم

نفقہ کا بیان

زوجہ کا نفقہ وسکنیٰ کیا شوہر کے ذمہ ہے

سوال: – ایک عورت بالغہ ہے، اپنے شوہر سے یوں کہتی ہے کہ جب تو خود کمانے کے لائق نہیں، اور جب تک تو اپنی کمائی سے نہ کھلائے گا، اور علیحدہ مکان رہنے کو نہ دے گا، تب تک اپنے باپ کے گھر سے نہ آؤں گی، اور یہ حقوق شرعاً جو تیرے ذمہ ہے میں نہیں چاہتی کہ کسی دوسرے سے اپنا حق خواہ خسر ہو حاصل کروں، لہٰذا جب تو علیحدہ مکان رہنے کو دے گا اور اپنی کمائی سے کھلاوے گا، اس وقت آنے سے انکار نہ ہوگا، لہٰذا دریافت یہ کرنا ہے، کہ عورت کا مذکورہ بالا مطالبہ درست ہے، یا نہیں؟ نیز شوہر اس مطالبہ کو پورا کئے بغیر اس کے باپ کے گھر سے جبراً لے جا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجہ کے لئے علیحدہ مکان دینا واجب ہے اور مکان سے مراد یہ ہے کہ ایک کمرہ یا کوٹھا ایسا ہو جس میں کسی دوسرے کی رہائش نہ ہو، اگرچہ صحن اور دیگر ضروریات میں دوسرے بھی شریک ہوں اگر شوہر ایسا کوٹھا نہ دے تو زوجہ کو حق ہے، کہ شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے سے انکار کردے

اور شوہر کو حق نہیں کہ زوجہ کو دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے پر مجبور کرے[۱]، عورت کو یہ مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں، کہ شوہر خود اپنی کمائی سے کھلاوے، اگر اس کا باپ خرچ کا کفیل ہوجاوے اور اپنے بیٹے کو خرچ دے تب بھی کافی ہے[۲]، ایسی حالت میں شوہر کو حق ہے کہ زوجہ کو اپنے گھر لے آوے، اگر وہ نہ آوے تو نفقہ واجب نہیں ہوگا[۳] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۱۲/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

نان نفقہ کا انتظام کب تک کرتی رہے

سوال:- زید اس دوسال کے عرصہ میں باروزگار ہوتے ہوئے بھی نفقہ وسکنی میں خسر کے سر رہا جب کہ نکاح سے قبل کہا تھا، کہ خود کفیل ہوں، تادمِ تحریر مکان کا بندوبست نہیں کیا اور نہ نان ونفقہ کا انتظام ہے، اب زوجہ اپنے میکہ میں رہتی ہے، اور مطالبہ کرتی ہے کہ نان ونفقہ اور رہائش کا بندوبست کرے یا ہمیں مکمل علیحدہ کردے تاکہ دوسرے بندوبست کرسکوں، اس کا یہ مطالبہ شرعاً کہاں تک جائز ہے؟

(۲) اس مطالبہ سے علیٰحدگی پر وہ اپنے مہر واخراجات عدت وغیرہ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

(۳) کب تک وہ میکہ میں رہ کر نفقہ وسکنی کے انتظام کا انتظار کرتی رہے۔

---

[۱] وكذا تجب لها السكنى فى بيت خال عن اهله واهلها الدرمختار على الشامى نعمانيه ص ۲۶۲/ ج ۲/ مطلب فى مسكن الزوجة، باب النفقة، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۵۶ ج ۱ الفصل الثانی فی السکنی، النهر الفائق ص ۵۱۴، ۵۱۵ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] فتجب اى النفقة على زوجها ولو صغيراً جداً فى ماله لاعلى ابيه الا اذا كان ضمنها، الدرمختار على هامش الشامى نعمانيه ص ۶۴۴ ج ۲، باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير.

[۳] اما اذا طالبها بالانتقال وامتنعت بغير حق فلا نفقة لها، مجمع الانهر ص ۱۷۵ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۴۵ ج ۱ الفصل الاول فى نفقة الزوجة، المحيط البرهانى ۲۷۴ ج ۴ الفصل الاول فى بيان من يستحق النفقة من الزوجات، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیوی کا یہ مطالبہ شرعاً صحیح ہے۔[۱]

(۲) مستحق ہوگی۔[۲]

(۳) جب تک برداشت کر سکے، تاہم اس کو حق ہے کہ وہ مسلم عدالت یا شرعی پنچایت کی طرف رجوع کرے اور شرعی فیصلہ وہاں سے حاصل کرائے۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴؍۷؍۹۸ھ

عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، یا سوتیلے لڑکے کے ذمہ؟

سوال: - ایک شخص جس کی عمر جب چار سال کی تھی تو اس کے والد کا انتقال ہوگیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کی والدہ نے دوسرا نکاح کرلیا، لیکن وہ اپنی والدہ اور سوتیلے باپ کے پاس رہتا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے دس بارہ سال اس کی تعلیم وتربیت کی اور وہ اپنا کھانا کھانے لگا، اس دوران اس کی والدہ کو نئے شوہر سے تین چار بچے ہوئے اور ان کو سب بچوں کو لے کر شوہر سے دور اپنے لڑکے کے ساتھ آٹھ نو سال کا عرصہ رہتے ہوگیا، اس نے ہر طرح سے ان کا خرچہ برداشت کیا، کھانے پینے سے، سوتیلے بھائی بہنوں کی تعلیم وتربیت سے ہر نقطۂ نظر سے خرچہ کیا، اس دوران اس

---

[۱] فتجب ای النفقة للزوجة بنكاح صحيح على زوجها لانها جزاء الاحتباس. (الدرا لمختار على هامش رد المحتار ص۲۷۸، ۲۸۱ ج۲) باب النفقة، مطلب اللفظ جامد ومشتق، تبيين الحقائق ص۵۰، ۵۱ ج۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۷۳، ۱۷۴ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ويتأكد المهر عند وطئ او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما، الدر المختار على الشامى زكريا ص۲۳۳ ج۴ باب المهر، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۳ باب المهر، عالمگيرى كوئٹه ص۳۰۳ ج۱ الفصل الثانى فيما يتأكد به المهر، وتجب لمطلقة الرجعى والبائن النفقة والسكنى والكسوة الدر المختار على هامش الشامى نعمانيه ص ۶۶۹/ج۲/.باب النفقة، مطلب فى نفقة المطلقة، البحر الرائق كوئٹه ص۱۹۸ ج۴ باب النفقة، عالمگيرى كوئٹه ص۵۵۷ ج۱ الفصل الثالث فى نفقة المعتدة.

[۳] الحيلة الناجزه ص ۲۱، ۲۲، حكم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

کی والدہ کے غلط رویّہ سے اس کی شادی ہوگئی اور طلاق بھی ہوگئی، اس وقت اس کی یہ تیسری بیوی ہے، جس کا والد مر چکا ہے، اور اس کی بیوہ ماں نہیں ہے تو ہوسکتا تھا، کہ اس کی بیوی کا والد بھی اپنی بیٹی کی طلاق کرالیتا، والدہ نے اپنے بچوں کو اپنی بہو کے اوپر ہمیشہ فوقیت دی اور بہو سے اکثر لڑتی جھگڑتی رہی اور اپنا سب سے زیادہ لڑکے پر حق ظاہر کرتی رہی، اور بہو کو غیر سمجھتی رہی اور بطور لونڈی معاملہ کرتی رہی، لیکن وہ شخص اس دوران اپنی والدہ کی ان بے جا حرکات سے بہت پریشان رہا، اور ابھی تک بہو سے لڑتی رہی، لیکن اب اس شخص کا جو حقیقی چھوٹا باپ ہے، جو کھاتا کماتا ہے، اس نے لڑانا شروع کردیا ہے، اور اس کا چھوٹا بھائی اپنے سوتیلے بھائی بہنوں وماں کے خرچ کے لئے کچھ بھی نہیں دیتا ہے، تو وہ شخص اب ان چیزوں کو برداشت نہیں کرپاتا اور اس نے اپنی والدہ کو مع بچوں کے ہاتھ جوڑ کر چھوٹے بھائی کے پاس رہنے کو سوتیلے والد کے پاس رہنے کو کہہ دیا ہے اور کہا ہے کہ جو کچھ اس سے اپنے بیوی بچوں کے خرچ سے بچے گا وہ بھیجتا رہے گا، کیونکہ اب اس کی والدہ اس پر آ گئی ہیں کہ اس عورت کو بھی چھوڑ دے تو کس طرح تیسری عورت کو طلاق دے سکتا ہے، کیونکہ والدہ کا رویّہ بہوؤں سے ٹھیک نہیں رہا، اور پھر اس کے دو تین بچے بھی ہیں، مطلع فرمائیں کیا والدہ کا دوسرا نکاح کرنے کے بعد بھی اس شخص کے اوپر والدہ اور اس کے سوتیلے بھائی بہنوں کا خرچ برداشت کا وجوب آتا ہے؟ اور کیا چھوٹے بھائی کے اوپر بھی وجوب آتا ہے، یا نہیں؟ چھوٹے بھائی کی پرورش بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ والدہ کا شوہر موجود ہے تو والدہ کا خرچ شوہر پر واجب ہے، اولاد پر واجب نہیں[۱]، ہاں اگر والدہ شوہر کے پاس رہنے کے باوجود تنگدست ہو یا شوہر خرچ نہ دیتا ہو تو پھر سب کمانے والی اولاد پر برابر خرچ واجب ہوگا[۲]، جن بچوں کا باپ موجود ہے، ان کا خرچ باپ کے ذمہ ہے[۳]، والدہ

[۱] ولا یشارک الزوج فی نفقة زوجته احد حتی لو کان لها زوج معسر وابن موسر من غیر هٰذا الزوج او اب موسر او اخ موسر فنفقتها علی الزوج لا علی الاب والابن، بدائع الصنائع کراچی ص ۳۳ ج ۴ فصل واما نفقة الاقارب، فصل واما سبب وجوب هٰذه النفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۶۲ ج ۱ الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، تاتارخانیه کراچی ص ۲۴۹ ج ۴ نوع آخر من نفقات الوالدین. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے مزاج میں اگر واقعۃً فتنہ ہے تو ان کو شوہر کے پاس رکھا جائے البتہ ان کا احترام بھی لازم ہوگا، گاہے گاہے ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور اپنی حیثیت کے مطابق ان کو ہدیہ تحفہ دینا بھی اور ان کو خوش رکھنا اولاد کے ذمہ اور ذریعۂ سعادت ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۵/۱۸ھ

بلا رخصتی کے وجوب نفقہ

سوال:- زید کا نکاح ہوا رخصتی عرفی نہیں ہوئی مگر خلوت ہو چکی نیز جب کبھی زید عورت کے میکے میں گیا تو اس کو خلوت کا موقع دیا گیا، مگر جب زید نے چاہا کہ زوجہ کو اپنے ساتھ رکھے تو زوجہ نے انکار کر دیا کہ اتنی مدت مثلاً دو سال تک ہم تمہارے ساتھ نہیں رہتے اور باوجود اصرار زید کے انکار رہا، اس صورت میں زوجہ کا نفقہ شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً

(۱) زوجہ کا نفقہ جزاء احتباس ہے جو کہ صورت مسئولہ میں مفقود ہے پس واجب نہیں ہوگا، مگر یہ رخصتی سے امتناع مطالبہ مہر کی بناء پر ہو تو واجب ہوگا: **وان امتنعت عن تسلیم نفسها قبل الدخول او بعده عناية اهـ حتى يعطيها مهرها فلها النفقة لانه منع بحق فكان فوت الاحتباس لمعنىٰ من قبله فيجعل كلافائت اهـ فتح القدير**[1]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] فإن كان الاولاد ذكورا واناثا موسرين فنفقة الابوين عليهم بالسوية فى اظهر الروايتين، تاتارخانيه كراچى ص۲۴۷ ج۴ نوع آخر فى نفقة الوالدين، المحيط البرهانى ص۳۵۰ ج۴ نوع آخر مما يجب من نفقة الوالدين، الدرالمختار على هامش رد المحتارنعمانيه ص ۶۷۶/۶۷۸/ج۲/) مطلب فى نفقة الاصول.

[3] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع الفقير. (الدر المختار على الشامى ص: ۶۷۰، ج:۲) باب النفقة، مطلب الكلام على نفقة الاقارب، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۶۰ ج ۱ الفصل الرابع فى نفقة الاولاد.

(صفحہ ہٰذا) [1] (فتح القدير ص ۳۸۲/ج۴/) دارالفكر، باب النفقة، الدر مع الشامى زكريا ص۲۸۵ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير.

ص ۲۲۴ ر ج ۲ ر واذا طالبها بالانتقال و امتنعت بغير حق فلا نفقة لها ا هـ مجمع الانهر[1] ص ۴۹۳ ر ج ۱ ر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رخصتی سے قبل نفقہ

سوال:- لڑکی کئی سال سے بالغ ہے، وہ میکے میں رہتی ہے، اخراجات شوہر سے لے سکتی ہے یا نہیں؟ زید کو اخراجات دینے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اس کو رُخصت کرا کر اپنے مکان پر لے آئے تب اس کا نفقہ، خرچہ زید کے ذمہ ہوگا۔[2]

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بغیر شوہر کے گھر جائے نفقہ کے مطالبہ کا حق نہیں

سوال:- میری شادی ۳ ر ۲ ر ۷۲ء کو تنویر احمد کے ساتھ ہوئی تھی، آج دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا آج تک انہوں نے میری کوئی خبر نہ لی، بلکہ کئی بار یہ چاہا کہ مجھے بذریعۂ عدالت زبردستی اپنے گھر لے جائیں، مگر خدا نے میری لاج رکھی اور میں نہ جا سکی، شادی کے بعد سے آج تک میرا کوئی خرچہ انہوں نے برداشت نہیں کیا، اور وہ کسی حد تک ناکارہ بھی ہیں، میں شریعت سے اپنا فیصلہ

---

[1] مجمع الانهر ص ۱۷۵ ر ج ۲ ر) باب النفقة، مطبع عباس احمد الباز مكه مكرمه، الدر مع الشامى زكريا ص ۲۸٦ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الخ، هنديه كوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الاول فى نفقة الزوجة.

[2] لا تستحق النفقة اذا لم تزف فى بيت زوجها. (مجمع الانهر ص ۱۷۴ ر ج ۲ ر) باب النفقة، مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، الدر المختار مع رد المحتار زكريا ص ۲۸٦ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير، هنديه كوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الاول فى نفقة الزوجة.

چاہتی ہوں، کیونکہ میں ایک شریف عورت ہوں، پردہ نشین ہوں کیا کروں کہاں جاؤں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ اپنے شوہر کے مکان پر موجود نہ رہیں، وہ بلانا چاہے پھر بھی نہ جائیں تو آپ کو اس سے خرچ طلب کرنے کا حق نہیں[1] موجودہ حالت میں آپ کی طرف سے بڑا ظلم ہے، آپ کو لازم ہے کہ آپ اپنی غلطی کی معافی مانگیں اور شوہر کے گھر پر جا کر آباد ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۴ھ

کیا باپ کے گھر رہ کر بھی نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟

سوال:- (۱) کیا زہرہ کے دورانِ قیام والدین بکر کی جانب سے حسبِ اقرار نان ونفقہ اخراجات بکر کی جانب سے واجبُ الادا ہے؟

(۲) کیا حسبِ اقرار بکر کی نصف آمدنی زہرہ کو پچھلے دو سال جو عرصہ وہ بکر کے ساتھ نہ رہی مل جانا جائز ہے، اور بکر پر واجب ہے؟

(۳) اگر مذکورہ واجبات ضروری اور واجب الاداء ہیں اور ان کی ادائیگی سے بکر کترائے تو از روئے شرع شریف اس پر کیا گناہ لازم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حسبِ معاہدہ وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے[2]۔

---

[1] لا تستحق النفقة اذا لم تزف فی بیت زوجها. (مجمع الانهر ص ۱۷۴/ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه عباس بن الباز مکه مکرمه.

[2] فتجب للزوجة علی زوجها ولو هی فی بیت ابیها اذا لم یطالبها الزوج بالنقلة (الدر المختار علی هامش رد المحتار نعمانیه ص ۶۴۴/ ۶۴۶/ ج ۲/) باب النفقه، مطلب لاتجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر، هندیه کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة، مجمع الأنهر ص ۱۷۳ ج ۲ باب النفقة، دار الکتب العلمیة بیروت.

(۲) حسبِ قرار داد نصف آمدنی کی وہ مستحق ہے، جب کی عرفاً اتنی مقدار اس کے نان ونفقہ کے لئے کافی متصور ہوتی ہو[۱]

(۳) حقِ واجب کو ادا نہ کرنا گناہ ہے[۲] مگر ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ زہرہ کا ناراض ہوکر میکہ چلا جانا اور اپنے والد ہی کے مکان پر رہ کر نفقہ طلب کرنا، شوہر کے بلانے پر بھی اس کے پاس نہ جانا سخت گناہ اور موجبِ لعنت ہے، حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ ایسی عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، جب تک وہ شوہر کے پاس آکر اس کو راضی نہ کرے[۳] عرفاً بھی ایسی عورت نافرمان ہے، شریعت اور خاندان کی نظر میں ذلیل اور مستحقِ ملامت ہے، کوئی شریف مزاج اس کو حرمت وعزت کی چیز تصور نہیں کرتا پس اس کو اپنی اصلاح بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۱۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۹۲/۵/۱۹ھ

بغیر وجوب کے نفقہ کو مہر میں شمار کرنا

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو بہ نیت نفقہ مثلاً ۵۰ روپیہ دیا پھر معلوم ہوا کہ اس پر واجب نہیں

---

[۱] وتقدر بكفايتها بلا اسراف ولا تقتير مجمع الانهر ص ۱۷۵ / ج ۲ /، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ۲۹۷ ج ۵ باب النفقة، مطلب فى اخذ المرأة كفيلاً بالنفقة، بحر كوئٹه ص ۱۷۵ ج ۴ باب النفقة.

[۲] حكم الواجب استحقاق العقاب بتركه عمداً، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۲۰۰، فصل فى بيان واجب الصلوة، مجمع الأنهر ص ۱۳۱ ج ۱ باب صفة الصلوة، دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر ص ۱۳۳ ج ۱ باب صفة الصلوة، بيروت.

[۳] عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَى الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ. (مشكوة ص ۲۸۰ / ج ۲ /) باب عشرة النساء، كتاب النكاح، طبع دار الكتاب ديوبند.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے اور شوہر ناراض ہو کر رات گذارے تو اس پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

تھا تو کیا زید مہروں میں محسوب کرسکتا ہے یا دوبارہ قبضہ ضروری ہے، یا اس کو لینے کا حق نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزئیہ بالتصریح نظر سے نہیں گذرا لیکن ایک دوسرا جزئیہ نقل کرتا ہوں جو کہ اس کی نظیر بن سکتا ہے، اس کے ذریعہ سے صورت مسئولہ کا حکم بھی معلوم ہوجائے گا، وہ یہ کہ اگر کسی نے پیشگی نفقہ دیدیا اور عورت بعد میں مستحق نفقہ نہیں رہی تو اس کی واپسی کا حق نہیں: **ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج اوابوه ولوقائمة به يفتىٰ اهـ در مختار ووجهه انها صلة لزوجته ولا رجوع فيما يهبه لزوجة اهـ رد المحتار**[1] ص ۱۰۲/ج ۲/.

واپس لینا تو ظاہر ہے کہ رجوع ہے اور مہر میں محسوب کرنا بھی رجوع کے حکم میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۴/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفرلۂ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۴/۶۱ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۵/ربیع الثانی ۶۱ھ

کیا میکہ میں رہتے ہوئے بھی نفقہ لازم ہے

سوال:- زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو دو ماہ کے وعدہ سے میکہ بھیج دیا، میعاد گذرنے پر ہندہ کو نہیں بلایا ہندہ کے عزیز واقارب نے اور اس کے رشتہ داروں نے ایک دومرتبہ ہندہ کو بلانے کا ذکر کیا لیکن زید بلانے پر رضامند نہیں ہوا، زید کچھ دن بعد باہر چلا گیا ہندہ کو میکے میں رہتے ہوئے ایک سال کامل گذر گیا زید جس وقت باہر سے آیا اس وقت اس سے کہا گیا کہ اپنی زوجہ کو بلاؤ زید

---

[1] الدرمختار على الشامی کراچی ص ۶۹۶/ج۳، باب النفقة، مطلب فی بيع العبد لنفقة زوجه، مجمع الأنهر ص ۱۸۴ ج۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر کوئٹہ ص ۱۹۱ ج۴ باب النفقة.

نے صاف لفظوں میں کہا کہ میں ہندہ کو ہرگز نہیں بلاؤں گا، میری مرحوم بہن کی وصیت ہے، ہندہ کے اقارب نے زید سے کہا کہ اگر تم ہندہ کو نہیں بلاتے ہو تو ہندہ کو نان ونفقہ دو، زید نے جواب دیا کہ ہندہ قریب چار سال سے میرے نکاح میں آئی ہے، لیکن ہندہ سے اس عرصہ میں رہتے ہوئے آرام نہیں ملا اس لئے میں ہندہ کو کس بات کا نان ونفقہ دوں میرے اوپر کوئی حق نہیں اگر ہندہ مجھ کو آرام دیتی تو نان ونفقہ اور مہر کی حقدار بنتی، تو ہندہ کا نان ونفقہ زید کے اوپر ثابت ہوتا ہے، کہ نہیں۔ بینوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ زید نے اپنی زوجہ کو خود میکے بھیجا ہے تو جب کہ زید کی اجازت سے میکہ رہے وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے[1] البتہ اگر بغیر اجازت کے گئی ہے یا اجازت سے جانے کے بعد باوجود زید کے بلانے کے نہیں آئی بلکہ بلا اجازت میکہ رہی تو وہ شرعی نان ونفقہ کی مستحق نہیں، جب شوہر کے مکان پر آجائے گی تب مستحق ہوگی۔

ولا نفقة لنا شزة خرجت من بيته اى الزّوج بغير حق واذن من الشرع ولو عادت الٰى منزله بعد ما سافر اجابوا بانها خرجت عن ان تكون ناشزة. سكب الانهر على مجمع الانهر[2] ص ۴۹٦/ج ۱/. فقط واللّٰه تعالٰى اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور (یوپی)

میکہ میں رہ کر جھوٹی تحریر کے ذریعہ نفقہ طلب کرنا

سوال:- انصار میاں اور اس کی زوجہ زاہدہ کے درمیان زاہدہ کے نان ونفقہ اور دیگر وعدوں

---

[1] فتجب اى النفقة ولو هى فى بيت ابيها اذا لم يطالبها الزوج بالنقلة (درمختار برحاشيه شامى كراچى ص ۵۷۲/۵۷۵ ج۳، باب النفقة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الاول، مجمع الأنهر ص ۱۷۳ ج۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۱۷۹ ج۲، باب النفقة، مطبع عباس احمد الباز مكه مكرمه بحر كوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۰۷ ج۲ باب النفقة، مطبوعه مكه مكرمه.

کے اداء نہ ہونے کے بابت تنازع ہوا جس پر انصار میاں نے اپنے سسر اور زوجہ کو منتخب کیا کہ فریقین اپنے تنازعات کو پنچایت مسلمین یا قریشی عدالت شرع شریف بھوپال کے ذریعہ اپنا دعویٰ دائر کر کے انصاف وتصفیہ اور مذہبی طریقہ کار اختیار کریں جس پر مولوی اوران کی دختر نے بجائے پنچایت مسلمین یا عدالت شرع شریف کے سرونج کی غیر مسلم عدالت میں ایک فرضی تحریر کے حوالہ سے یہ دعویٰ دائر کیا ہے کہ انصار میاں نے زاہدہ کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے کہ میں اپنی زوجہ کو اس کے میکہ ہی میں رکھوں گا اور زاہدہ کے خلاف مرضی اسے کہیں نہیں لے جاؤں گا اور مبلغ پچاس روپے ماہوار نان ونفقہ کے دیتا رہوں گا اور اپنا نصف مکان بھی بنام زاہدہ کے تحریر میں لکھا ہے اور زیورات چڑھاوے کے زاہدہ کی ملک میں لکھا ہے، اب چونکہ انصار میاں نے آٹھ ماہ سے زاہدہ کو پچاس روپیہ نہیں دیئے جو دلائے جائیں اور آئندہ ماہ بماہ دلانے کی کاروائی کردی جائے اور بروئے تحریر ومعاہدہ انصار میاں سے ہمارے مطالبات وصول کرائے جائیں، انصار میاں نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے ایسی کوئی تحریر لکھی ہے تاہم زوج اور زوجہ کی باہمی رضامندی سے ایسا ہونے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے البتہ میں نے یہ تحریر ومعاہدہ تو قطعی نہیں کیا ہے، اب میں زاہدہ کو اس کے میکہ میں نہیں رکھ سکتا اور اگر میری زوجہ میکہ میں رہ کر مجھ سے پچاس روپیہ ماہوار طلب کرتی ہے یا میرے خلاف کوئی بیان دیتی ہے تو یہ مجھ پر ظلم ہے لہٰذا زاہدہ اور اس کے والد کے قول کے مطابق اگر انصار میاں نے تحریر معاہدہ لکھ بھی دیا ہو تو کیا اس معاہدہ سے ناجائز زعم کی بناء پر زاہدہ انصار میاں کی مرضی وخوشی واجازت اور مذہب کے خلاف آزادانہ حیثیت سے اپنے میکہ میں رہ سکتی ہے۔

(۲) حالات مندرجہ بالا میں زاہدہ اپنے شوہر کی نافرمان ہو کر اور اسے ناراض رکھ کر بلا اداء حقوق شوہر کے اپنا نان ونفقہ مبلغ پچاس روپیہ ماہوار اپنے میکہ میں رہ کر کیا شوہر سے وصول کرنے کی حقدار ہے؟

(۳) مولوی صاحب اور زاہدہ کا قول وزعم ودعویٰ کے خلاف کیا انصار میاں اپنے ذاتی مکان میں زاہدہ بیوی کو لاکر رکھنے کا مستحق نہیں ہے۔

(۴)ایسا ظاہری مسلمان جو شریعت اسلامی کے راستوں اور احکامات کو چھوڑ کر خود غرضی اور لالچ کی بناء پر اپنا انصاف فخریہ طور سے غیر مسلم عدالت سے چاہے اسے جائز سمجھے اور خود کے علاوہ دیگر مسلمانوں اور علماء دین موجودہ کو وہابی، مودودی، غیر مقلد وغیرہ وغیرہ کہے اور خود کو ان سے اعلیٰ اور برتر سمجھے اور اپنا انصاف ان سے چاہنا اپنی توہین جانے اور اپنے کو مولوی کہلائے تو ایسے شخص کو کیا کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۲/۳/)اگر انصار میاں نے برضا ورغبت زاہدہ کو میکہ میں رہنے کی اجازت دی ہو اور پچاس روپیہ ماہانہ دینے کا وعدہ کیا ہو تب بھی مذہب کے خلاف آزادانہ رہنے کی اجازت تو کسی طرح نہیں دی نہ دینے کا حق ہے اگر ایسی اجازت دے بھی دے تو شرعاً معتبر نہیں اور ایسی اجازت دینے والا گنہگار ہے[1] تاہم انصار میاں کو حق حاصل ہے کہ اپنی اجازت واپس لے کر اپنی بیوی زاہدہ بی کو میکہ سے بلاکر اپنے مکان پر رکھے اور اس پر مجبور کرے اگر زاہدہ بی اس پر عمل نہیں کرے گی تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی[2]۔

(۴)ان باتوں میں کون سی بات ایسی ہے جس کا حکم ظاہر نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۸۷ھ

---

[1] ويمنعها من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة وإن أذن كانا عاصيين، الدر مع الشامي زكريا ص۳۲۵ ج۵ باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة، بحر كوئٹه ص۱۹۵ ج۴ باب النفقة، مجمع الأنهر ص۱۸۷ ج۲، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لا نفقة لناشزة خرجت من بيته اى الزوج بغير حق وإذن من الشرع، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۱۷۹ ج۲ باب النفقة، بيروت، بحر كوئٹه ص۱۷۹ ج۴ باب النفقة، النهر الفائق ص۵۰۷ ج۲ باب النفقة، مطبوعه مكه مكرمه.

طلاق کے بعد اگر بیوی اپنے میکہ رہے تو اس کا نفقہ عرف کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا یا نہیں

سوال:- اس قصبہ کا طریقہ یہ رہا ہے کہ سوائے فاحشہ کے ہر قسم کی مطلقہ کو مہر و خرچہ عدت دلوایا جاتا ہے اور میکہ میں بیٹھے رہنے کا خرچہ نہیں دلوایا جاتا ہے تو کیا مذکورہ صورتوں میں محض رواج کی وجہ سے مہر و خرچہ عدت کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ میاں بیوی کے بیانات میں اختلافات اور باہمی جھگڑے کی وجہ سے نئے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

خلوت صحیحہ کے بعد پورا مہر لازم اور مؤکد ہو جاتا ہے[1]، خرچۂ عدت شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے[2]، ناشزہ کا نفقہ لازم نہیں ہوتا[3]، یہ سب احکام شرعی ہیں محض رواجی نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۷ھ

---

[1] ویتاکد (ای المهر) عند وطی او خلوة صحت الخ درمختار علی الشامی زکریاص ۲۳۳/ ج۴/ کتاب النکاح، باب المهر، هندیه کوئٹه ص۳۰۳ الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی فیما یتاکدبه المهر والمتعة، مجمع الأنهر ص ۵۰۹ ج ۱ باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وتجب لمطلقة الرجعی والبائن والفرقة بلا معصية ...... النفقة والسکنی والکسوة إن طالت المدة، الدر مع الشامی زکریا ص۳۳۳ج۵ باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، عالمگیری کوئٹه ص۵۵۷ ج ۱ الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، النهر الفائق ص ۵۱۶ ج۲ باب النفقة، مطبوعه مکه مکرمه.

[3] لا نفقة لناشزة خرجت من بیته بغیر حق وإذن من الشرع، سکب الأنهر ص۱۷۹ ج۲ باب النفقة، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، النهر الفائق ص۵۰۷ ج۲ باب النفقة، طبع مکه مکرمه.

شوہر نے اگر اس کے باپ کے گھر پہنچا دیا تو کیا وہ ناشزہ ہے؟

سوال:- کیا معاشرہ کی عورت جو شوہر کے ظلم وستم سے تنگ آ چکی ہے تاوقتیکہ شوہر کی طرف سے کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملے شوہر کے گھر آنے سے انکار کرتی رہی تو بحکم ناشزہ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جن صورتوں میں شوہر نے خود ہی اسے میکہ پہنچا دیا ان صورتوں میں وہ ناشزہ نہیں نفقہ کی مستحق ہے[1] اور جب وہ بلا اجازت شوہر چلی گئی شوہر کے روکنے پر بھی نہیں رکی تو ناشزہ ہے[2] اگر شوہر معصیت پر مجبور کرتا ہوا اور وہ اس کی وجہ سے چلی گئی تو ناشزہ نہیں[3] یہی حکم اس وقت ہے جب شوہر ناقابل برداشت ظلم کرتا اور اس کے حقوق کو تلف کرتا ہو کہ وہ نفقہ سے مجبور ہو کر جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۷ھ

ناشزہ کا نفقہ اور حقِ حضانت

سوال:- اگر کوئی زوجہ اپنے خاوند کے ساتھ افعال ذیل کی مرتکب ہو کر اس کو رنج وغم و صدمہ پہنچایا ہے۔

---

[1] فتجب أی النفقة ولو هی فی بیت ابیها إذا لم یطالبها الزوج بالنقلة، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۷۲تا۵۷۵ ج۳، باب النفقة مجمع الأنهر ص ۱۷۳ ج۲ باب النفقة، دار الکتب العلمية بيروت.

[2] لانفقة لاحد عشرالیٰ ماقال وخارجة من بیته بغیر حق وهی الناشزة حتی تعود الخ الدر المختار علی الشامی ص ۲۸۶/ ج۵/ باب النفقة، بحر کوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، النهر الفائق ص۵۰۷ ج۲ باب النفقة، مکه مکرمه.

[3] بخلاف ما اذا خرجت من بیت الغصب او ابت الذهاب الیه او السفر معه او مع اجنبی بعثه لینقلها فلها النفقة الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۸۷ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الخ، فتح القدیر ص ۳۸۳ ج۴ باب النفقة، مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة.

(۱) خاونداس کو شب میں طلب کرے کہ میں صبح کو سفر پر جاتا ہوں آ کر کچھ سن کر جاؤ اور اس کی ماں نے جواب دیا کہ سوگئی پھر صبح کو بھیجا، نہیں آئی، خاوند غصہ سے چلا گیا مگر کوئی پرواہ نہیں کی اور ایک عرصہ گذر گیا مگر اس کی خیریت تک نہیں لی کہ زید زندہ ہے، یا مر گیا۔

(۲) ایک عرصہ کے بعد خاوند کے باپ نے پھر اس کو سمجھا کر خاوند کے پاس پہنچا دیا اس کے بعد خاوند نے ہمراز سمجھ کر ایک خفیہ بات کہی اور تاکید کی کہ اس کو ظاہر نہ کرنا مگر اس نے اس کی خوب شہرت کر کے خاوند کو بدنام کیا اور خوش ہوئی۔

(۳) خاوند کے بلا علم واطلاع واجازت اس کے غیبوبت کے وقت بھائی کو بلا کر ماں کے گھر چلی گئی۔

(۴) ماں کے گھر آ کر خاوند کی جھوٹی شکایت اس کے افسروں سے کر کے اس کی طرف سے ان کو بدظن کر کے ملازمت پر اثر ڈالنے کی کوشش کی اور بدنام کیا۔

(۵) خاوند کو اس کے باپ نے پھر اس کو لانے پر مجبور کیا اور وہ گیا تو اس سے پردہ کر لیا اور بچوں کو حوالے کر دیا۔

(۶) اس کے بعد خاوند کا باپ پھر خود گیا اور لا کر دونوں کو اپنے پاس رکھا تو خاوند کو پروردہ چھوکری سے بدنام کیا۔

(۷) خاوند کے باپ کو چٹھی لکھی کہ خاوند پروردہ چھوکری سے ملوث ہے، اس لئے اس کو چاہتا ہے۔

(۸) اس چھوکری سے دشمنی کر کے ساس کے ساتھ ہاتھا پائی کی جس پر خاوند نے جھڑکا اور سسر نے منع کیا تو کہا کہ ہتکِ عزت کا دعویٰ کروں گی، جاہل سے پالا پڑا ہے۔

(۹) ماں کو جھوٹ لکھا کہ مجھے خاوند اور سسر نے مارا ہے، میری مدد کرو اس نے بیٹے اور داماد کو روانہ کیا وہ آئی اور اصل حال سن کر بہت شرمندہ ہوئی۔

(۱۰) بیمار بن کر بلا اجازتِ خاوند مردانہ دواخانہ میں قیام کیا، معالج ڈاکٹر سے خلا ملا کیا، اس نے تخلیہ کیا ربط ضبط بڑھایا اس نے خط وکتابت کی اس کو دستیابی تحفہ دی جس میں اپنا اور اس کا نام کشیدہ ہے، اس کی شہرت ہوئی دماغی آپریشن کے بہانے ڈاکٹر کے روبرو لیٹی۔

(۱۱) دواخانہ سے بادلِ ناخواستہ خاوند کے ہمراہ گئی مگر سلسلۂ علالت قائم رہا بار بار دواخانہ جا کر اسی ڈاکٹر سے علاج کی خواہش کی خاوند جب تک گھر میں ہوتو بیمار اور جب باہر چلا گیا تو تندرست، خاوند آئے صحت ندارد۔

(۱۲) جب اس ترکیب سے مطلب نہ نکلا تو ایسا سنگین فعل کیا جس سے خاوند کی جان وعزت خطرہ میں پڑ گئی یعنی محض شبہ پر ملازمہ کو پیٹا جس کا خاوند ایک قتل کردہ رہائی یافتہ شخص تھا، اگر اس کا خاونداس کے خاوند سے انتقام لیتا تو جان گئی تھی، اور اگر وہ ملازمہ اس کو پیٹ دیتی تو عزت گئی تھی مگر خدا کا فضل شامل حال تھا، کہ بات رفع دفع ہوگئی، اس کے بعد خاوند سے قطعی منافرت کرلی۔

(۱۳) خاوند کے باپ کو محض اس بات پر کہ انہوں نے پوتروں کو لکھا کہ تم باپ کو کیوں نہیں پوچھتے، ایسا خط لکھا جس میں ان کی بے عزتی کی کسر نہیں رکھی اور ان کو ظالم، بے ایمان، دوزخی، فسادی، راشی، جن، بھوت، پلیت، جاہل وغیرہ کے خطابات سے موسوم کیا اور جھوٹے الزام لگائے جس کو دیکھ کر خاوند کو سخت رنج ہوا۔

(۱۴) خاوند کو بچوں کے متعلق صاف جواب لکھا کہ ان کو تم اس وقت تک نہیں لے جاسکتے جب تک کہ مہر نہ دو، اب ایسی صورت میں خاوند اگر مجبور ہوکر اور تنگ ہوکر ایسی زوجہ کو طلاق دیدے تو اس کا یہ فعل واجبی جائز ہوگا یا ناجائز ہوگا، اور ظالم کہا جائے گا کہ نہیں؟ مفصل تحریر ہو۔

سوال:- (۲) کہ اگر کوئی زوجہ اپنے خاوند کے پاس رہنے سے بالکل انکار کردے بلکہ طلاق لینے پر آمادہ ہوجائے اور خاوند سے نفرت کرے تو ایسی صورت میں بھی کیا وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے اور خاوند کو اس کے نان ونفقہ دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، اور احکام شرعی اس کو مجبور کرے گی کہ نہیں؟

سوال:- (۳) اگر کوئی زوجہ اولاد کو اپنے قبضہ میں رکھے اور خاوند کو دینے سے انکار کرے تو کیا ایسی صورت میں بھی باپ پر خرچ اولاد کا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کے یہ افعال نہایت مذموم اور شرعاً قابلِ ملامت ہیں، جب شوہر بلائے اور اپنی حاجت

جماع پوری کرنا چاہے تو بیوی کو اس کی اطاعت لازم ہے، اگر کوئی عذر حیض وغیرہ کا ہو تو ظاہر کردے: عَنْ طَلْقِ ابْنِ عَلِيّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ رواه الترمذی[1]

مگر وہ اگر بلا عذر انکار کردے اور اطاعت نہ کرے اور شوہر ناراض ہوجائے تو ایسی عورت کی نماز وغیرہ کوئی عبادت قبول نہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، جب تک کہ شوہر اس سے راضی نہ ہوجائے: عن جابر رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاثة لا یقبل لهم صلٰوة ولا تُصْعَدُ لهم حسنة العبد الأبق حتٰی یرجع الٰی موالیه فیضع یده فی ایدیهم والمرأة الساخط علیها زوجها والسکران حتٰی یصحو رواه البیهقی فی شعب الایمان،[2] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا قَالَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ یَدْعُوْا امْرَأَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَتَابٰی عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ سَاخِطاً عَلَيْهَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْهَا اھ مشکٰوة شریف[3]

---

[1] ترمذی شریف ص ۲۱۹ / ج ۱ / ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، مکتبه بلال دیوبند، مشکوٰة شریف ص ۲۸۱ باب عشرة النساء ولکل واحد من الحقوق، دار الکتاب دیوبند.

ترجمہ:- حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے طلب کرے تو اس کو اس کی ضرورت پوری کرنا لازم ہے، اگرچہ وہ تنور پر ہو۔

[2] مشکوٰة شریف ص ۲۸۳ / باب عشرة النساء ومالکل واحد من الحقوق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص ۴۱۱ ج ۲ رقم الحدیث ۸۷۲۷ الستون من شعب الایمان وهو باب فی حقوق الاولاد والاهلین مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخص ایسے ہیں، جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے، نہ ان کی کوئی نیکی (آسمان کی طرف) چڑھتی ہے، (۱) بھگوڑا غلام یہاں تک کہ واپس آکر اپنے آپ کو اپنے آقا کے قبضہ میں دیدے۔ (۲) وہ عورت جس کا شوہر ناراض ہو، (۳) نشہ باز یہاں تک کہ اس کا نشہ ختم ہوجائے۔

[3] مشکوٰة شریف ص ۲۸۰ / باب عشرة النساء ومالکل واحد من الحقوق، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) خاوند کے راز کو ظاہر کرنا اور بدنام کرنا بھی گناہ ہے، هٰکذا یفهم من سورة التحریم[۱].

(۳) بغیر اجازت کسی دوسری جگہ شوہر کے گھر سے جانا بھی گناہ ہے، عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ تْ اِمْرَأَةٌ اِلَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَی الْمَرْأَةِ قَالَ اِنْ لَمْ تَمْنَعْ نَفْسَهَا وَلَوْکَانَتْ عَلٰی ظَاهِرِ قَتَبٍ وَلَا تَصُوْمُ یَوْماً اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاِنْ خَرَجَتْ نَفْسَهَا لَعَنَتْهَا مَلَائِکَةُ الرَّحْمٰنِ وَمَلَائِکَةُ الْعَذَابِ حَتّٰی یَرْجِعَ اهـ تنبیه الغافلین[۲].

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) دار الکتاب دیوبند، بخاری ص ۷۸۲ ج ۲ باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۴۶۵ ج ۱ کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، مطبوعه بلال دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے، وہ انکار کردے جس کی وجہ سے شوہر ناراض ہوکر رات گذارے فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی ایسا شخص نہیں جو اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے وہ انکار کردے مگر جو آسمان میں ہے (حق تعالیٰ شانہٗ) اس پر ناراض ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہوجائے۔

(صفحہ ہٰذا) [۱] وإذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا فلما نبأت به واظهره اللّٰه علیه عرف بعضه واعرض عن بعض ولما نبأها به قالت من انبأک هذا قال نبأنی العلیم الخبیر، سورة التحریم آیت ۳/.

[۲] تنبیه الغافلین ص ۲۹۴/ باب حق الزوج علی زوجته، مطبوعه عباس احمد البازمکه مکرمه.

ترجمہ: — حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شوہر کا عورت پر کیا حق ہے، ارشاد فرمایا، (۱) اپنے نفس (کے استعمال سے شوہر کو) منع نہ کرے، اگرچہ سواری پر سوار ہو (۲) شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے، (۳) (شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے اگر بلا اجازت) نکلتی ہے، تو ملائکۃ الرحمٰن اور ملائکۃ العذاب اس کے واپس آنے تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

(۴) جھوٹ بولنا حرام ہے[۱] اور جھوٹی شکایت کرنا بہتان ہے[۲] دونوں کی حرمت قرآن شریف سے ثابت ہے۔

(۵) خاوند سے شرعاً پردہ نہیں۔

(۶) کسی پر اس قسم کا بہتان لگانا قطعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اگر اسلامی حکومت ہو اور دوسری شرطیں بھی موجود ہوں تو ایسے بہتان کی سزا حدِ قذف ہے[۳]۔

(۷) ایسی چیز کو تحریر کرنا زبانی بہتان سے بھی سخت ہے۔

(۸) بلا وجہِ شرعی محض بدگمانی سے ایسی حرکت کرنا اور شوہر یا سسر کو ایسے الفاظ کہنا حماقت و جہالت ہے۔

(۹) جھوٹ بہتان گناہ ہے[۴]۔

(۱۰) یہ کمینہ پن اور حیا سوز حرکتیں ہیں۔

(۱۱) یہ تو ممکن ہے، کہ شوہر کی دوا سے نفع نہ ہو، اور ڈاکٹر کے علاج سے نفع ہو جائے، لیکن اگر

---

۱ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ. سورۃ آل عمران آیت ۶۱/۔
ترجمہ: — پھر اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو ناحق پر ہوں۔

۲ وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ خَطِيۡٓـئَةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ يَرۡمِ بِهٖ بَرِيۡٓـئًا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا. سورۃ النساء آیت ۱۱۲/.
ترجمہ: — اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے، سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا۔

۳ هو لغة الرمی و شرعا الرمی بالزنا وهو من الكبائر هو كحد الشرب كمية وثبوتا. الدر المختار علی رد المحتار زكريا ص ۴۴/۶۴۳ باب حد القذف، بحر كوئٹه ص ۲۹، ۳۰ ج۵ باب حد القذف، مجمع الأنهر ص ۳۶۳ ج۲ باب حد القذف، طبع بيروت.

۴ الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المائتين: البهت لما فی الحديث الصحيح "فان لم يكن فيه فقد بهته" بل هو اشد من الغيبة إذ هو كذب فيشق على كل احد، الزواجر ص ۵۷۶ ج۳ كتاب النكاح، طبع نزار مصطفى الباز مكه مكرمه.

جھوٹ اور بہانہ ہے تو گناہ ہے۔

(۱۲) یہ بھی بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے۔

(۱۳) خاوند کے باپ کی عزت کرنا بھی عورت کے ذمہ لازم ہے، اور ایسے لفظ کہنا حرام ہے[1]۔

(۱۴) یہ نشوز و نافرمانی ہے۔

(۱۵) مہر کی اگر کوئی مدت مقرر کی ہے تو اس مدت پر مطالبہ درست ہے، اور بچوں کی پرورش کا حق بھی ماں کو ہے، جب تک لڑکی بالغ ہو اور لڑکا سات سال کا ہو، کذا فی الدر المختار[2]، اگر بچوں پر برے اخلاق کا اثر پڑتا ہے، تو باپ کو حق ہے، کہ ماں سے علیحدہ کرلے، ایسے حال میں جب کہ نباہ دشوار ہوگیا تو شرعاً طلاق دینے میں مضائقہ نہیں، اور طلاق شوہر کی طرف سے ظلم نہیں: وایقاعه مباح وقیل الاصح حظره الا لحاجة بل یستحب لو موذیة او تارکة صلوٰة اھ درمختار[3]۔

جواب (۲) جو عورت شوہر کے مکان سے بغیر اجازت کسی دوسری جگہ چلی جائے تو وہ نفقہ کی حق دار نہیں نہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، جب تک شوہر کے مکان پر واپس نہ آئے: لا نفقة لخارجة من بیته بغیر حق وهی ناشزة حتیٰ تعود ولو بعد سفر اھ درمختار[4]۔

---

[1] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ مَرْفُوْعاً سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ. مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغيبة، دار الكتاب ديوبند.

[2] والحاضنة اما اوغيرها احق به ای بالغلام حتی يستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه يفتی الی قوله والام والجدة احق بهابالصغير ة حتی تحيض ای تبلغ فی ظاهرالرواية الخ الدرمختار على الشامی زکریا ۲۶۸/۲۶۷/ج۵/باب الحضانة.

[3] الدرمختارعلى الشامی زکریا ص ۴۲۸/ ج ۴/اول كتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص۳ج۲ كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۴۶۵ج۳ كتاب الطلاق، دار الفكر.

[4] الدرالمختارعلى الشامی نعمانیه ص ۶۴۶/ ج۲/ مطبوعه زکریا۲۸۶/۲۸۵/ج۵/ باب النفقة، مطلب لاتجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير، سكب الأنهر مع المجمع ص ۱۷۹ ج۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة.

(۳) بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے، جب تک طلاق نہ ہوئی ہو، اور بعد طلاق کے بچوں کے غیر ذی رحم محرم سے ماں نے نکاح نہ کیا ہو اور لڑکا سات سال سے کم ہو اور لڑکی بالغ نہ ہوئی ہو، نیز ماں کے حالات ایسے خراب نہ ہوں کہ اس کی گندی عادتوں کا اثر بچوں پر پڑ کر وہ خراب ہوجائیں، مگر بچوں کا خرچہ بہر صورت باپ کے ذمہ ہے: تثبت الحضانة للام ولو بعد الفرقة الا ان تكون مرتدة او فاجرة اوغير ما مونة او متزوجة بغير محرم الصغير والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمة اى الصغير وتعود بالفرقة والحاضنة احق به اى بالغلام حتٰى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى والام والجدة احق بها اى بالصغيرة حتى تحيض اى تبلغ فى ظاهر الرواية الخ درمختار[1] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع الفقير لا يشاركه احدٌ فى ذٰلك كنفقة ابويه وعرسه بهٖ يفتى اھ درمختار[2] اگر بچوں کی ملک میں کوئی مال ہو خواہ نقد ہو خواہ کپڑا ہو خواہ زمین وغیرہ ہو تو باپ ان مال میں سے ان بچوں کو نفقہ دے: فان نفقة المملوک علٰى مالكه والغنى فى ماله يشمل العقار والاردية والثياب فاذا احتيج الى النفقة كان للاب بيع ذٰلک كله وينفق عليه لانه غنى بهٰذا الاشياء بحر وفتح اھ درمختار[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/ ذی الحجہ ۶۰ھ

---

[1] الدرالمختارعلى الشامى نعمانيه ص ۶۱۴/ ج ۲/ مطبوعه زكرياص ۲۵۳ تا ۲۶۸/ ج ۵/ باب الحضانة، مجمع الانهر ص ۱۶۶ تا ۱۶۹ ج ۲ باب الحضانة، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۵۰۰ تا ۵۰۲ ج ۲ باب الحضانة، مطبوعه مكه مكرمه.

[2] الدرالمختارعلى الشامى نعمانيه ص ۶۴۶/ ج ۲/ مطبوعه زكريا ص ۳۴۲/ ۳۳۶/ ج ۵/ باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب، النهر الفائق ص ۵۱۸ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه مكه مكرمه، مجمع الأنهر ص ۱۹۱ ج ۲، باب النفقة، فصل، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] الدرالمختارزكريا ص ۳۳۷/ ج ۵/ باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب الخ، فتح القدير ص ۴۱۰ ج ۴ باب النفقة، فصل ونفقة الاولاد الصغار، دار الفكر بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۰۱ ج ۴ باب النفقة.

نافرمان بیوی کی تادیب اور نفقہ

سوال:- میری گھروالی میرا بالکل کہنا نہیں مانتی، غیر مردوں سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہے، اور بغیر اجازت جہاں مرضی ہو چلی جاتی ہے، میں اپنی سب آمدنی لا کر اس کو دیدیتا ہوں اور وہ مجھ کو کوستی ہے، کہتی ہے کہ بڈھا مرتا بھی تو نہیں، میری عمر پچاس برس اور اس کی عمر چالیس برس کی ہے، جوان اولاد ہے، غلط باتوں کا ان پر بھی اثر پڑ رہا ہے، اس صورت میں اس پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

الجواب (از دہلی) ایسی عورت ناشزہ ہے، نفقہ وغیرہ کی مستحق نہیں، جب تک کہ شوہر کی فرماں برداری نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ مشرف احمد عفی عنہ جامع مسجد فتح پور دہلی۔

الجواب (از فقیہ الامت) بیوی کی یہ روش شوہر کے ساتھ مذموم اور قبیح ہے، غیر مردوں کے ساتھ اگر چہرہ کھول کر ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہے، تو اس کے شوہر کو حق ہے کہ مناسب تنبیہ کرے اور سزا دے بدزبانی پر بھی سزا دینے کا حق ہے[1] جو عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے گھر سے اپنے والد کے گھر یا کسی اور جگہ چلی جائے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں، جب تک وہ شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے[2] اگر شوہر کے مکان پر ہے، اور بدزبانی کرتی ہے، کہنا نہیں مانتی تو گنہگار ہے، لیکن نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے[3] اگر شوہر کو صحبت پر قدرت نہیں دیتی تو ایک قول پر

---

[1] للزوج أن يضرب زوجته على اربعة اشياء وما فى معناها ومنه ما إذا شتمته او مزقت ثيابه أو اخذت لحيته أو قالت له يا حمار يا ابله أو لعنته ومنه ما إذا كشفت وجهها لغير محرم أو كلمت اجنبيا الخ، بحر كوئٹه ص ۴۹ ج۵، فصل فى التعزير، الدر مع الشامى كراچى ص۷۷ ج۴ باب التعزير، مطلب فى تعزير المتهم، نفع المفتى والسائل ص۱۰۳ كتاب الحظر والاباحة، ما يتعلق باطاعة النساء لازواجهن.

[2] لا نفقة لاحد وعشر خارجة من بيته بغير حق وهى الناشزة حتى تعود (الدر المختار على الشامى نعمانيه ص ۶۴۶/ ج۲/) باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير، الدر المنتقى مع المجمع ص ۴۹۷ ج۲ باب النفقة، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة.

[3] فتجب للزوجة بنكاح صحيح الى قوله على زوجها لانها جزاء الاحتباس . (الدر المختار على الشامى نعمانيه ص۶۴۴/ ج۲/) باب النفقة، بحر كوئٹه ص۱۷۳ ج۴ اول باب النفقة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نفقہ واجب نہیں، کذا فی رد المحتار[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

فاسقہ بیوی پر نکیر اور اس کا نفقہ

سوال: – زید کو ایک عرصہ سے ایک مسجد میں امامت وخطابت کی خدمات سپرد ہیں، اس میں بہت سی ایسی خامیاں ہیں کہ ایک امام کے لئے اس طرح کی خامیاں زیبا نہیں دیتیں، مقتدیوں میں اختلاف ہے، متولی سے کہا گیا تو کہا پُرانا امام ہے، پڑا رہنے دو، یہ جواب بعض کو پسند ہے، بعض کو ناپسند ہے، اس امام نے کہا کہ بیوی اگر زانیہ اور شرابی بھی ہو تو یہ اس کا فعل ہے، بیوی ہونے کی جہت سے مرد کا ایسی بیوی کے ساتھ رہنا، اس کو نان ونفقہ دینا نہ صرف یہ کہ ضروری بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے۔ جب ان کو اس پر ٹوکا گیا تو فرمایا کہ کیا تم مجھ سے زیادہ فقہ جانتے ہو؟ مزید یہ بھی کہتا ہے کہ یہ آزادی کا دَور ہے، اگر بیوی کو مارا پیٹا تو وہ تھانہ میں رپٹ کر کے ہم کو سزا دلا سکتی ہے، لہٰذا ہمارے ذمہ اس کا نان ونفقہ ضروری ہے، امام کا یہ قول شریعت سے متصادم ہے، یا نہیں؟ ان کے ایسے خیالات کے باوجود ان کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی اگر گناہِ کبیرہ کی مرتکب اور فاجرہ ہو تو تب بھی شوہر کے ذمہ اس کو طلاق دینا واجب نہیں، محض مستحب ہے، جب کہ طلاق دینا واجب نہیں، رکھنا درست ہے، تو اس کا نفقۂ واجبہ ادا کرنا بھی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) مجمع الأنهر ص ۱۷۴ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا)[1] لو مانعته من الوطئ لم تكن ناشزة (درمختار) وقال بعضهم لا نفقة لها لانها ناشزة .
(شامی نعمانیه ص ۶۴۷/ ج ۲/) باب النفقة، مطلب لاتجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير، الدر المنتقى ص ۱۷۹ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۵۰۷ ج ۲ باب النفقة، طبع مكه مكرمه.

لازم ہوگا، اور واجب کی ادائیگی پر اجر ثواب کا ملنا بالکل ظاہر ہے، لہٰذا امام صاحب کی یہ بات ایسی نہیں کہ جس کی وجہ سے ان کو علیحدہ کیا جائے، البتہ کہنے کا فرق ہے، اگر اس طرح کہا جائے کہ زانیہ اور شرابی بیوی کو نان نفقہ دینا باعثِ اجر وثواب ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ ثواب اس کے زانیہ یا شرابی ہونے کی وجہ سے ہے، اور اسی مطلب کی وجہ سے غالبًا مقتدیوں کو تشویش ہے، بلکہ اس کا مطلب وہ ہے جو احقر نے بیان کیا ہے، اور اس پر کوئی اشکال نہیں، لہٰذا اگر امام صاحب بھی مسئلہ کا عنوان بدل دیں تو پھر شاید تشویش نہ ہو: **وَلایجبُ علی الزوج تطلیق الفاجرة ا ھـ (درمختار)**[1]

امام صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آج کل آزادی عام طبائع میں ہے، اولاد اپنے والدین کی اطاعت نہیں کرتی، بیویاں اپنے شوہروں کی اطاعت نہیں کرتیں، سختی کرنے اور مار پیٹ کرنے کے نتائج عامۃً اچھے ظاہر نہیں ہوتے، مقدمہ عدالت اور سزا تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے، لیکن اس کی وجہ سے ہر قسم کی روک ٹوک کر کے اپنی طرف سے ہر معصیت کی آزادی واجازت دینا بھی کسی حال میں درست نہیں، حسبِ استعداد وصلاحیت نہی عن المنکر لازم ہے، اگر معصیت ومنکر کی تغییر ہاتھ سے قدرت نہ ہو تو زبان سے نکیر لازم ہے، (موجودہ صورت میں یقیناً حاصل ہے) اگر بالفرض زبان سے قدرت نہ ہو تو دل میں نفرت تو بہر حال ضروری ہے، اگر یہ نفرت دل میں بھی نہ رہے تو پھر ایمان سلامت رہنا دشوار ہوتا ہے، شوہر سے اس کی زوجہ کے متعلق بھی قیامت میں سوال ہوگا، شوہر بالکل آزاد نہیں چھوڑ دیا جائے گا، احادیثِ صحیحہ میں اس کو صاف صاف بیان فرمایا گیا ہے: **مَنْ رَأَىٰ مَنْكَراً**[2] **(الحديث) كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ**[3] **(الحديث).**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۳/۲/۸۶ھ

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۳/۲/۸۶ھ

---

[1] الدرا لمختار علی الشامی نعمانیه ص ۲۹۲/ ج ۲/. باب المحرمات) (بقیه اگلے صفحه پر)

زوجہ کا تعنّت اور زیادتی

سوال:- ہندہ زید کی زوجہ کچھ روز سے اپنے شوہر کے ساتھ ہر وقت بیکار اور لایعنی باتیں نکال کر جھگڑا کرتی رہتی تھی، آخر ایک دن اپنے شوہر سے جھگڑے کے درمیان یہ کہا کہ مجھ سے اور تم سے زن وشوہر والے تعلقات آج سے نہیں اور میں یہ تعلقات ختم کرتی ہوں، اس کے بعد کسی بہانہ سے وہ اپنے میکہ چلی گئی اور وہیں رہ کر نہایت آزادی سے خلافِ شرع گذارہ کرتی رہی، اور اس درمیان میں زید اپنی مسلسل مہذب کوشش اس کو لانے کی کرتا رہا، یہاں تک کہ زید نے اس کے مکان پر جاکر اس کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا، لیکن وہ اس کے ساتھ آنے کو تیار نہ ہوئی اور آنے سے انکار کردیا، دشواری یہ ہے کہ زید اس سے جدائی نہیں چاہتا، اور ہندہ کی طرف سے اب تک کوئی ایسی کوشش نہ ہوئی جس سے اس کے آنے کا منشاء سمجھا جاتا اور وہ بظاہر نہ چھٹکارہ کی کوشش کرتی ہے، اور وہ اب تک سابقہ زندگی پر قائم بھی ہے، تو کیا ہندہ پر تعلقات بنانے کی کوئی ذمہ داری ہے، یا نہیں؟ صورتِ مسئولہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟ نیز ہندہ نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ اس واقعہ میں یقیناً مجرم اور گنہگار ہے، وہ نفقہ کی مستحق نہیں، جب تک شوہر کے مکان پر

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) قبیل باب الولی، بحر کوئٹہ ص۱۰۷ ج۳ فصل فی المحرمات، هندیه کوئٹه ص۳۷۲ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون، فی المتفرقات.

۲ من رأی منكم منكرا فليغيره بيده ومن لم يستطع فبلسانه ومن لم يستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶/ج۲/) باب الامر بالمعروف) کتاب الآداب، دار الکتاب دیوبند، مسلم شریف ص ۵۱ ج ۱ باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان. مطبوعه مکتبه بلال دیوبند.
ترجمہ:- جو شخص کسی منکر کو دیکھے۔

۳ (بخاری شریف ص ۱۲۲/ج ۱/) باب الجمعة فی القری والمدن، مکتبه اشرفی دیوبند، مشکوٰۃ ص ۳۲۰ کتاب الإمارة والقضاء، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.
ترجمہ:- تم سب چرواہے ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

واپس نہ چلی جائے[1] شوہر کو چاہئے کہ ہندہ سے دریافت کرے کہ تم کو کیا تکلیف ہے، اگر وہ کوئی معقول بات کہے تو اس کا انتظام کرے، ورنہ اہلِ خاندان کے ذریعہ اس کو اپنے مکان پر لانے کی کوشش کرے، یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر ہندہ نہ آئی تو میں دوسری شادی کرلوں گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۱۳۹۶ھ

بیوی کا علیحدہ مکان کا مطالبہ اور نشوز کی صورت میں نفقہ

سوال:- حامد نے نعیمہ کے ساتھ نکاح کیا اور بعد رخصتی کے نعیمہ کو اپنے مکان پر لے جا کر اسی مکان میں رکھا جس میں حامد کے ماں باپ بھائی وغیرہ رہتے تھے، دستور کے موافق نعیمہ کبھی کبھی اپنے والدین کے یہاں آتی جاتی رہی، دس، گیارہ، ماہ نعیمہ سسرال میں رہی، مگر ساس سسر اور شوہر کی بدخلقی اور بدگوئی کی وجہ سے بہت رنج اور صدمہ رہتا تھا، آخر وہ مریض ہوکر سسرال والوں کے مشورہ سے والدین کے گھر آئی اور علاج کے بعد آرام ہوگیا، ان ایام میں اس نے اپنے والدین سے سسرال والوں کی بدسلوکی کو ظاہر نہیں کیا، تندرستی وصحت کے بعد ساس سسر اور شوہر جمع ہوکر نعیمہ کو لینے آئے، نعیمہ کے والد نے کہا کہ لڑکی دوا پیتی ہے، اب فی الحال نہیں آٹھ روز کے بعد جائے گی، وہ خالی چلے گئے، مگر اب نعیمہ کو فکر وخیال لاحق ہوا، کہ پھر جا کر اسی مکان میں رہنا ہوگا، اور یہ مجھ کو ناپسند ہے، بسبب ان کی بدسلوکی کے، اس نے اپنے والدین سے ظاہر کردیا کہ ساس سسر کے ساتھ اسی مکان میں رہنا نہیں چاہتی مجھ کو جدا مکان میں رکھیں،، ان کے ساتھ رہنے میں مجھ کو سخت تکلیف ہوتی ہے، میں ان کے کلمات وعادات کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتی، پھر جب حامد اپنی زوجہ کو لینے آیا اور اپنے سسر سے کہا کہ اجازت دیں تو کل سواری لاکر نعیمہ کو لے جاؤں، اس کے سسر نے

---

[1] لا نفقة لاحد عشر وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود (الدر المختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص ۶۴۶ / ج ۲ /) باب النفقة، سكب الانهر ص ۱۷۹ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۷۹ ج ۴ باب النفقة.

کہا ہاں لیکن لے جا کر کہاں اور کیسے رکھو گے تو حامد نے کہا کہ جہاں پہلے رہتی تھی، اسی طرح اسی مکان میں رکھوں گا، حامد کے سسر نے کہا نعیمہ کہتی ہے کہ اب میں ساس سسر کے ساتھ ایک مکان میں ہرگز نہیں رہوں گی، مجھ کو جدا مکان میں رکھیں، تو چلتی ہوں ورنہ نہیں جاؤں گی، لہٰذا تم اس کو الگ مکان میں رکھو اور اس کی کنجی قفل اس کو دو تا کہ وہ با اختیار اس میں رہے، حامد نے اپنی بے اختیاری کا عذر کیا، اس کے سسر نے کہا تم بے اختیار ہو تو ہو مگر اس کو جدا مکان میں رکھنا لازم ہے، حامد نے اس سے مطلقاً انکار کیا اور چلا گیا، اور پھر کبھی لے جانے کا نام نہیں لیا، بلکہ دوسری شادی کی فکر میں لگ گیا، اور تقریباً چار سال کے بعد دوسری شادی کر لی، اور نعیمہ چھ برس تک اپنے والدین کے پاس بیٹھی رہی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نعیمہ جو جدا مکان میں رہنا چاہتی ہے، اور مکان نفقہ میں داخل ہے تو نعیمہ اس مطالبے کی وجہ سے جو حامد کے گھر نہیں گئی کیا وہ ناشزہ ہے؟ اور کیا یہ حق طلبی اس کو نہیں پہنچتی کیا یہ نشوز ہے؟ زید فتویٰ دیتا ہے کہ نعیمہ کو ان ایام گزشتہ کا نفقہ نہیں پہنچتا اور عمر کہتا ہے، کہ نعیمہ کو چھ سال کا نفقہ پہنچتا ہے، نعیمہ نے اپنا حق طلب کیا ہے وہ ناشزہ نہیں ہے، حق طلبی کی وجہ سے حامد کے گھر نہیں گئی ہے، تو اس کو نفقہ دینا حامد پر لازم ہے، اور مکان جدا دینا بھی مثل مہر معجّل کے لازم ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ کتبِ فقہ حنفی میں بخوبی مصرح ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: **لو منعت نفسها للمهر دخل بها اولا ولو كلهٗ مؤجلاً عند الثانى كما فى البحر وَالنهر وارتضاه محشي الاشباه لانه منع بحق فتستحق النفقة. درمختار[1] بابُ النَّفقة.**

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کے ذمہ واجب ہے کہ عورت کو ایک مکان علاحدہ رہنے کے لئے دے کہ اس مکان میں شوہر کے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ نہ رہتے ہوں، بلکہ وہ پورا بیوی کے قبضہ وتصرف میں ہو، اور مکان سے مراد ایک کمرہ یا کوٹھا ہے، جس کو عربی میں بیت کہتے ہیں، لہٰذا اگر صحن وغیرہ مشترک ہو جس کو شوہر کے دوسرے عزیز بھی استعمال کرتے ہوں اور بیوی بھی، تو اس کو مطالبہ کا حق نہیں کہ میرا

[1] الدر المختار على الشامى كراچى ص ۵۷۴ ج ۳ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجه ابنة الصغير.

صحن بھی مستقل ہونا چاہئے، اس میں بھی کسی کی شرکت نہ ہو، یہ اس وقت ہے جب کہ شوہر اور بیوی دونوں زیادہ مالدار نہ ہوں، بلکہ غریب یا متوسط درجے کے ہوں، اگر مالدار ہوں اور شوہر میں اس قدر استطاعت ہو کہ کوئی مستقل گھر علیحدہ بیوی کو دے سکتا ہو، خواہ خرید کر خواہ کرایہ پر خواہ عاریت پر جس کا صحن وغیرہ بھی علیحدہ ہو جس کو عربی میں دار کہتے ہیں، تو عورت کو اس کے مطالبہ کا حق حاصل ہے: هٰكذا فی رد المحتار[1] ص ۶۲۶ / ج ۲ / باب النفقة. نشوز و عدمِ نشوز کو اسی پر متفرع کر لیا جائے، رہا گذشتہ شش سالہ نفقہ سو نشوز کی صورت میں اس کا وجوب ہی نہیں ہوا، اور عدم نشوز کی صورت میں مضی مدت سے ساقط ہو گیا اب اس پر مطالبہ کا حق نہیں رہا، اگر قضاءِ قاضی یا مصالحتِ طرفین سے نفقہ کی کوئی مقدار متعین ہو جاتی تو ضرور اس کے مطالبہ کا حق باقی رہتا، اور وہ مضیٔ مدت سے ساقط نہ ہوتا: وَالنفقة لاَ تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحهما علٰی قدر معين اصنافا او دراهم فقبل ذٰلک لا يلزمهٗ شئ اھ درمختار قوله والنفقة لا تصير ديناً الخ ای اذا لم ينفق عليها بان غاب عنها او كان حاضراً فامتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضی المدة قال فی الفتح و ذكر فی الغاية معزواً الی الذخيرة ان نفقة مادون الشهر لا تسقط فكانه جعل القليل ممّا لا يمكن الاحتراز عنه اذا لو سقطت بمضی يسير من الزمان لما تمكنت من الاخذ اصلاً اھ رد المحتار[2] ص ۱۰۱۸ / ج ۲ /، باب النفقة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

---

[1] ذات اليسار لا بد من افرادها فی دارٍ ومتوسطة الحال يكفيها بيت واحد من دار شامی نعمانيه ص ۶۶۲ / ج ۲، مطلب فی مسكن الزوجة، باب النفقة، فتح التقدير ص ۳۹۷ ج ۴ فصل وعلى الزوج ان يسكنها، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۴ ج ۴ باب النفقة.

[2] شامی نعمانيه ص ۶۵۸ / ج ۲، مطلب لا تصير النفقة دينا الا بالقضاء او الرضا، باب النفقة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۸۶، ۱۸۷ ج ۴ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۱۲ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بیوی کے لئے الگ مکان

سوال:-میری لڑکی کی شادی ۱۹۵۱ء میں ہوئی۔جس لڑکے سے شادی ہوئی وہ مالدار گھر اور شریف خاندان کا ہے۔میری لڑکی کے تین بچے بھی ہیں اس دوران میں اس لڑکے کا طوائف سے تعلق ہوگیا اور اس طوائف کے پاس دوسرے لوگ بھی آتے جاتے رہے غرض یہ کہ اس طوائف سے لڑکے کے ناجائز تعلقات چار پانچ سال رہے اس دوران طوائف کے دو بچے بھی پیدا ہوئے جب طوائف کو یہ معلوم ہوگیا کہ مالدار گھر کا لڑکا ہے تو چار پانچ برس کے ناجائز تعلقات کے بعد نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد بھی وہ عورت بے پردہ رہتی ہے لڑکے نے اپنی تفریح کی وجہ سے یہ نکاح کیا ایسی حالت میں یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز جس مکان میں میری لڑکی قصبہ چھتاری میں رہتی تھی اسی مکان میں طوائف کو مع بچوں کے لے آیا اس پر میری لڑکی نے کہا کہ میں اس مکان میں نہیں رہونگی ،اگر مجھے اس مکان میں رکھنا ہے تو اس طوائف کو علی گڑھ ہی میں رکھو لڑکے کے والدین نے میری لڑکی کو مع بچوں کے میرے گھر بھیج دیا اس معاملہ میں میری لڑکی کا طرز عمل صحیح ہے یا لڑکے کے والدین کا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا[۱] نکاح کرکے جو کچھ خواہش پوری کی جاوے وہ ہزار ہا درجہ بہتر ہے اس سے کہ بغیر نکاح کے خواہش پوری کی جاوے البتہ جب کسی کی دو بیویاں ہوں تو دونوں میں برابری لازم ہے،[۲] اگر ایک بیوی کے پاس ایک مختصر سا کمرہ ہو جس میں کسی اور کا دخل نہ ہو اور مکان کی دیگر ضروریات صحن وغیرہ دوسرے بیوی کے

[۱] وینعقد النکاح بایجاب وقبول وشرط حضور شاهدین الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۶۹/۸۷ ج ۴/اول کتاب النکاح، تبیین الحقائق ص ۹۶،۹۸ ج ۲ کتاب النکاح، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۱،۸۷ ج ۳ کتاب النکاح.

[۲] ویجب ان یعدل فیه ای فی القسم بالتسویة فی البیتوتة وفی الملبوس والماکول والصحبة لا فی المجامعة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۷۸/ج ۴/باب القسم، مجمع الأنهر ص ۵۴۸ ج ۱ باب القسم، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۸ ج ۳ باب القسم.

ساتھ مشترک ہوں تو پھر یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں کہ مجھے علیحدہ مستقل مکان دیا جائے یا میکہ بھیج دیا جائے، میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، اگر شوہر ایک ہی کمرہ میں رہنے پر مجبور کرے تو اس کو یہ حق ہے [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۷ھ

بیوی کو الگ مکان کے مطالبہ کا حق

سوال:- اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کہے کہ میں تمہارے والدین کے ساتھ نہیں رہوں گی بلکہ تم مجھے اپنے والدین کے مکان سے الگ رکھو تو کیا شوہر پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو الگ گھر دے اگر بیوی کسی ایک مکان کو منتخب کردے کہ مجھے فلاں جگہ مکان بنا کر رکھو اور شوہر اس جگہ مکان دینے پر قادر ہے تو شوہر کو اس متعینہ جگہ میں بھی مکان بنا کر دینا لازم ہوگا یا نہیں اس سلسلہ میں جو بھی احکام ہوں اس پر روشنی ڈالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کے لئے ایک کوٹھری مستقل ہونا ضروری ہے جس میں کسی اور کا دخل نہ ہو باقی بیت الخلاء وغیرہ مشترک ہو کہ شوہر کے والدین بھی استعمال کریں اور بیوی بھی تو ٹھیک ہے ہر چیز کے الگ الگ مطالبہ کرنے کا حق نہیں [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] تجب السكنى لها عليه فى بيت خال عن اهله واهلها امرأة ابت ان تسكن مع ضرتها او مع احمائها كامة وغيرها فان كان فى الدار بيوت وفرغ لها بيتا وجعل لبيتها غلقا على حدة ليس لها ان تطلب من الزوج بيتا آخر فان لم يكن فيها الا بيت واحد فلها ذلك عالمگیری کوئٹہ ص۵۵٦ ج۱ الفصل الثانی فى السكنى البحر الرائق کوئٹہ ص۱۹۴ ج۴ باب النفقة، در مختار على الشامى زکریا ص ۳۲۰ ج۵، كتاب الطلاق ،باب النفقة.

[2] وكذا تجب لها السكنى فى بيت خال عن اهله واهلها الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۳۱۹ ج ۵، كتاب الطلاق، باب النفقة،مطلب فى مسكن الزوجة، فتح القدير ص۳۹۷ ج۴ فصل وعلى الزوج ان يسكن، مطبوعه دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۱۸۵،۱۸٦ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بیوی کا مطالبہ علیٰحدہ مکان کے لئے

سوال:- زید کی اہلیہ اپنے میکہ چلی گئی، زید اس کو دو تین مرتبہ لینے کے لئے گیا مگر نہ اس کے والدین نے بھیجا اور نہ وہ خود بھی زید کے گھر آنے کے لئے تیار ہے، اور کہتی ہے کہ زید کے ساتھ دوسری اہلیہ کی موجودگی میں نہ رہوں گی، اس کو طلاق دیدو یا مجھے علیٰحدہ مکان میں رکھو تب رہوں گی، اس کا نان ونفقہ زید کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک شوہر کے گھر واپس نہیں آئے گی، نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی[1]۔

تنبیہ: اپنی زوجہ کے لئے ایک کمرہ ایسا جداگانہ ہونا ضروری ہے جس میں کسی دوسرے کا تصرف نہ ہو، باقی صحن، غسل خانہ، بیت الخلاء، باورچی خانہ سب مشترک ہوں جو کہ دوسری بیوی یا شوہر کی والدہ، بہن وغیرہ کے استعمال میں ہو تو کوئی مضائقہ نہیں[2] اس سے زائد مستقلاً علیٰحدہ مکان کا مطالبہ غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لا تجب النفقة للناشزة وهى الخارجة من بيت زوجها بغير اذنه المانعة نفسها منه ولو عادت الناشزة الى منزل الزوج وجبت لها النفقة لزول المانع تبيين الحقائق ص ۵۲ ج۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، (مجمع الانهر ص ۱۷۴/ ج۲/) باب النفقة.

[2] وعلى الزوج ان يسكنها فى دار مفردة فيها احد من اهله، ولو اسكنها فى بيت من الدار مفرد وله غلق كفاها اقتصر على الغلق افاد انه وان كان الخلاء مشتركا بعد ان يكون له غلق يخصه وليس لها ان تطالبه بمسكن آخر، هدايه مع فتح القدير ص۳۹۷ ج۴، فصل وعلى الزوج ان يسكنها فى دار، مطبوعه دار الفكر بيروت، حاشية الشلبى على التبيين ص ۵۸ ج۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، النهر الفائق ص ۵۱۵ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

گذشتہ دنوں کا نفقہ

سوال: –اگر کسی نے شادی کی اور اپنی بیوی کو کچھ دنوں تک گھر میں رکھا، بعدہٗ بیوی اپنے میکہ چلی گئی اور شوہر مثلاً چار پانچ سال تک نہیں لایا، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا، اب بیوی شوہر سے ان ایّام کا نفقہ طلب کرتی ہے جن ایّام میں وہ میکہ رہی ہے، تو کیا شوہر پر ان ایّامِ گذشتہ کا نفقہ واجب ہوگا؟ مفصلاً تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک میکہ رہوگی، تم کو اتنا نفقہ ہر ماہ دیتا رہوں گا، تو بیوی کو مطالبہ کا حق ہے، اور اگر کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا، تو اِن ایّام گذشتہ کا نفقہ طلب کرنے کا حق نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۹/۱۱/۸ھ

دوا علاج کیا شوہر کے ذمہ لازم ہے

سوال: –ہندہ کی بیماری میں جو اخراجات کئے گئے وہ اخراجات ہند کے زوج کے ذمہ پر لازم ہوں گے، یا ہندہ کے اپنے مال میں سے خرچ کیا جاوے اور جتنے دن ہندہ اپنے زوج کی رضامندی سے اپنی ماں کے پاس مقیم رہی، اتنے ایام کا نفقہ کس کے ذمہ ہوگا، زوج کے ذمہ ہوگا یا کیا۔

---

[1] والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء اوالرضاء اى اصطلاحهما على قدر معين اصنافاً اودراهم. (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ٦٨/ج٢/باب النفقة، مطلب لا تصير النفقة دينا، مطبوعه نعمانيه، البحر الرائق كوئٹه ص١٨٦، ١٨٧ ج٤ باب النفقة، النهر الفائق ص ٥١٢ ج٢ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداًومصلیاً

اگر شوہر کی اجازت سے اپنی ماں کے پاس رہی ہے، تو ان ایام کا نفقہ زوج کے ذمہ لازم ہے[1] لیکن بیماری کی وجہ سے جو کچھ دوا وغیرہ میں خرچ ہوا ہے، وہ زوج کے ذمہ واجب نہیں، ہاں اگر زوج وہ خرچ دیدے تو اس کا احسان ہے: **ولا یجب الدواء للمرض ولا اجرة الطبیب ولا الفصد ولا الحجامة کذا فی السراج الوهاج اهـ فتاویٰ عالمگیریه.**[2] **ص ۵٦۴ / ج ۲ / الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی سفر میں ساتھ رہنے سے انکار کردے اس کا نفقہ

سوال :- زید کی بڑی بیوی ۵۵/ سال امیرہ کبیرہ واجب زکوٰۃ اور تمام اقسام ٹیکس کی ادا کرنے والی اور ۲۲/ سالہ شادی شدہ لڑکا متمول، مالک جائیداد، تاجر اور ٹیکس گذار، زید کی دوسری چھوٹی بیوی ۲۴/ سالہ غریب، قابلِ رحم و بے سہارا ایک چھوٹی بچی گود میں، لڑکی کی ماں سات سو میل فاصلہ پر چپکے سے شادی کے وقت سے مقیم بسبب غربت زید اس کے جملہ افراد کا صلہ رحمی پر کفیل، تقاضائے وقت کہ زید کی تجارت متزلزل ہوئی اور زید صرف مجبور محتاج ہو گیا، زید کا خیال ہوا کہ کسی

---

[1] **فتجب النفقة ولو هی فی بیت ابیها اذا لم یطالبها الزوج بالنقلة. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار کراچی ص ۵۷۲/ ۵۷۵/ ج۳/) ، باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الفصل الاول فی نفقة الزوجة.**

[2] **(فتاوی عالمگیری ص ۵۴۹/ ج ۱/) مطبوعه زکریا دیوبند، شامی زکریا ص ۲۸۵ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۸۲ ج۴ باب النفقة، تبیین الحقائق ص ۳۰۷ ج ۱ باب صدقة الفطر، مطبوعه امدادیه ملتان.**

چھوٹی بستی میں معمولی کرایہ پر دوکان لے کر کاروبار شروع کرے، مگر بڑی بیوی ہمراہ جانے کے لئے تیار نہیں، چھوٹی بیوی ہر طریقہ سے تیار ہے، یہ بستی کہ جہاں زید کاروبار کا خیال رکھتا ہے، بیوی کے مکان سے ۴۸ر میل فاصلہ پر ہے، تو ان حالات میں چند امور قابلِ دریافت ہیں۔

الف: زید کے ساتھ دوسرے شہر میں نہ رہنے پر عدمِ رضامندی بڑی بیوی کی شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

ب: اس عدولِ حکمی کے باوجود زید کے ذمہ نان ونفقہ اور مساوات بدستور قائم ہے یا نہیں؟

ج: تلاشِ روزگار میں زید کی بڑی بیوی کو لڑکے کے پاس چھوڑ کر جانا لمبے عرصہ کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

د: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا کہ میرے پاس مال موجود ہے اور میرا باپ میرے مال کا محتاج ہے، آپ نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے لئے ہیں، اس لئے کہ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔ (ابوداؤد[1]، نسائی، ابن ماجہ)

(۱) اس حدیث کے بموجب کیا محتاج زید تونگر بیٹے سے اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے۔

(۲) کیا زید اپنی بڑی بیوی کو اس کے بیٹے کے پاس بغیر ادائیگی نان ونفقہ چھوڑ سکتا ہے۔

(۳) بدون نصیحت یا وصیت بیٹے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی والدہ کو اپنے پاس رکھے،

(۴) کیا زید اپنے بیٹے کو وصیت کرسکتا ہے کہ سوتیلی والدہ بہن بھائی کی امداد کرے زندگی میں بھی بعد وفات بھی۔

(۵) وصیت کو پورا کرنا کیا بیٹے کا فریضہ ہے شرعاً، اخلاقاً، عُرفاً۔

---

[1] عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رجلا اتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال یا رسول اللّٰه إنّ لی مالاً وولداً وان والدی یحتاج مالی قال انت ومالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم، ابوداؤد ص۴۹۸ ج۲ کتاب البیوع، باب الرجل یاکل من مال ولده، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، ابن ماجه ص۱۶۵ ابواب التجارة، باب ما لاجل من مال ولده، مطبوعه اشرفیه دیوبند.

(۶) کیا بیوی کا فریضہ نہیں کہ ہر بات میں شوہر کے ساتھ رہ کر وقتی مشکلات حل کرائے،
(۷) مجبوری کی صورت میں کیا حسنِ سلوک وصلہ رحمی وامداد اقرباء کی موقوف کی جاسکتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

(الف) ان حالات میں زید کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ بڑی بیوی کو دوسرے شہر میں لے جانے پر مجبور کرے، خاص کر جب کہ دوسرا شہر بیوی کے مکان سے اڑتالیس میل فاصلہ پر ہو۔ کذا فی ردالمحتار ص: ۳۶۰، ج:۲۔[1]

(ب) اس عدولِ حکمی سے نفقہ ساقط نہیں ہوگا[2] شامی ص: ۶۴۷، ج:۲، شب باشی میں مساوات اس وقت ضروری ہے جب دونوں ساتھ ہوں، اگر ایک اپنے مکان پر ہو دوسری سفر میں ساتھ ہو تو یہ مساوات ضروری نہیں۔[3]

(ج) رہ سکتا ہے مگر بالکل نہ چھوڑ دے بلکہ حسبِ مصالح ومواقع بڑی بی بی کے پاس بھی آتا رہے اور نفقہ بھی دیتا رہے۔[4]

---

[1] انه ليس له السفر مطلقا بلارضاها لفسادالزمان لانها لاتأمن على نفسها في منزلها فكيف اذاخرجت وانه صرح في المختار بان عليه الفتوى الخ شامي نعمانيه ص ۳۶۰/ ج۲/ باب النفقة، مطلب في السفر بالزوجة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۹ ج۳، مجمع الأنهر ص۵۲۸ ج۱ باب المهر، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اوابت الذهاب اليه اوالسفر معه او مع اجنبي بعثه لينقلها فلها النفقة در مختار اى بناء على المفتىٰ به من انه ليس له السّفر بها لفساد الزمان فامتناعها بحق شامي نعمانيه ص ۶۴۷/ ج۲/ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجه ابنه الصغير، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، المحيط البرهاني ص۲۸۳ ج۴ الفصل الاول من يستحق النفقة من الزوجات، مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

[3] اما اذا سافر باحداهما ليس للاخرى ان تطلب منه ان يسكن عندها مثل التى سافربها، شامي زكريا ص۳۸۳ ج۴ باب القسم، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۱ ج۱ الباب الحادى عشر في القسم، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۰ ج۳ باب القسم.

[4] يجب النفقة والكسوة والسكنى للزوجة على زوجها ولو صغيراً مسلمة كانت او كافرة كبيرة او صغيرة مجمع الأنهر ص۱۷۳ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۴۴ ج۱ الفصل الاول في نفقة الزوجة، الدر المختار على الشامي زكريا ص۲۷۸، ۲۸۳ ج۵ باب النفقة.

(د) ۱ : اصل یہ ہے کہ ہر شخص اپنا خرچہ برداشت کرے، بعض اسباب کے ماتحت شریعت نے خاص صورتوں میں دوسروں پر نفقہ لازم کیا ہے، بیٹا اگر مالدار صاحبِ وسعت ہو اور باپ حاجتمند غریب ہو تو باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے[۱]۔

(۲) اگر باپ اپنی بڑی بی بی کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتا، غربت کی وجہ سے عاجز ہے، تو اسکے بیٹے کے ذمہ لازم ہے، کہ اپنی والدہ کا خرچہ برداشت کرے جب کہ مالدار ہے[۲]۔

(۳) اِن حالات میں مالدار بیٹے کے ذمہ خود بھی ضروری ہے باپ کی نصیحت وصیت کا انتظار نہ کرے۔

(۴) جب کہ باپ مفلس ہے اور بیٹا مالدار ہے، تو اس کے ذمہ لازم ہے، کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بہنوں کا بھی خرچہ دے۔ (شامی[۳] ص۶۷۳/ج۲/)

(۵) حسبِ وسعت بیٹے کے ذمہ لازم ہے کہ باپ کی غربت کا لحاظ رکھے اور نفقہ دے[۴]۔

(۶) بالکل بی بی کا فریضہ ہے، کہ اپنے مونس وہمدم شوہر کی پاس داری کر کے اس کو راحت پہنچائے، لیکن اگر اس کو اپنا مکان چھوڑ کر شوہر کے ساتھ دوسرے شہر جانے سے شوہر کی طرف سے ایذاء وضرر کا اندیشہ ہے، تو اس بات میں شوہر اس کو مجبور نہیں کرسکتا[۵]۔

---

[۱] وتجب على موسر يسار الفطرة النفقة لا صوله ولو اب امه. (الدر المختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص ۶۷۸/ج۲/) مطلب فى نفقة الاصول.

[۲] تجب على الموسر نفقة ابويه واجداده وجداته مجمع الأنهر ص۱۹۵ ج۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،تبيين الحقائق ص۶۳ ج۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، در مختار على الشامى نعمانيه ص ۶۷۸/ج۲/، باب النفقة، مطلب فى نفقة الاصول.

[۳] وعليه نفقة زوجة ابيه وام ولده قال فى البحر وظاهر الذخيرة ان المذهب عدم وجوب نفقة امرأة الاب او جاريته او ام ولده حيث لم يكن بالاب علة وان الوجوب مطلقا رواية عن ابى ايوسف شامى نعمانيه ص۶۷۳/ باب النفقة، مطلب فى نفقةزوجة الاب، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۶ ج۴ باب النفقة، مجمع الأنهر ص۱۹۹ ج۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۴] تجب على الموسر نفقة ابويه واجداده وجداته مجمع الأنهر ص۱۹۵ ج۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،تبيين الحقائق ص۶۳ ج۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، در مختار على الشامى نعمانيه ص ۶۷۸/ج۲/، باب النفقة، مطلب فى نفقة الاصول. (بقیہ اگلے پر)

(۷) مالی صلہ رحمی مالی وسعت کے موافق ہوتی ہے مجبوری کی حالت میں معذوری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مالِ حرام سے نفقۂ زوجہ

سوال:- اگر کوئی آدمی مالِ حرام کما کر اپنی عورت کو کھلاوے تو عورت کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ رشوت اور غصب نہ ہو تو گنجائش ہے، یعنی بعینہٖ حرام مال کا لینا ناجائز ہے، البتہ اس کے عوض کی چیزوں میں وسعت ہے، اورگناہ شوہر پر ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی سے بدگمانی کی بناء پر نفقہ بند کردینا

سوال:- بیگم جانی یوسف خاں کے نکاح میں چودہ سال سے ہے، پانچ اولاد ہیں، میرے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] اذا اراد ان یخرجھا الی بلاد الغربة یمنع من ذلک لان الغریب یوذی ویتضرر لفساد الزمان شامی نعمانیہ ص ۳۶۰/ج ۲/ باب النفقة، مطلب فی السفر بالزوجة.

(صفحہ ہذا) [1] لو اشتری طعاماً اوکسوة من مال اصله لیس بطیب فھی فی سعة من تناوله والا ثم علی الزوج. شامی زکریا ص ۳۰۲/ج۷، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً، عالمگیری ص ۳۵۰/ج۵/، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی الکسب، قاضیخاں علی الھندیة کوئٹه ص ۴۰۲ ج۳ کتاب الحظر والاباحة، ما یکره اکله وما لا یکره.

شوہر نے مجھ پر بدکاری کا الزام لگا کر ثبوت میں دیسی تیل گرم میں سے انگوٹھی نکالنے کے لئے حکم دیا، خدا کا شکر ہے کہ میں اس امتحان میں کامیاب رہی، اس کے بعد بھی بلاقصور مار پیٹ اور بدکلامی سے پیش آتا ہے دوسری شادی کر لی ہے، اب پانچ سال سے مجھے اور بچوں کو گھر سے نکال دیا ہے، میں بیوہ والدہ کے پاس مقیم ہوں، نہ میرا خیال ہے، نہ بچوں کا، فاقے گذرتے رہتے ہیں، ادارہ دینیات میں کئی درخواست دے چکی ہوں، اراکینِ کمیٹی بھی شوہر کی بدکلامی سے ڈرتے ہیں، جس کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا، شوہر لوگوں میں کہتے ہیں کہ میں طلاق دے دوں گا، اگر کمیٹی والے رکھنے کا فیصلہ کریں گے، تب بھی طلاق دوں گا، میں چاہتی ہوں کہ طلاق نہ ہو اور میرا شوہر مع بال بچوں کے نان ونفقہ کی خبر لے، اس صورت میں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قصور سے بری ہونے کا جو فیصلہ اختیار کیا گیا ہے، (گرم کڑاہی سے انگوٹھی نکالنا) شرعاً یہ طریقہ غلط ہے، اگر قصور پر گواہی موجود نہ ہو تو جس کو قصور وار قرار دیا جاتا ہے، اس کا قسم کھالینا قصور سے براءۃ کے لئے شرعاً کافی ہے[1] محض بدگمانی کی وجہ سے ایسا رویہ اختیار کرنا کہ بچوں اور بیوی کو الگ کر کے خرچ بند کر دیا جائے، یہ شرعاً درست نہیں، بلکہ گناہ اور ظلم ہے اور بدگمانی کی وجہ سے بلا ثبوت بھی مجرم ٹھہرا کر طلاق دیدینا بھی ظلم اور گناہ ہے[2] تاہم اگر شوہر طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوجائے گی، پھر ایامِ عدت کا خرچہ[3] اور مہر دینا لازم ہوگا،[4] بچوں کا خرچہ بہر حال باپ کے ذمہ ہوتا

[1] عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال فی خطبته البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه ترمذی شریف ص ۲۴۹ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما جاء فی ان البینة علی المدعی، مطبوعه اشرفی دیوبند، کنز العمال ص ۱۸۷ ج ۶ کتاب الدعوی، حدیث ۱۵۲۸۳ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، مشکوٰة ص ۳۲۷ باب الاقضیة، الفصل الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ . (سورة الطلاق آیت ۲)

ترجمہ:- اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

[3] وتجب النفقة والسکنی لمعتدة الطلاق ولو بائناً. مجمع النهر ص ۱۹۰ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳۳۳ ج ۵ (بقیہ آئندہ پر)

ہے، طلاق دی جائے تب نہ دی جائے تب[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

بدچلن بیوی کو طلاق مل گئی مہر اور خرچہ کی وہ مستحق ہے یا نہیں؟

سوال:- بیوی اگر بدچلن ہوجائے اور شوہر کے گھر سے بھاگ جائے تو اس صورت میں شوہر اگر طلاق دیدے تو کیا مہر اور عدت کا خرچہ شوہر کو دینا ضروری ہوگا، یا صرف مہر ہی دینا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مہر بھی پورا دینا ہوگا[2] اور عدّت کا خرچہ بھی دینا ہوگا، بیوی کی اس نالائق حرکت کی وجہ سے عدت کا خرچہ ساقط نہ ہوگا[3] البتہ اگر شوہر کے مکان پر عدت نہ گذارے تو عدت کا خرچہ ساقط

(گذشتہ کا حاشیہ) باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۸ ج۴ باب النفقة.

۴ لزم المسمی بالدخول او موت احدهما وکذا بالخلوة الصحیحة سکب الأنهر علی مجمع الانهر ص ۵۰۹/ ج۱/ باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۳ ج۱ الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر، بدائع الصنائع زکریا ص۵۸۴ ج۲ فصل واما بیان ما یتأکد به المهر.

(صفحہ ہٰذا) ۱ ونفقة الطفل الفقیر علی ابیه. (مجمع الانهر ص۱۹۱ ج۲، باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۱ ج۴ باب النفقة، عالمگیری کوئٹه ص۵۶۰ ج۱ الفصل الرابع فی نفقة الاولاد.

۲ والمهر یتأکد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین سواء کان مسمی او مهر المثل، حتی لا یسقط منه شئ بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۳ ج۱ الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر، البحر الرائق کوئٹه ص۱۴۳ ج۳ باب المهر، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۳۳ ج۴ باب المهر.

۳ لو نشزت المبانة فی العدة او قبلت ابن الزوج لا تسقط نفقتها، النهر الفائق ص۱۵۷ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۴۴۱ فصل فی نفقة المعتدة، المحیط البرهانی ص۳۲۷ ج۴ نوع آخر فی اسباب المسقطة لهٰذه النفقة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

ہوجائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۵ھ

نفقۂ مطلقہ

سوال:- میں ایک پردہ نشین نہایت بدقسمت عورت ہوں، میری شادی حسبِ رواج برادری مسمّٰی اقبال سے عرصہ ہوا عمل میں آئی، شادی کے بعد پتہ چلا کہ شوہر نہایت بدچلن اور غنڈہ ہے، اس نے تمام زیورات اور سامانِ جہیز کو رفتہ رفتہ اپنی بدچلنی میں خرد برد کر دیا، نہ پیٹ بھر روٹی دیا نہ تن کو کپڑا، سائلہ کی لڑکی بھی ماں باپ کے گھر پیدا ہوئی، سارا خرچہ والدین نے اٹھایا، جب میں اپنی زندگی سے تنگ آگئی تو بالآخر اس نے عرصہ نو ماہ کا ہوا چند اشخاص کے سامنے حسبِ شرع تین مرتبہ طلاق دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کر کے تین کپڑوں کے ساتھ جو بدن پر تھے، والدین کے گھر چھوڑ گیا، نہ لڑکی کا خیال کیا نہ سائلہ کا، نہ سائلہ کا مہر ادا کیا، نہ خرچہ ایّامِ عدت دیا، اب اس کو لالچ دامن گیر ہے، طرح طرح کی ناجائز دھمکیاں دے رہا ہے، میرے غریب ماں باپ کب تک میرا خرچہ برداشت کریں گے، علمائے دین سے مسئلہ درکار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب گواہوں کے سامنے اس نے تین مرتبہ طلاق دے دی تو نکاح بالکل ختم ہوگیا،[2] آپ

[1] المعتدة اذا خرجت من بيت العدة تسقط نفقتها ما دامت على النشوز ثم الخروج عن بيت العدة على سبيل الدوام ليس بشرط لسقوط نفقتها فانها اذا خرجت زمانا وسكنت زمانا لا تستحق النفقة، البحر الرائق كوئٹہ ص ۱۹۹ ج۴ باب النفقة، المحيط البرهانى ص۳۲۸ ج۴ نوع آخر فى اسباب المسقطة لهٰذه النفقة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل.

[2] لو قال لزوجته انت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا ع الاشباه والنظائر ص ۲۱۹، القاعدة التاسعة اعمال الكلام اولى، وبيان ما تفرع عليه من انه لو كرر الطلاق، مطبوعه مكتبه دار العلوم ديوبند، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۵۲۱ ج۴ باب طلاق غير المدخول بها، مطلب فيما قال امرأته طالق، عالمگيرى كوئٹہ ص۳۵۵ ج۱ الفصل الاول فى الطلاق الصريح.

کا مہر[1] اور خرچہ عدت بھی اس کے ذمہ واجب ہے[2]، عدت تین ماہواری گذرنے پر نکاحِ ثانی کا آپ کو اختیار ہے،[3] لڑکی کا نفقہ بھی اس کے ذمہ لازم ہے[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۹/۲/۴/۹ ۱۳۹ھ

عدت خلع کا نفقہ

سوال:- خلع طلاق پر عورت عدت کے نفقہ کی مستحق ہوگی یا نہیں ایسا ہی عورت کے مزنیہ ہونے کی بناء پر عورت کوطلاق دیدے تو اس صورت میں عورت مہر ونفقہ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلع میں اگر نفقۂ عدت کے سقوط کی شرط نہیں کی گئی تو وہ ساقط نہیں ہوگا، اگر شرط کر لی گئی ہے، تو ساقط ہوجائے گا، مہر بلاشرط بھی ساقط ہوجاتا ہے، طلاق سے نہ نفقۂ عدت ساقط ہوتا ہے، نہ مہر خواہ مزنیہ ہونے پر طلاق دے خواہ کسی اور وجہ سے: **و سقط كل منهما أى من الخلع والمباراة كل حق لكل واحد من الزوجين على الآخر مما يتعلق فلاتطالب هي**

---

[1] ويتاكد المهر عند وطئ او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما، الدر المختار على هامش رد المحتار زكريا ص ۲۳۳ ج۴ باب المهر، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۴۳ ج۳ باب المهر، عالمگیری كوئٹه ص ۳۰۳ ج ۱ الفصل الثانى فيما يتأكد به المهر.

[2] وتجب النفقة والسكنى لمعتدة الطلاق ولو بائنا مجمع الأنهر ص ۱۹۰ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۳۳۳ ج۵ باب النفقة، مطلب فى نفقة المطلقة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۸ ج۴ باب النفقة.

[3] اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعيا او وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة اقراء، هدايه ص ۴۲۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه تهانوى ديوبند، مجمع الأنهر ص ۱۴۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۱۸۱، ۱۸۲ ج۵ باب العدة.

[4] تجب النفقة والسكنى والكسوة لولده الصغير الفقير وعلم ان الطفل يقع على الذكر والانثى ولذا عبر به، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۳۳۶ ج۵ باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب، مجمع الأنهر ص ۱۹۱ ج۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بمهر ولا نفقة ما ضية مفروضة بالقضاء واما نفقة الولدو العدة فلا تسقط الا بالذكر اهـ مجمع الانهر[1] ص: ۴۵۲/ ج ۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶ محرم ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶ محرم ۶۸ھ

مطلقہ کا نفقہ وسکنیٰ بعد عدت

سوال:- ناصر نے نور جہاں سے نکاح کیا، بعد ایک عرصہ کے ناصر نے اپنی بیوی نور جہاں کی موجودگی میں اس کی علاتی بہن شاہجہاں سے نکاح کر لیا، اس کے بعد نور جہاں کو طلاق مغلظہ دیدی، طلاق مغلظہ دینے کے بعد گاؤں والوں کے سمجھانے بجھانے پر اب ناصر نور جہاں کو اور اس کے بچوں کے اخراجات کے لئے پچاس روپیہ ماہوار دیتا ہے اور نور جہاں عرصہ سے اسی حالت میں ناصر سے ملے ہوئے مکان کے ایک کمرہ میں ناصر کی اجازت سے رہتی ہے، اس صورت میں نور جہاں اور بال بچوں کو اس روپیہ کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس روپیہ سے نور جہاں کے باپ اور بھائی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور نور جہاں کا ناصر کے مملوکہ مکان میں عدت کے بعد بھی رہنا درست ہے یا نہیں؟ شاہ جہاں کا نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں کا خرچ تو ناصر کے ذمہ لازم ہے[2] نور جہاں کا خرچ عدت ختم ہونے کے بعد سے لازم

---

[1] مجمع الانهر ص ۱۰۹/ج ۲، مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، باب الخلع، النهر الفائق ص ۴۴۴ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی زكريا ص ۱۰۴، ۱۰۶ ج ۵ باب الخلع.

[2] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع، الدر المختار على الشامی زكريا ص ۳۳۶ ج ۵ باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۱ ج ۴ باب النفقة، مجمع الأنهر ص ۱۹۱ ج ۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں رہا[1] لیکن اگر ناصر اس خیال سے اس کو بھی خرچ دیتا ہے، کہ وہ اس کے بچوں کی پرورش کرتی ہے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، نیز مکان سے متصل کمرہ میں رہنے سے بچوں کی نگرانی میں سہولت رہتی ہے، یہ بھی درست ہے، لیکن اس کا لحاظ ضروری ہے، کہ گذشتہ تعلقات کی یاد تازہ ہوکر فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائے جو روپیہ نور جہاں کو ملا ہے، اگر وہ اس میں سے اپنے باپ بھائی کو بطور ہدیہ کچھ دے تو یہ بھی درست ہے۔

نور جہاں کی علاتی بہن سے جو ناصر نے نکاح کیا ہے وہ حرام ہے،[2] اس کو چاہئے کہ دوبارہ نکاح کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقدارِ نفقہ اگر عورت مدعی ہے کہ مجھے نوسال میں تین حیض آتے ہیں

سوال:- بکر نے ہندہ سے نکاح کیا، کچھ عرصہ کے بعد بکر نے ہندہ کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور طلاق رجعی دیدی، ہندہ بکر سے نفقۂ عدت مانگتی ہے، اور کہتی ہے کہ مجھے ایام ماہواری تین سال میں ایک بار سات یوم کے لئے ہوتے ہیں، اس لئے نوسال کا نفقہ عدت مجھے دلایا جائے، بکر کا کہنا یہ ہے کہ طلاق کی عدت تین ماہ دس یوم ہوتی ہے، اس لئے تین ماہ دس یوم کا نفقہ

---

[1] عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِلْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى مَا دَامَتْ فِي الْعِدَّةِ. (نصب الراية ص ۲۷۳/ ج۳/) باب النفقة. ولو اقام الزوج على اقرارها بانقضاء العدة سقطت نفقتها، عالمگيری كوئٹه ص۵۵۸ ج ۱ الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، تاتارخانيه كراچی ص ۲۲۳ ج۴ فی بيان من تستحق النفقة من المطلقات، المحيط البرهانی ص ۳۲۰ ج۴ فی بيان من يستحق النفقة من المطلقات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

[2] وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً عقداً صحيحياً وعدة ولو من طلاق بائنٍ. الدر المختار على الشامی نعمانيه ص ۲۸۴/ ج۲، فصل فی المحرمات، مجمع الأنهر ص ۴۸۰ ج ۱ باب المحرمات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۹۷ ج۳ فصل فی المحرمات.

دے سکتا ہوں، کیا ہندہ کا کہنا درست ہے؟ اگر درست ہے تو کیا بکر کو یہ اختیار ہے کہ ہندہ کو بذریعہ میڈیکل معائنہ کرائے یا ہندہ کا قول ہی اس امر میں بروئے مسئلہ شرعی صحیح تصور کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وتجب لمطلقة الرَّجعی وَالبائن النفقة وَالسُکنٰی والکسوة ولو ادعت امتداد الطهر فلها النفقة مَالم یحکم بانقضائها مالم تدع الحبل (درمختار) قوله فلها النفقة ای یکون القول قولها فی عدم انقضائها مع یمینها ولها النفقة کما فی البحر. قوله مَالم یحکم بانقضائها فان حکم بہٖ بان اقام الزوج بینة علی اقرارها بہٖ برئ منها کما فی البحر اهـ[1] رد المحتار ص ۶۲۹/ج ۲/.

اِن عبارات سے معلوم ہوا کہ طلاق کے بعد تین حیض گذرنے میں مطلقہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اور جب تک تین حیض نہ گذر جائیں وہ نفقہ وسکنیٰ کی مستحق ہوگی اور دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوگی[2] اور شوہر کو صحبت اور ہمبستری کا اختیار بھی باقی رہے گا، اور یہ حق بھی رہے گا، کہ مجبور کر کے اپنے ہی مکان پر رکھے، میڈیکل وغیرہ کے ذریعہ کسی جانچ پر عورت کے قول کو تسلیم کرنا موقوف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق اور بچوں کا نفقہ

سوال:- ایک شخص اپنی منکوحہ کو تقریباً چار سال کے عرصہ سے علیحدہ کر چکا ہے، اور یہ الفاظ ادا کر چکا ہے اگر تم کو آباد کروں تو اپنی ماں، بہن کو کروں، اور ان کو نکال دیا ہے اور وہ اپنے ماں باپ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۶۲۹/ج۲/ باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، تاتارخانیه کراچی ص ۲۲۳ ج۴ فی بیان من یستحق النفقة من المطلقات، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۹ ج۴ باب النفقة.

[2] لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶ ج ۱ باب فی المحرمات، تاتارخانیه کراچی ص ۴ ج۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة.

کے یہاں چلی آئی ہے، اور اسی عرصہ میں جب کہ دو بچے بھی انتقال کر چکے ہیں، اور وہ شہر میں رہتے ہوئے اور حادثہ سے باخبر ہوتے ہوئے بھی شمولیت نہیں کی، نہ کسی طرح کا نان ونفقہ دیا اور نہ کبھی کسی کے ذریعہ یا خود بلایا ہے، ایسی صورت میں کیا وہ عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ مکرر یہ کہ اس شخص نے اپنی منکوحہ کو نکالتے وقت یہ بھی کہہ دیا تھا کہ تم کو میری طرف سے طلاق ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر قطعِ تعلق کر چکا ہے، تو بعد عدت اس عورت کو دوسری جگہ نکاح جائز ہے[1] اس کی عدت تین حیض ہے، یعنی طلاق کے بعد تین حیض گذرنے پر نکاحِ ثانی شرعاً درست ہے،[2] اور بچوں کا نان ونفقہ اس شخص کے ذمہ واجب ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۲/ ۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

اولاد کو کیا نقد نفقہ دینا لازم ہے

سوال:- نفقہ جو باپ کے ذمہ ہے وہ اگر نقد کی صورت میں ادا نہ کرے بلکہ بچوں کے کپڑے وخوراک وعلاج کا بندوبست خود کردیا کرے تو نفقہ کا حق ادا ہوگا، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

---

[1] اما الطلاق الرجعی الی قوله فان طلقها ولم یراجعها بل ترکها حتی انقضت عدتها بانت بدائع کراچی ص ۱۸۰ ج۳ فصل واما بیان حکم الطلاق، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۸ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیره، فتح القدیر ص ۴۶۵ ج۳ باب طلاق السنة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعیا او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة اقراء، هدایه ص ۴۲۲ ج ۲ باب العدة، مطبوعه تهانوی دیوبند، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۱، ۱۸۲ ج۵ باب العدة، تبیین الحقائق ص ۲۶ ج۳ باب العدة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] وتجب النفقة بانواعها علی الحر لطفله یعم الانثی والجمع الفقیر. (الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص ۶۷۰/ج۲/) مطلب الکلام علی نفقة الاقارب، باب النفقة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۶۰ ج ۱ الفصل الرابع فی نفقة الاولاد.

الجواب حامداًومصلیاً

ادا ہو جائے گا، نقد دینا لازم نہیں ضروریات کا پورا کرنا مقصود ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۴/ ذی قعدہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۶/ ذی قعدہ ۶۷ھ

نابالغ اولاد کا نان نفقہ

سوال: — ہمارے والدین اپنے باپ دادا کے جدی مکانات میں رہتے تھے، کیا بیٹوں کو بھی نابالغی کے دوران اپنے باپ کے مکانات میں رہنے کا شرعاً حق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

نابالغ اولاد کا کھانا کپڑا، رہن سہن والد کے ذمہ ہوتا ہے، جب کہ خود اس نابالغ کے پاس مال نہ ہو، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۴/ ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۴/ ۱۳۹۹ھ

---

[1] هی لغة ما ينفقه الانسان على عياله ونحو ذلک ...... وشرعاً ...... هی الطعام، والكسوة والسكنٰی، الدر المنتقٰی مع مجمع الأنهر ص ۱۷۳ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص ۵۷۲، ۵۷۱ ج ۳ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۰۴ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثٰی والجمع الفقير أی ان لم يبلغ إن لم يبلغ حد الكسب الخ الدرمختار على الشامی نعمانيه ص ۶۷۰ / ج ۲ /باب النفقة، مطلب الكلام على نفقة الاقارب، فتح القدير ص ۴۱۰ ج ۴ باب النفقة، فصل ونفقة الاولاد الصغار، مطبوعه دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص ۵۱۸ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بیوہ اور حاجتمند لڑکی کو مکان دینا

سوال:– زید کے چار اولاد ہیں، پہلی بیوی سے ایک لڑکی بعد کی دوسری بیوی سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا، سب شادی شدہ ہیں، پہلی بیوی کی لڑکی بیوہ ہے، دوسری بعد کی بیوی کا انتقال ۱۹۴۰ء میں ہوا، جب ہی سے پہلی بیوی کی لڑکی خدمت کر رہی ہے، اس کو رہنے کے لئے مکان نہیں ہے، اس وجہ سے زید اپنے مکان میں سے اس لڑکی کو اس کے رہنے کے لئے مکان دینا چاہتا ہے، یہ فعل دوسری بیوی کی اولاد کو نا گوار ہے، اور اس وجہ سے باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ نہیں ہے، زید کا اپنی بیوہ لڑکی کو اپنی زندگی میں مکان دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی مرحومہ بیوی سے پیدا شدہ بیوہ لڑکی کو اس کی ضرورت وحاجت نیز اس کی خدمت کی وجہ سے اپنی زندگی میں اپنے مکان میں سے رہنے کے لئے مکان دینا شرعاً درست ہے،[1] دوسری بیوی سے پیدا شدہ اولاد کو محروم کرنا یا نقصان پہنچانا مقصود نہیں ہونا چاہئے،[2] ورنہ ظلم اور گناہ ہوگا،[3] جب وہ بیوہ لڑکی اپنے والد کی خدمت کرتی ہے اور حاجت مند ہے تو دوسری بیوی کی اولاد کو ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/ ۶/ ۱۳۹۶ھ

[1] تجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى قوله بانواعها من الطعام والكسوة والسكنى، الدر المختار مع الشامي دار الفكر ص ۶۱۲ ج۳ باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب نفقته فى كسبه لا على أبيه، فتح القدير ص ۴۱۰ ج۴ باب النفقة، فصل ونفقة الاولاد الصغار، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] ولو وهب رجل شيئاً لا ولاده فى الصحة واراد تفضيل البعض على البعض روى المعلى عن ابى يوسف رحمه الله لا باس به اذا لم يقصد الا ضرار به. (عالمگيرى مختصراً ص ۳۹۱/ ج۴) الباب السادس فى الهبة للصغير، خانيه على هامش الهنديه ص ۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة الولد لولده والهبة للصغير، مطبوعه كوئٹه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باپ کا نفقہ بیٹے پر

سوال:- کہ زید اپنے والد صاحب کو ہمیشہ پانچ روپیہ ماہوار دیتا رہا، جب سے کہ زید نے والد سے محض مجبوری کی وجہ سے علیحدگی اختیار کی اتفاقاً ایک مرتبہ جب کہ زید روپیہ مذکورہ والد کو دینے گیا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور یہ جواب دیا کہ میں تو اب سے دس روپیہ لوں گا، پانچ نہیں لوں گا، حالانکہ والد مذکور کوئی غریب مفلس آدمی نہیں صاحب حیثیت ہے، ایک اور لڑکا بھی ہے جو تقریباً تیس چالیس روپیہ ماہوار کماتا ہے، اور شامل ہے اور زید کی والدہ محترمہ تجارت بھی کر رہی ہیں اور ادھر سے یہ حال ہے کہ زید صاحب عیال ہے، جس کی وجہ سے دس روپیہ دینے کی گنجائش نہیں ہے، اور پانچ روپیہ پر والد صاحب راضی نہیں ہوتے تقریباً دس مہینہ کا عرصہ گذر گیا جب سے یہ جھگڑا ہو رہا ہے، اب ایسی حالت میں جو شرع شریف کا حکم ہو بتلا دیا جائے اور اگر کسی طرح مصیبت برداشت کرتے ہوئے اور اپنے بال بچوں پر تنگی کرتے ہوئے دس روپیہ دیدیں تو اس پر وہ راضی ہوتے ہیں، مگر اس شرط پر کہ دس مہینہ کا وظیفہ پانچ روپیہ کے حساب سے پہلے باقی کیا جاوے جس کی ادا کرنے کی مجھ میں کسی طرح گنجائش نہیں، اس کا حکم بھی براہ کرم شرع شریف کے مطابق بیان فرما دیں۔ بینوا وتوجروا۔ اور والد صاحب کا ناراض ہونا گوارہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دونوں لڑکوں میں مالدار اور غریب ہونے کے اعتبار سے زیادہ فرق ہے، تو والد کے نفقہ میں بھی فرق ہوگا، یعنی حسبِ حیثیت واجب ہوگا[1] جب زید خود بھی صاحب عیال ہے اور اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ والد صاحب کو دس روپیہ ماہانہ دے اور والد کا گذر اس کے روپیہ پر موقوف بھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۶ ج ۱ باب الوصایا، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] وان کان للفقیر ابنان احدهما فائق فی الغنی والآخر یملک نصاباً انما تکون النفقة علیهما علی السواء اذا تفاوتا فی الیسار تفاوتاً یسیراً واما اذا تفاوتا تفاوتاً فاحشاً فیجب ان یتفاوتا فی قدر النفقة. (عالمگیری ص ۵۶۵/ج ۱/) الباب الخامس، فی نفقة ذوی الارحام.

نہیں، جب کہ وہ خود صاحب حیثیت ہے، اور اپنا خرچ خود برداشت کرسکتا ہے، تو پھر زید کے ذمہ دس روپیہ دینا واجب نہیں، بلکہ اپنی استطاعت کے موافق والد کی خدمت کرتا رہے، اس میں کوتاہی نہ کرے، اگر والد استطاعت سے زیادہ طلب کرے تو اس کے نہ دینے سے زید پر مواخذہ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف ۲۴/ذی قعدہ ۵۷ھ

ضعیف والدین کا نفقہ

سوال:-عرض ہے کہ فدوی پانچ بھائی تھے، اور ہمارے باپ ماں بھی حیات ہیں، میں سب سے بڑا بھائی ہوں اور سب میرے سے چھوٹے تھے، اور ہم سب اکٹھا رہا کرتے تھے، اور سب بھائیوں میں میں ہی کمانے کے قابل تھا کیونکہ اور بھائی چھوٹی عمر کے تھے، اور ان سب کو کام سکھائے گئے، اب ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، اس وقت چار بھائی موجود ہیں اور تین بہنیں موجود ہیں ایک بھائی جو کہ میرے سے چھوٹا اور دو سے بڑا ہے، اس کو درزی کا کام سکھایا گیا ہے، پہلے وہ اس قابل نہیں تھا کہ کچھ کما سکے سب اکٹھے اپنی گذر اوقات کرتے رہے، اور ان کو کام سکھاتے رہے جب وہ بھائی کمانے کے قابل ہوگیا، اس وقت سے وہ اپنی کمائی علیحدہ جمع کرتا رہا، حتیٰ کہ اپنا خرچہ خوراک بھی ہم کو نہیں دیتا تھا، اور وہاں باپ اس کو ہر چیز سمجھاتے رہا کرتے تھے، کہ تم کو یہ مناسب نہیں کہ تم اپنی کمائی الگ جمع کرتے رہو، کم از کم اپنا خرچہ ان کو دیتے رہا کرو مگر وہ کچھ

---

[1] فان كان فيه فضل عن قوته يجبر الابن على نفقة الاب وان لم يكن فيه فضل عن قوته فلا شئ عليه بالحكم ولكن يؤمر من حيث الديانة هذا اذا كان الابن وحده وإن كان له زوجة وأولاد صغارٌ يجبر الابن علىٰ أن يدخل الاب فى قوته ويجعله كاحد من عياله ولا يجبره علىٰ أن يعطى شيئاً على حدة، عالمگيرى كوئٹه ص ٥٦٥ ج ١ باب النفقة، الفصل الخامس فى نفقة ذوى الارحام، مجمع الأنهر ص ١٩٥ ج ٢ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

خیال نہیں کرتا تھا، اس کی شادی بھی شاملات میں رہتے ہوئے کردی گئی شادی ہونے پر اس نے کوئی خرچہ اپنا اور اپنی بیوی کا ہمیں نہیں دیا، عرصہ تک دونوں میاں بیوی بلا خرچہ دیئے ہمارے ہی میں شاملات کھاتے رہے، جب اس کو بہت کہا گیا تو کبھی کبھی پانچ، چار روپیہ دیا کرتا اس کے بعد اپنا مکان علیحدہ خرید لیا جس وقت وہ علیحدہ ہونے لگا اس وقت اس کو کہا گیا کہ جب تک اور بھائی بہنوں کی شادی نہ ہوجائے اور یہ بھائی کمانے کے قابل نہ ہوجائیں اس وقت تک تم کو علیحدہ ہونا ٹھیک نہیں، مگر وہ نہ مانا اور مکان خرید کر علیحدہ ہوگیا، اور اسی رقم سے اس نے مکان خریدا جو اس نے کما کر اکٹھی کی تھی ہمارے ذمہ کچھ قرض بھی ہوگیا اس میں بھی اس نے کچھ نہیں دیا اس نے جو مکان خریدا وہ قابل مرمت تھا میں چونکہ معماری کا کام جانتا ہوں، بہت دن تک اپنی مزدوری اس میں خرچ کی اور خیال یہ تھا، کہ اگر بھائی اس کے اندر رہے گا تو کچھ مزدوری نہیں لوں گا، اور اگر فروخت کرے گا تو مزدوری لوں گا، جب سے یہ بدامنی ہوئی ہے، اس وقت سے وہ از حد کوشش کر رہا ہے کہ مکان فروخت کر کے پاکستان چلا جائے، اس کو ہر چند کہا گیا کہ مکان فروخت نہ کرو مگر وہ نہیں مانتا مکان فروخت کرنے کی غرض سے ایک سال سے اپنے آپ کو پاگلوں اور دیوانوں کی حالت میں تبدیل کر رکھا ہے، ہر چند یہ کوشش کر رہا ہے کہ مکان فروخت کردے حالانکہ اس وقت بھی اس کے پاس چھ سو روپیہ نقد اور اتنے کے زیوارات موجود ہیں، اس کو کہا جاتا ہے کہ اس رقم اور زیورات میں سب کا حصہ ہے، ان کو بھی دینا چاہئے، مگر وہ نہیں مانتا حالانکہ ماں باپ بہت ضعیف ہیں، نماز بھی مشکل سے ادا کرتے ہیں، اور بھائی بھی ابھی اس قابل نہیں ہیں کہ اپنا گذارہ بخوبی کرسکیں، یہاں تک کہ ماں باپ کا بھی اعتبار نہیں کرتا اپنی جمع کردہ رقم دوسروں کے پاس رکھتا ہے، کیا دوسروں کو وہ رقم رکھنی جائز ہے، جب کہ ان کو معلوم ہے کہ رقم مشترکہ سب کی ہے اور شاملات میں رہتے ہوئے اکٹھی کی گئی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ رقم اس نے کسی سے چوری نہیں کی بلکہ خود کمائی ہے، تو یہ چوری کا مال نہیں لہٰذا جس کے

پاس یہ رقم رکھی ہے اس کو رکھنا درست ہے، اگر ماں باپ اور بھائیوں کے مال کو چوی کر کے رقم جمع کی ہے، تو یہ چوری کا مال ہے، ایسی حالت میں اس شخص کو رقم کا رکھنا درست نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

(۱) اس رقم کے اندر ماں باپ، بھائی، بہنوں کا حق ہے، یا نہیں۔

(۲) جو مکان اس نے خریدا ہے، اس کے اندر بھائیوں کا حق ہے، یا نہیں؟

(۳) اس کو اس طرح علیحدہ ہونا جائز تھا، اور بھائیوں کی شادیاں نہیں ہوئیں اور برسر روزگار بھی نہیں۔

(۴) اس کو قرض دینا جائز تھا یا نہیں جو کہ شاملات رہتے ہوئے ہوا۔

(۵) اگر وہ مکان فروخت کرے تو جو مزدوری میری خرچ ہوئی ہے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اگر وہ ہمیں رقم دے تو اس کو ماں باپ بھائی بہنوں میں کس طرح تقسیم کریں۔

(۷) اس شخص کے لئے کچھ سزا ہے یا نہیں جو کہ سب بات کو جانتے ہوئے اس کی رقم کو رکھتا ہے اور اگر ہے تو حشر کے روز اس کی کیا سزا ہے؟

(۸) اور میرے بھائی کی کیا سزا ہے، جس نے کہ اتنی پریشانیاں پیدا کیں اور اگر ہے تو حشر کے روز کیا سزا ہے، تاکہ اس کو سمجھا دیا جائے اور وہ راہ راست پر آسکے۔؟

الجواب حامداً مصلیاً

(۱) اگر ماں باپ بھائی بہنوں سے چوری کی ہے تب تو سب انہیں کی ہے اگر خود کمائی ہے تو خود اس کمانے والے کی ہے، ماں باپ وغیرہ کا اس میں حق نہیں ہاں جو کچھ انہوں نے اس پر خرچ کیا ہے اگر قرض کہہ کر خرچ کیا ہے وہ لے سکتے ہیں[2]، اور بوقت حاجت والدین کا نفقہ اولاد کے ذمہ

---

[1] قال اللہ تعالیٰ:- وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (آیت ۲ / سورۃ مائدہ)

[2] عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ خُطْبَةِ عَامِ حَجَّةِ الْوِدَاعِ الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِیٌّ. (ترمذی ص ۲۳۹ / ج ۱) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہوتا ہے جس میں دوسری اولاد کے ساتھ یہ بھی شریک ہے[۱]۔

(۲) اس میں بھائیوں کا حق نہیں۔

(۳) علیحدہ ہونا اس کو جائز ہے، لیکن ماں باپ اور بھائیوں کے ساتھ رہ کر کھانا پینا اور اپنی کمائی علیحدہ جمع کرنا بہت بڑی بے مروتی ہے اور انتہائی احسان فراموشی ہے، جس کا نتیجہ بہت خراب ہے۔

(۴) جس طرح وہ کھانے پینے میں سب کے شریک رہا تو اس کو چاہئے کہ اس سلسلہ میں جو قرض ہوا اس کے ادا کرنے میں بھی سب کے ساتھ شریک رہے۔

(۵) اگر کوئی معاملہ طے کیا ہے تو اس معاملہ کے موافق مزدوری لینا درست ہے، محض دل میں رکھنا اور نیت کر لینا کافی نہیں[۲]۔

(۶) اس کی سعادت یہ ہے کہ والدین کی خدمت میں وہ رقم پیش کر دے پھر والدین سب کو برابر دیدیں[۳]۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باب ما جاء ان العارية مؤداة.

ترجمہ: — حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو الوداعی حج کے خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عاریت لی ہوئی چیز اداء ہو کر رہے گی اسے واپس دے دیا جائے اور ضامن ذمہ دار ہے اور قرض پورا ہو کر رہے گا (اسے ادا کرنا واجب ہوگا)

(صفحہ ہذا) [۱] ان كان للفقير ابنان احدهما فائق فى الغنى والآخر يملك نصاباً كان النفقة عليهما سواءً. عالمگیری ص ۵۶۵ / ج ۱، الفصل الخامس فى نفقة ذوى الارحام، باب النفقة، خانية على هامش الهندية ص ۴۴۸ ج ۱ باب النفقة، فصل فى نفقة الوالدين وذوى الارحام، مطبوعه كوئٹه، شامى دار الفكر ص ۶۲۳ ج ۳ باب النفقة، مطلب صاحب الفتح ابن الهمام من اهل الاجتهاد.

[۲] واما ركنها اى الاجارة فالايجاب والقبول بالالفاظ الموضوعة فى عقد الاجارة. (عالمگیری ص ۴۰۹ / ج ۴) كتاب الاجارة، سكب الأنهر ص ۵۱۲ ج ۳ كتاب الإجارة، دار الكتب العلمية بيروت، در مختار علىٰ الشامى كراچى ص ۵ ج ۶ كتاب الإجارة.

[۳] لو وهب شيئاً لأولاده فى الصحة واراد تفضيل البعض على البعض لا باس به اذا لم يقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوى بينهم. (عالمگیری ص ۳۹۱ / ج ۴) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۷) اس کا جواب سب سے پہلے نمبر میں آ گیا۔

(۸) اس کو نصیحت کی جائے والدین کے حقوق بتائے جائیں، اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعاء خیر کی جائے اور معاف کر دیا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ ان سب پریشانیوں پر بہت بڑا اجر ملے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/شوال ۶۷ھ

فاسقہ والدہ کا نفقہ

سوال:- زید اپنی والدہ کی بدچلنی اپنی نظر سے ۲۴/برس سے متواتر اپنی چشم سے دیکھتا رہا ہے، اور نان ونفقہ دیتا رہا ہے، دس سال ہوا کہ زید کی والدہ نے ایک ٹکٹ بابو ہندو سے تعلق ناجائز پھر کر لیا، پھر بھی زید خرچ اخراجات دیتا رہا، جب کہ چند مرتبہ زید نے ٹکٹ بابو سے اپنی نظر سے کثرت سے والدہ کا تعلق پایا تو دو مولوی والدہ کے روبرو کھڑے کئے اور کہا کہ تم حرام کاری سے باز آ جاؤ ورنہ آئندہ خرچ دینا بند کر دوں گا، اور تم ہر وقت میرے ہمراہ رہو لیکن کچھ اثر نہ ہوا، اب زید مالدار ہو گیا ہے والدہ کرایہ کی حویلی میں رہتی تھی، زید اس حویلی کا بیع نامہ اپنے روپیہ سے اپنا نام کرالیا تھا چونکہ زید کی والدہ کا شہرہ حرام کاری کا زید کے دوستوں میں پھیل گیا ہے زید نے آٹھ برس سے والدہ کا خرچ دینا بند کر دیا ٹکٹ بابو سب خرچہ کا کفیل ہے، زید وطن بھی اس دفعہ سے نہیں گیا زید اپنے وطن جا کر اپنی زرخرید جگہ سے والدہ کو علیحدہ کر سکتا ہے، جواب دیں ویسے تو قطع تعلق آٹھ برس سے زید کر چکا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس ناجائز تعلق کی وجہ سے والدہ کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا، بلکہ اگر والدہ ضرورت مند اور غریب

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) الباب السادس فی الهبة للصغیر، خانیة علی هامش الهندیة ص ۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی الهبة الولد لولده، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۰۱ ج۸ کتاب الهبة.

ہوتو لڑکے کے ذمہ نفقہ واجب ہے،[1] اور یہ بھی جائز نہیں کہ والدہ سے اس طرح قطع تعلق کر کے اس کو ہندو کے ساتھ چھوڑ دیا جائے، بلکہ حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ اس ہندو یا کسی اور سے ناجائز تعلق نہ رہے، اس لئے والدہ کو اپنے ساتھ مکان میں رکھنا چاہئے تاکہ ناجائز تعلق کی نوبت نہ آئے، اگر ضرورت ہو تو والدہ کا کسی جگہ باقاعدہ نکاح کردیا جائے، پھر امید ہے کہ کسی سے ناجائز تعلق بھی نہ رہے گا، اور نفقہ میں بھی سہولت ہوگی اور احترام بہرحال ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۵/ ذیقعدہ ۵۶ھ

ماں اور بیوی کا نفقہ

سوال:- اگر شخصے روزآنہ ایں قدر کسب کردن تواند کہ نفقۂ مادر و زنِ خود کافی نہ شود دریں صورت نفقہ زن بر و واجب شود یا نفقہ مادر[1]

الجواب حامداً مصلیاً

نفقہ مادر مشروط است بشرطِ فقرِ مادر و یسارِ پسر پس اگر مادر غنیّہ است یا پسر موسر نیست معسر است بر او نفقہ مادر واجب نیست و نفقۂ زوجہ بہرصورت واجب است بوجہ عسرِ زوج یا یسرِ زوجہ ساقط نشود و اگر زوجِ مادر موجود است دریں صورت نیز نفقہ اش بر پسر واجب نیست پس درصورت

[1] ویجبر الولد الموسر علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین کانا اوذمیین والام اذا کانت فقیرة فانه یلزم الابن نفقتها، (عالمگیری ص ۵۶۴/ج ۱/) الباب الخامس فی نفقة ذوی الارحام، تاتارخانیة کراچی ص ۲۴۷ ج ۴ کتاب النفقات، الفصل الثالث فی نفقة ذوی الارحام، نوع آخر من نفقات الوالدین، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۶۲۳ ج ۳ باب النفقة، مطلب صاحب الفتح من اهل الاجتهاد.

[1] ترجمہ **سوال**: اگر کوئی شخص روزانہ اس قدر کما سکتا ہے جو اس کی اماں اور بیوی دونوں کو کافی نہیں ہوسکتا تو اس صوت میں اس پر بیوی کا نفقہ واجب ہوگا، یا اماں کا۔۱۲

مسئولہ انسب آنست کہ اگر مادر تحمل نفقہ خود نتواں کردونیز زوج ندارد ہر چہ کسب کند زن ومادر ہر دو رابخوراند وعلٰی الموسر یساراً یحرم الصدقة نفقة اصوله الفقراء ملتقی[۱] ۵۰ تجب النفقة للزوجة علٰی زوجها سواء كان فقيرا او غنيا ولو كان صغيراً مسلمة كانت الزوجة او كافرة موطوءة او غيرها حرة او امة ولو غنية اھ مجمع الانهر[۲] ص ۴۹۳/.

ومراد المصنف من ايجاب نفقه الام علٰى الولد اذا لم متزوجة لانها علٰى الزوج اھ بحر[۳] ج۲/ص۲۰۷/ ان كان الاب فقيراً ولم يكن كسوباً والا بن فقيراً كسوباً فقال الاب للقاضى ان ابنى يكتسب ما يقدر ان ينفق علىّ فالقاضى ينظر فى كسب الابن فان كان فيه فضل عن قوته يجبر الابن علٰى نفقة الاب منه وان لم يكن فيه فضل عن قوته فلا شيئ عليه بالحكم ولكن يؤمر من حيث الديانة هٰذا اذا كان الا بن وحده وان كان له زوجة وأولاده صغار يجبر الا بن علٰى ان يدخل الاب فى قوته ويجعله كاحد من عياله ولا يجبره علٰى ان يعطى شيئاً علٰيحدة اھ هنديه[۴] ص ۵۶۹/ ج ۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۲/ربیع الثانی ۵۶ھ

---

[۱] (ملتقى الابحر ص ۱۹۴/ ج۲/) مطبوعه عباس احمد الباز، باب النفقة.

[۲] (مجمع الانهر ص ۱۷۳، ۱۷۴/ ج ۲/)باب النفقة.

ترجمہ جواب: اماں کا نفقہ اماں کے نادار اور بیٹے کے مالدار ہونے کے ساتھ مشروط ہے، پس اگر اماں مالدار ہے یا لڑکا مالدار نہیں، بلکہ تنگدست ہے، تو اس پر اماں کا نفقہ واجب نہیں اور بیوی کا نفقہ بہر صورت واجب ہے، جو شوہر کی تنگدستی یا بیوی کی مالداری کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا اور اگر اماں کا شوہر موجود ہے تو اس صورت میں بھی اس کا نفقہ لڑکے پر واجب نہیں، پس صورت مسئولہ میں انسب یہ ہے کہ اگر اماں اپنے نفقہ کا تحمل نہیں کر سکتی اور شوہر بھی نہیں ہے تو لڑکا جو کچھ کمائے بیوی اماں دونوں کو کھلائے۔ (دونوں کا نفقہ برداشت کرے)

[۳] البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۷/ج۴/ باب النفقة.

[۴] (فتاوى هنديه ص: ۵۶۵، ج: ۱) الباب الخامس فى نفقة ذوى الارحام.

دو بیویوں کے درمیان برابری اور بیماری کی وجہ سے بیوی کو طلاق دینا

سوال: – زید کا عقد جمیلہ کے ساتھ ہوا اور خلوتِ صحیحہ سے قبل جمیلہ پر فالج گر گئی جس کی وجہ سے وہ چل پھر نہیں سکتی، بعدۂ خلوتِ صحیحہ ہوئی، زید نے دوسرا عقد حبیبہ کے ساتھ کیا، زید دونوں کے اخراجات بہترین اشیاء کے ساتھ نہیں کر سکتا زید حبیبہ کے سارے اخراجات قیمتی اشیاء کے ساتھ کرتا ہے اور جمیلہ کو اوسط درجے کا کپڑا دیتا ہے، کیونکہ وہ گھر نہیں آسکتی، تو کیا زید اس صورت میں گنہ گار ہوگا؟ اور کیا زید کا جمیلہ کو طلاق دینا بہتر ہے، یا ایسے ہی اخراجات کے ساتھ زندگی بسر کرنا؟ کس صورت میں زید گنہ گار ہوگا؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً مصلیاً

دونوں بیویوں کے لئے کپڑے وغیرہ کا خرچ یکساں دینا چاہئے، ایک کو بڑھیا اور ایک گھٹیا دینا حق تلفی ہے، [1] بیماری کی وجہ سے طلاق دیدینا بے مروتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ

یتیم بچوں کی رقم محفوظ رہے یا انکی ضرورت پر صرف کی جائے

سوال: – یتیم بچوں کی کچھ رقم بچوں کے تائے کی طرف ہے، بچوں کی پرورش ان کا دادا کر رہا ہے، سرپرست دادا بچوں کے تایا سے وہ رقم لینا چاہتا ہے، اور تایا صاحب انکار کرتے

---

[1] یجب علیہ التسویة بین الحرتین والامتین فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنی والبیتوتة. (شامی نعمانیہ ص ۳۹۸/ج ۲/) باب القسم، النهر الفائق ص ۲۹۴ ج ۲ باب القسم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۴۳۲ ج ۳ باب القسم، مطبوعه دار الفکر.

ہیں، اور کہتے ہیں کہ بچے سمجھ دار ہو جائیں گے اس وقت بچوں کو وہ رقم ادا کرونگا، بچوں کا سرپرست بچوں کی رقم میں سے جوان پر خرچ کر رہا ہے، اس میں سے کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ان کی ملک میں رقم ہے تو ان کے ضروری مصارف اس رقم سے پورے کئے جا سکتے ہیں، تایا کو انکار کا حق نہیں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۳/۸۹ھ

نفقہ عدت، وفات، ولادت، رضاعت

سوال:- مسمّیٰ عبدالرشید متوفی کی وفات کے چھ ماہ بعد اس کی حاملہ بیوہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی لڑکی چار سال زندہ رہ کر مر گئی، اب عبدالرشید کے ترکہ کی تقسیم کا معاملہ درپیش ہے، ہمارے علاقہ کے ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عبدالرشید کی بیوہ کی مدت حمل اور مدت رضاعت کا نفقہ ترکہ میں سے ادا کیا جاوے، بعد ازاں لڑکی کی تربیت کا دو سال کا خرچہ ادا کیا جائے اس کے بعد جو بچے وہ جملہ ورثاء میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کر دیا جائے، کیا یہ فتویٰ صحیح ہے، کیا بیوہ اپنے حصہ کے علاوہ نفقہ لینے کی حقدار ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں مدت حمل کا نفقہ مجموعہ ترکہ میں سے بیوہ کو لینے کا شرعاً صحیح قول کی بناء پر حق حاصل نہیں، نہ وہ مدت رضاعت کے نفقہ کی مستحق ہے، نیز مدت تربیت دو سال کے نفقہ کا

---

[1] ونفقة الصبى بعد الفطام اذا كان له مال فى ماله الخ عالمگیری ج ۱/ ص ۵۶۲، مطبوعه كوئٹه، كتاب النفقة، الفصل الرابع فى نفقة الاولاد، البحر الرائق ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر ص ۱۹۱ ج۲ باب النفقة، تحت فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مطالبہ نہیں کرسکتی، البتہ اپنا مہر لے سکتی ہے، بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو، اور عبدالرشید مرحوم نے ادا بھی نہ کیا ہو، اس کے بعد تمام ترکہ جملہ ورثہ پر حسبِ حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، اور بیوی کو اس میں سے آٹھواں حصہ ملے گا، اورلڑکی کے مرنے کے بعد اس کا حصہ ورثہ پر تقسیم ہوگا، اس میں سے بیوہ کو بھی شرعاً حصہ ملے گا۔ "**سئل فی من توفی وزوجته حامل فهل لها نفقة فی مال الزوج ام لا، اجاب اختلف المشائخ فیما اذا کانت حاملاً قال بعضهم نفقتها فی جمیع المال وقال بعضهم لانفقة لها فی مال الزوج وهو الصحیح کذا فی الخلاصة عمدة ارباب الفتاوی[1] ص ۵۴۷/ وان کا ن الاب قد مات وترک اموالاً وترک اولاد اً صغاراً کانت نفقة الاولاد من انصبائهم وکذاکل من یکون وارثاً فنفقته فی نصیبه وکذالک امرأة المیت یکون نفقتها فی حصتها من المیراث حاملاً کانت اوحائلاً .عالمگیری ج ۲/ ص ۱۵۱/[2] (مطبوعه رحیمیه)** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ ذیقعدہ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/ ۵۶ھ

کفن وغیرہ کیا شوہر کے ذمہ ہے

سوال:- ہندہ کے مرنے کے بعد جو عرفاً یا شرعاً لازمی اخراجات ماتم مثلاً کفن یا خیرات

---

[1] خلاصة الفتاوی ص ۵۸ ج ۲، کتاب النکاح، الفصل التاسع عشر فی النفقات، مطبوعه لاهور.

[2] عـالمگیری کوئٹه، ج ۱/ص ۵۶۴/قبیل الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۷۶ ج ۱ باب النفقة ومطالبه، مطلب إذا مات عن ام ولده الحامل، مطبوعه مصر.

وغیرہ کئے جاتے ہیں، وہ ہندہ کے ترکہ میں سے ہوں گے، یا خاوند کے ذمہ لازم ہوں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً

زوجہ کا کفن مفتیٰ بہ قول پر زوج کے ذمہ لازم ہے، "واختلف فی الزوج والفتویٰ علی وجوب کفنها علیه، الخ تنویر ج ۱/ص ۹۰۵"[1]۔

خیرات کے متعلق یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ایک ثلث میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہوگا، اور اس سے زائد میں روثہ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ورثہ بالغ ہوں اور اجازت دیدیں تو زائد میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے، ورنہ نہیں[2] اگر وصیت نہیں کی تو انتقال کے بعد سے تمام ترکہ میت کی ملک سے خارج ہوکر ورثہ کی ملک میں آ گیا، ورثہ کو اختیار ہے جس قدر چاہیں خیرات کر کے میت کو ثواب پہنچائیں[3] لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اس کے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں[4]، زوج کے ذمہ لازم نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵۶ھ

---

[1] تنویر الابصار علی درمختار زکریا ج۳/ص ۱۰۱/باب الصلاة الجنازة، مطلب فی کفن الزوجة علی الزوج، مراقی الفلاح ص ۲۱۱ باب احکام الجنائز، مطبوعه المکتبة الأسعدی سهارنفور، تاتارخانیة ص۱۴۸ ج۲ الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، قسم آخر فی کیفیة التکفین، قسم آخر مما یتصل به.

[2] وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه الاان تجیز ورثته بعد موتهم وهم کبار الخ در مختار علی الشامی زکریا، ج۱۰/ ص ۳۴۱/ اول کتاب الوصایا، سکب الأنهر ص ۴۱۸-۴۱۹ ج۴ کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۹۰ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

[3] ان دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم فی علو الحالات الخ شرح فقه اکبر، ص۱۰۸/(مطبوعه رحیمیه دیوبند) شامی زکریا ص ۱۵۱ ج۳ باب صلاة الجنازة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پاگل کی بیوی کا نکاح منسوخ کرادیا

سوال: –زید نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح ۱۹۵۹ء میں بکر کے ساتھ کیا تھا، اور زید کی ہمشیرہ سے یکے بعد دیگرے دولڑکیاں پیدا ہوئیں، بکر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا اور سری نگر کے دماغی امراض کے ہسپتال میں محبوس ہے، چند سال کے بعد سری نگر کی ایک عدالت نے بکر اور اس کی بیوی کا نکاح منسوخ قرار دیا، اور بکر کی دونوں لڑکیاں جن میں بڑی لڑکی جو تقریباً گیارہ سال کی ہے، مخبوط الحواس ہے، اپنے ماموں کے پاس رہ رہی ہے، اس کے تمام اخراجات زید (ماموں) ہی برداشت کرتا ہے، اور بکر کے پاس بہت جائیداد ہے، اس کا بہنوئی اس کی جائیداد فروخت کرنا چاہتا ہے، اس کا شرعی حل بیان کریں؟

(۱) مورث اعلیٰ فوت ہو چکا ہے، اس کا ایک لڑکا بکر مذکورہ پاگل ہے، اور لڑکی دونوں حیات ہیں، مگر بکر پاگل ہے، اس کی نابالغ لڑکیوں میں سے ایک پاگل ہے، بکر کی بیوی اپنا نکاح منسوخ کرا چکی ہے، سوال یہ ہے کہ بکر کی جائیداد میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور نابالغ لڑکیوں کا ذمہ دار کون ہے؟

مورث اعلیٰ، ....بکر، ....ہمشیرہ، ....دختر ....۔

(۲) جو خطۂ زمین بکر کے بہنوئی نے فروخت کیا ہے، اس کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نکاح منسوخ کردیا گیا ہے، اس کے متعلق تو پوری تفصیل معلوم ہونے سے پہلے کچھ

(گذشتہ کا بقیہ) مطلب فی القراءة للمیت واھداء ثوابھا، ھدایہ ص ۲۹۶ ج ۱ باب الحج عن الغیر، مطبوعہ تھانوی دیوبند.

[۴] فلم تجز اجازة صغیر الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج ۱۰/ص ۳۴۷/ اول کتاب الوصایا، مجمع الانھر ص ۴۱۹ ج ۴ کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۱۸۳ ج ۶، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

نہیں لکھا جاسکتا، نابالغ لڑکیوں کا نفقہ خرچہ باپ کے ذمہ ہے[1] اگر وہ پاگل ہے تو خاندان کے سربرآوردہ لوگ باپ کے مال سے مناسب طور پر نفقہ کا انتظام کریں، قطعہ زمین کے فروخت کرنے کا بہنوئی کو اختیار حاصل نہیں تھا، یہ بیع غلط ہوئی، اس کی واپسی ضروری ہے[2] اس سلسلہ میں اگر ضرورت ہو تو حکومت سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۱ھ

قرض لے کر بچے کی پرورش کی گئی تو ادائیگی کس پر لازم ہے

سوال:- زید نے ہندہ کو طلاق دیدی ہے، ہندہ اپنے بال بچوں کے لئے غیر مسلموں سے سودی قرض لیتی رہتی تھی، زید اور ہندہ دونوں ہی گھر چلاتے تھے، اب بعد طلاق ہندہ پر جو قرض باقی رہ گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ قرض بچوں وغیرہ کے لئے تھا، تو اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے، یا زید پر واجب ہے، کیونکہ زید کے بچوں کے لئے ہی ہوتا تھا۔

الجواب حامداًومصلیاً

ضابطہ میں اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے، کیونکہ اس نے قرض لیا ہے، زید نے نہیں[3] لیا، اگر زید نے ہندہ سے کہہ دیا تھا کہ قرض لے کر میرے بچوں کی پرورش کرنا میں ادا کردوں گا،

---

[1] وتجب النفقة بانو اعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع الفقير الحر الخ، درمختار على الشامى زكريا، ج۵/ص ۳۳۶/ باب النفقة، فتح القدير ص ۴۱۰ ج۴ باب النفقة، فصل ونفقة الاولاد الصغار، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] لايجوز التصرف بمال غيره بلا اذنه وولايته الخ درمختار على الشامى ، ج۹/ص ۲۹۱/ (مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير.

[3] كان للغريم ان يرجع عليه وبدون الامر بها لا يرجع عليه بل عليها وهى ترجع على الزوج. شامى نعمانيه ص:۶۵۷، ج:۲، باب النفقة، مطلب فى الامر بالاستدانة على الزوج، البحر الرائق ص ۱۸۵ ج۴ باب النفقة، تحت قوله وتؤمر بالاستدانة الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعى ص ۵۵ ج۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان.

تو زید اس قرض کا ذمہ دار ہے، وہ ادا کرے[۱]، اگرچہ تقاضائے دیانت یہ ہے کہ زید اس قرض کو ادا کرے، کیونکہ بچوں کا نفقہ زید پر ہی لازم ہے[۲]، مگر قرض خواہوں کو زید سے مطالبہ کا حق نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۳ھ

والدین اور اولاد میں کس کا نفقہ مقدم ہے؟

سوال: اگر کسی شخص کی آمدنی بال بچوں اور والدین ہر دو کے لئے کفالت نہ کرے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ کن مقدم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تنگی ترشی سے سب کے نفقات واجبہ ادا کرے،[۳] اللہ تعالیٰ برکت دے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء اوالرضاء اى على اصطلاحهما على قدر معين. الدر المختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص:۶۵۸، ج:۲، مطلب فى الصلح من النفقة، كتاب النفقة، البحر الرائق ص۱۸۶ ج۴ باب النفقة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۸۳ ج۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ونفقة الاولاد الصغار على الاب لايشاركه فيها احد. هدايه ص:۴۴۴، ج:۲، باب النفقه، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحر الرائق ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، ملتقى الابحر ص ۱۹۱ ج۲ باب النفقة، تحت فصل، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] ولو له اب وطفل احق به وقيل يقسمها فيهما الخ الدر المختار على الشامى ص۳۴۴ ج۵، باب نفقة، قبيل مطلب فى نفقة زوجة الأجب، مطبوعه زكريا ديوبند، خانية ص۴۴۷ ج ۱، باب النفقة، فصل فى نفقة الوالدين، مطبوعه كوئٹه، عالمگيرى ص۵۶۵ ج ۱، كتاب النفقة، الفصل الخامس فى نفقة ذوى الارحام، مطبوعه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

قسم اور اس کے کفارہ کا بیان

قسم دینے کا حکم

سوال:۔ کیا قسم دینے سے قسم پڑ جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص کو قسم دیکر کوئی بات کہی تو اس سے اس کے ذمہ قسم لازم نہیں ہوتی[1]، نہ وہ بات لازم ہوتی ہے لیکن اس کے قسم دینے سے وہ بھی قسم کھالے تو قسم ہوجائے گی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال لغيره والله لتفعلن كذا ولم ينو شيئاً فهو حالف فان لم يفعل المخاطب حنث وإن اراد به الاستحلاف فهو استحلاف ولا شيء على واحد منهما اذا لم يفعل، فتح القدير ص ۲۰۸، ۲۰۷ ج۵ كتاب الايمان، مسائل متفرقة، مطبوعه دار الفكر، خانيه على هامش الهندية كوئٹه ص ۹ ج ۲ كتاب الايمان، فصل فى عقد اليمين علىٰ فعل الغير، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۴۷۵ ج۵ كتاب الايمان مطبع ديوبند.

[2] ولو قال والله لتفعلن كذا فقال الآخر نعم فهو على خمسة أوجه احدها أن ينوى كل من المبتدئ والمجيب الحلف على نفسه فهما حالفان، وأما الثانى : فلأن قوله نعم : يتضمن إعادة ما قبله فكانّه قال والله لأفعلن كذا فاذا لم يفعل حنثا جميعاً، شامى زكريا ص ۴۷۶ ج۵ كتاب الأيمان، مطلب قال لتفعلن كذا قال نعم، مطبع ديوبند، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بلاضرورت قسم کھانا

سوال:۔ سچی باتوں پر قسم کھا جانا اور حلف رکھ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاضرورت سچی بات پر قسم کھانا اور قسم لینا شرعاً مذموم ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذیقعدہ ۵۷ھ

''اگر فلاں کام کروں تو خنزیر کھاؤں'' کیا یہ قسم ہے؟

سوال:۔ایک شخص نے یہ کہا کہ اگر میں فلاں کام کروں تو خنزیر کا گوشت کھاؤں کیا اس شخص پر قسم کا کفارہ آئے گا یا صرف توبہ استغفار ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس پر کفارہ واجب نہیں[۲] توبہ استغفار کرے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۱۳/۹/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دار العلوم دیو بند ۱۴/۹/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) تاتارخانیة کراچی ص ۴۱۷ ج ۴ کتاب الایمان الفصل الثانی فی الفاظ الیمین، خانیة علی ھامش الھندیة ص ۹ ج ۲ کتاب الایمان فصل فی عقد الیمین علی الغیر مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] الیمین باللّٰه لاتکره لکن تقلیله اولیٰ من تکثیره (عالمگیری ،ص ۵۲/ج ۲/ کتاب الایمان، البـاب الاول ، مطبوعه کوئٹه) ولا تـطـع کل حلّاف مهین الایة ای کثیر الحلف فی الحق والباطل وکفی بهذا مزجرة لـمـن اعتـاد الـحـلف ...... وذکر بعضهم أن کثرة الحلف مذمومة ولو فی الحق لما فیها من الـجـرأـة عـلـی اسـمه جلّ شانه تفسیر روح المعانی ص ۴۵ ج ۱۶ سورة القلم رقم الایة ۱۰ مطبوعه دار الفکر بیروت، تفسیر فتح البیان ص ۲۵۹ ج ۱۴ ، المصدر السابق، مطبوعه المکتبة العصریة بیروت.

[۲] قوله ان فعله فعلیه غضب اللّٰه أوسخطه أولعنته اوهو زان أوسارق اوشارب خمرٍ (بقیه آئنده پر)

غیر اللہ کی قسم

سوال:۔ سوائے خدا عزوجل کے کسی اور چیز کی قسم یا کلام مجید کی مثل نصاریٰ بائبل ہاتھ میں لیکر یا درمیان میں رکھ کر یا سر پر رکھ کر کسی دنیوی معاملہ میں قسم یا حلف کا لینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ محض بغض وحسد، عناد کی وجہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ قسم نہ کھائی جائے اگر ضرورت پیش آئے تو اللہ کی یا اس کے کسی اسم وصفت کی اسماء وصفات میں سے قسم کھانا جائز ہے، مگر تقلیل بہر حال اولیٰ ہے اور قرآن شریف کی قسم کھانا منع ہے، تاہم اگر کسی نے قسم کھائی تو وہ منعقد ہو جائیگی۔ "**الیمین باللّٰہ تعالیٰ لاتکرہ ولکن تقلیلہ اولیٰ من تکثیرہ**، عالمگیری ص ۲۴۴/۲[۱] **والقسم باللّٰہ تعالیٰ اوباسم من اسمائہ کالرحمن والرحیم والحق اوبصفة من صفاتہ تعالیٰ کعزة اللّٰہ وجلالہ وکبریائہ وعظمتہ وقدرتہ ولایقسم بغیر اللّٰہ تعالیٰ کالنبی والقرآن والکعبة ،قال الکمال ولایخفی ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمیناً واما الحلف بکلام اللّٰہ تعالیٰ فیدورمع العرف وقال العینی عندی ان المصحف یمین لاسیمافی**

(گذشتہ کا بقیہ) أواكل ربًا ليس بيمين لعدم التعارف (ملتقى الابحر،مع مجمع الانهر،ص ۲۷۳/ ج۲/ كتاب الايمان)، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، ولو قال هو يأكل الميتة ان فعل كذا أو يستحل الخمر أو الخنزير ليس بيمين، أصله ان التعليق بما تسقط حرمته بحال ما كالميتة والخمر والخنزير لا يكون يميناً، البحر الرائق كوئٹه ص۲۸۷ ج۴ كتاب الايمان، تاتارخانية كراچی ص۴۲۳ ج۴ كتاب الايمان الفصل الثانی فی الفاظ اليمين شامی دار الفكر ص ۷۲۱ ج۳ كتاب الأيمان، قبيل مطلب حروف القسم.

(صفحہ ہٰذا) [۱] (عالمگيری كوئٹه ،ص ۵۲/ج۲) كتاب الايمان، الباب الاول، قبيل الباب الثانی فيما يكون يمينا وما لا يكون يمناً، شامی دار الفكر ص۷۰۵ ج۳ كتاب الايمان، مطلب فی حكم الحلف بغيره تعالىٰ، مجمع الأنهر ص ۲۶۰، ۲۶۱ ج۲ اول كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت.

زماننا. درمختار، مختصراً، ص ۲۹۱ ر[۱]

اگر گذشتہ فعل پر جھوٹی قسم کھائی تو گنہگار ہوگا،[۲] اور آئندہ کے لئے قسم کھانے سے حنث پر کفارہ دینا ہوگا،[۳] بلاوجہ شرعی بغض رکھنا گناہ ہے[۴]، اس سے توبہ اور اجتناب لازم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲/۵۳ھ

بت خانہ کی قسم کھانا

سوال:۔ زید اور عمر میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا جس کے فیصلے کیلئے دو چار ہندو بھائی اور کچھ

---

[۱] (الدرالمختار علی ردالمحتار، نعمانیه، ص ۵۰-۵۱-۵۲/ ج۳/) کتاب الایمان، مجمع الأنهر ص۲٦۷ تا ۲۷۰ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۵۱ تا۵۵ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه مکة مکرمة.

[۲] غموس وهو الحلف علی اثبات شی او نفیه فی الماضی او الحال یتعمد الکذب فیه فهذه الیمین یاثم فیها صاحبها وعلیه فیها الا ستغفار والتوبة دون الکفارة (عالمگیری، ص ۵۲/ ج۲/) کتاب الایمان، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۲۵۹ ج۲ اول کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۴۹ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه مکة مکرمة.

[۳] ومنعقده وهوان یحلف علی امر فی المستقبل ان یفعله اولایفعله وحکمها لزوم الکفارة عند الحنث .(عالمگیری، ص ۵۲/ ج ۲) کتاب الایمان، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۲٦۱ ج۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة طبع بیروت، النهر الفائق ص ۵۰ ج۳ کتاب الایمان، طبع عباس احمد الباز، مکة مکرمة.

[۴] ”عن ابی هریرة مرفوعاً قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ایاکم والظن الی قوله لاتنا جشوا ولاتحاسد وا ولاتباغضوا الحدیث (مشکوٰة، شریف، ص ۴۲۷/ ج۲/) باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات طبع یاسر ندیم دیوبند“ مسلم شریف ص ۳۱٦ ج۲ کتاب البر والصلة، باب تحریم التحاسد والتباغض الخ، طبع رشیدیه دهلی.

ترجمہ :. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گمان کرنے سے بچو (الیٰ) اور بھاؤ بڑھانے کے لئے بولی نہ لگاؤ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔

مسلمان بھائی کسی مزار سے کچھ فاصلے پر بیٹھے جب زید سے زبان بندی لی گئی تو زید نے جو کچھ کہا تھا کہا، اور عمر سے زبان بندی لی گئی تو اس نے اس بت خانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں بالکل ٹھیک ہے، ''اس بت خانہ کی قسم'' التجایہ ہے کہ عمر نے ایک مسلمان ہوتے ہوئے ایسی جو قسم کھائی ہے اس سے اس کے اسلام وایمان میں کوئی نقصان تو نہیں ہوا، یا ہوا تو کیا کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضرورت پیش آنے پر اگر قسم کھائی جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی قسم کھائی جائے کسی غیر اللہ کی قسم کھانا اور وہ بھی بت خانہ کی قسم کھانا ہرگز جائز نہیں، سخت گناہ ہے مذکورہ صورت میں زیادہ خطرہ ہے[۱]، اسلئے تجدید ایمان وتجدید نکاح کرادیا جائے، ندامت کیساتھ توبہ کرکے آئندہ پوری احتیاط واجتناب کا وعدہ کرنا چاہئے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۲۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۲۸ھ

قرآن پاک کی قسم کھانا

سوال:۔ قرآن پاک کی قسم کھانا کیسا ہے؟

---

[۱] والقسم باللّٰہ وباسم من اسمائہ کالرحمن والرحیم اوبصفۃ من صفاتہ تعالیٰ کعزۃ اللّٰہ وجلالہ وکبریائہ وعظمتہ وقدرتہ لایقسم بغیر اللّٰہ تعالیٰ کالنبی والقرآن والکعبۃ (درمختار) وفی الشامیۃ: بل یحرم کمافی القھستانی بل یخاف منہ الکفر ،شامی ،ص نعمانیہ ص ۵۱/ج۳، کتاب الایمان، قبیل مطلب فی القرآن، من حلف منکم فقال فی حلفہ باللات فلیقل لا إلہ إلا اللّٰہ، مسلم شریف ص۴۶ ج۲ کتاب الایمان، باب النھی عن الحلف بغیر اللّٰہ تعالیٰ، طبع بلال دیوبند، مجمع الأنھر مع سکب الانھر ص ۲۶۹ ج۲ کتاب الایمان، طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[۲] ماکان فی کونہ کفراً اختلاف فان قائلہ یومر بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاط. (عالمگیری ،ص ۲۸۳/ج۲/) کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاۃ، مجمع الأنھر ص۵۱۰ ج۲ باب المرتد، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۲۴۷ ج۴ باب المرتد، مطلب جملۃ من لا یقتل إذا ارتد.

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں چاہئے لیکن اگر کھالیگا، تو منعقد ہوجائے گی، اور اس پر قسم ہی کے احکام مرتب ہوں گے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کلام پاک کی قسم

سوال:۔ ایک خاتون نے کلام پاک کی قسم کھا کر اپنے شوہر سے یہ کہا کہ آج کے دن سے میں کبھی بھی صحبت نہیں کرنے دونگی، اس تاریخ سے آج تک دونوں آپس میں نہ ملے جس کو ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے، اب خاتون اپنے شوہر کو دعوت دیتی ہے، لیکن شوہر اس خاتون سے نفرت کرتا ہے دو بچے بھی ہو چکے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ خاتون اپنے شوہر سے ہم صحبت ہونا چاہتی ہے تو صحبت کی اجازت دیدے بلکہ رغبت دلاکر خود آمادہ کرلے، پھر صحبت کے بعد قسم کا کفارہ ادا کردے[۲] آئندہ کے لئے دروازہ کھل جائے گا، اور صحبت سے نہ گناہ ہوگا نہ کفارہ، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا ان کو پہننے کے کپڑے دے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۹/۱۵ھ

---

[۱] ولایقسم بغیر اللّٰہ کالنبی والقرآن والکعبة قال الکمال ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمیناً وقال العینی عندی ان المصحف یمین لاسیمافی زماننا مختصراً درمختار، برحاشیہ شامی نعمانیہ، ص ۵۰-۵۱-۵۲/ج۳، کتاب الایمان، مجمع الأنهر ص ۲۷۰ ج۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۵۵ ج۳ کتاب الایمان، طبع عبابس احمد الباز مکة مکرمة.

[۲] الثانی أن یکون المحلوف علیه شیئا غیره أولی منه کالحلف علی ترک وطء زوجته شهرا أو نحوه فالحنث افضل، بحر کوئٹه ص ۲۹۲ ج۴ کتاب الایمان، النهر الفائق ص۵۹ ج۳ کتاب الایمان، طبع مکة مکرمة، الدر مع الشامی کراچی ص۷۲۸ ج۳ کتاب الایمان، مطلب کفارة الیمین. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن، کلام اللہ، بچوں کی قسم

سوال:۔ اللہ کی قسم، خدااور رسول کی قسم، بچوں یا بچہ کی قسم، ان چاروں میں سے کونسا حلف کھلوایا جاسکتا ہے، کوئی شخص قرآن کو ہاتھ میں لے کراور دوسرے ہاتھ کو بچے کے سر پر رکھ کر یوں قسم کھائے کہ ''قرآن شریف گواہ رہے خدا کی قسم میں جو بھی کہوں گا یا جو بیان دے رہا ہوں، وہ سب سچ ہے'' کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بات بات پر قسم کھانا اور قسم لینا غلط طریقہ ہے[1]، ضرورت شدیدہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے کسی نام اور کسی صفت کی بھی قسم کھائی اور لی جاسکتی ہے، اللہ، خدا، رحمٰن، رحیم، خالق، مالک وغیرہ، بچے یا بچوں کی قسم جائز نہیں، انکے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا بھی غلط ہے[2]، قرآن کریم اگر ہاتھ میں لے کر بات کہی جاوے تو اس سے قسم نہیں ہوتی، ہاں کلام اللہ کی قسم کھانے سے قسم ہوجائیگی[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۸/۳ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [3] هى اى الكفارة احدثلاثة اشياء ان قدرعتق رقبة يجزى فيها مايجزى فى الظهار اوكسوة عشرة لكل واحد ثوب فمازادوادناه مايجوز فيه الصلاة اواطعامهم والاطعام فيها كالاطعام فى كفارةالظهار فان لم يقدر هذه الاشياء الثلاثة صام ثلاثة ايام متتابعات. عالمگيرى، ص ۶۱ / ج ۲ / كتاب الايمان، الباب الثانى، الفصل الثانى فى الكفارة، النهر الفائق ص ۵۸ ج ۳ كتاب الايمان، طبع مكة مكرمة، الدر مع الشامى زكريا ص ۵۰۳ تا ۵۰۵ ج ۵ كتاب الايمان، مطلب كفارة اليمين.

(**صفحہ ہذا**) [1] وذكر بعضهم ان كثرة الحلف مذمومة ولو فى الحق لما فيها من الجرأة على اسمه جل شانه، روح المعانى ص ۴۵ ج ۱۶ الجزء التاسع والعشرون، سورة القلم تحت آيت ۱۰، مطبوعه دار الفكر بيروت، تفسير مظهرى ص ۳۴ ج ۱۰ سورة القلم تحت آيت ۱۰ مطبوعه رشيديه كوئٹه، روح البيان ص ۱۱۰ ج ۱۰ الجزء التاسع والعشرون، سورة القلم تحت آيت ۱۰ مطبوعه دار الفكر بيروت، اليمين بالله لاتكره لكن تقليله اولى من تكثيره (عالمگيرى كوئٹه، ص ۵۲ ج ۲) كتاب الايمان .

[2] اليمين بالله اوباسم آخر من اسماء الله كالرحمن والرحيم اوبصفة من صفاته .(عالمگيرى ،ص ۵۲ / ج ۲ /) الباب الثانى فيما يكون يميناً ومالا يكون يميناً، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن اُٹھا کر قسم کھانا

سوال:۔ زید نے بکر سے کسی بات کا معاہدہ لینے کے لئے چاہا بکر نے وعدہ کیا زید نے اعتبار نہ کیا بکر نے غصہ میں آکر کلام اللہ شریف اٹھالیا اور اسی طرح پر بکر نے زید سے کسی بات کا وعدہ لینا چاہا زید نے بکر کے اطمینان کیلئے کلام اللہ شریف اٹھا کر خدا اور رسول کو بیچ میں دے کر وعدہ کرلیا، اب ان میں سے ایک نے اپنا وعدہ توڑ دیا، تو اب دوسرا بھی اگر توڑ دے تو قابل گرفت تو نہیں یا ہے؟ برائے کرم تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جیسا کہ قرآن شریف اٹھا کر وعدہ کیا ہے تو اگر قسم بھی کھائی ہے تو قسم جب تک موافق شرع ہو اس کو توڑنا درست نہیں، اگر خلاف شرع ہے تو اسکا توڑنا واجب ہے[۱]، اور کفارہ بھی واجب ہے، اگر ایک نے قسم توڑ دی ہے تو اس کے ذمہ کفارہ واجب ہوگیا، اگر دوسرا توڑے گا تو اس کے ذمہ بھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مجمع الأنهر ص۲۶۷،۲۶۸ ج۲ كتاب الايمان، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۱ ج۴ كتاب الايمان، ولا يقسم بغير الله تعالیٰ كالنبى والقرآن والكعبة، در مختار نعمانية ص ۵۱ ج۳ كتاب الأيمان.

[۳] لوحلف بالقرآن قال يكون يميناً وبه اخذ جمهور مشائخنا رحمهم الله، عالمگيرى، ص۵۳ ج۲ كتاب الايمان، الباب الثانى فيما يكون يميناً، الدر المختار على الشامى كراچى ص ۷۱۲ ج۳ كتاب الايمان، مطلب فى القرآن، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۶ ج۴ كتاب الايمان.

(صفحہ ہذا) [۱] نوع منها يجب اتمام البر فيها وهو ان يعقد على فعل طاعة امر به او امتناع عن معصية ونوع لايجوز حفظها وهو ان يحلف على ترك طاعة اوفعل معصية (عالمگيرى، ص ۵۲/ج۲/)، كتاب الايمان، الباب الاول فى تفسيرها، مجمع الأنهر ص ۲۶۴ ج۲ كتاب الأيمان، مطبوع دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع كراچى ص۱۷ ج۵ كتاب الايمان، فصل واما حكم اليمين فيختلف باختلافه.

کفارہ واجب ہوگا[1] اور اگر محض وعدہ کیا ہے قسم نہیں کھائی تب بھی جہاں تک ہو سکے اس کو پورا کرنا چاہئے، اگر بلا وجہ وعدہ خلافی کرے گا تو گنہگار ہوگا، کیونکہ بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی عارض پیش آ گیا کہ جس کی وجہ سے وعدہ پورا نہیں کرسکتا ہے، تو مجبوری ہے،[2] اس میں گناہ نہیں، ہاں اگر وعدہ کرتے وقت خلاف کرنے کی نیت تھی تو یہ سخت گناہ ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ذیقعدہ ۵۳ھ

قرآن پر ہاتھ رکھ کر بات کہنا

سوال:۔ ماسٹر محمد بشیر ولد ناصر الدین اور چودھری عطا محمد کی بیوی نور جہاں کے درمیان کچھ جھگڑا تھا جس کی وجہ سے اسے کچھ شک تھا کہ اس نے میری بیوی کو جادو کئے ہیں جس پر اس کا ایک شاہد یعنی ایک عورت، عورت نے قرآن اٹھا کر کہا کہ یہ کہی تھی کہ میں جادو کروں گی، جس

---

[1] وحكمها لزوم الكفارة عند الحنث، عالمگیری، ص ۵۲/ج ۲/کتاب الایمان، بدائع کراچی ص ۱۷ ج ۵ کتاب الایمان، فصل واما حكم اليمين فيختلف باختلاف اليمين، مجمع الأنهر ص ۲۶۳ ج ۲ كتاب الايمان، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] قال النووی اجمعوا علی ان من وعد انساناً شيئاً ليس بمنهي عنه فينبغي ان يفي بوعده فلو تركه فاته الفضل وارتكب المكروه كراهة شديدة وان كان يأثم ان قصد به الاذى ...... ثم اذا فهم مع ذلک الجزم فی الوعد فلا بد من الوفاء الا ان يتعذر (مرقاة ص ۶۵۳/ج ۴/ باب المزاح)، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، شرح طيبی ص ۱۵۷ ج ۹ باب المزاح، الفصل الثانی، مطبوعه زکریا دیوبند، السراج المنير ص ۱۷ ج ۱ تحت حديث آية المنافق، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[3] من وعد وليس من نيته ان يفي فعليه الاثم سواء وفى به اولم يف فانه من اخلاق المنافقين، مرقات، ص ۶۴۷ ج ۴، باب الوعد، الفصل الثانی/ص ۱۰۶ ج ۱، باب الكبائر، مطبوعه بمبئی، السراج المنير ص ۱۷ ج ۱ مطبوعه دار الفكر بيروت.

پر ماسٹر محمد بشیر الدین نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اب اسے قرآن پر عہد کراؤ کہ مجھے جادو نہیں کراوے گی، اس پرنور جہاں نے کہا کہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہوں کہ نہ میں نے جادو کیا ہے، نہ آئندہ کرونگی، لیکن لوگوں نے کہا ایسا مت کہو کہ وہ عورت قرآن اُٹھائے، آپ جھوٹی ہیں اس نے کہا ٹھیک ہے، اگر اس نے قرآن پاک اٹھا کر کہا ہے، تو میں قرآن پاک کو چیلنج نہیں کرونگا، ٹھیک ہے، مطابق ان کے قرآن اٹھانے کے میں جھوٹی ہوں اور آئندہ ایسا کام نہیں کروں گی، ماشٹر بشیر الدین اب کہتا ہے کہ اس نے اب وہ قرآن پاک کا عہد توڑ دیا ہے کیونکہ اس نے پھر جادو لکھوائے ہیں، جس پر وہ آدمی کہتے ہیں کہ اگر توڑا ہے تو خدا خود سے سزا دے گا، لہٰذا اب کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا ثبوت کے کسی پر بہتان لگانا حرام ہے[1] قسم کھا کر اگر کوئی شخص اس کے خلاف کرے تو اس کے ذمہ کفارہ لازم ہوتا ہے[2] وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت کھانا کھلائے، یا ان کو ایک ایک جوڑا کپڑا دے، اور اگر اتنی حیثیت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، ''**لقوله تعالیٰ فكفارته اطعام عشرة مساكين** ''الایة،[3] محض قرآن پر ہاتھ رکھنا قسم نہیں[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۱۴۰۶ھ

---

[1] الغيبة ذكر الانسان فى غيبته بما يكره واصل البهت أن يقال له الباطل فى وجهه وهما حرامان، نووى على المسلم ص ۳۲۲ ج ۲ كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة مكتبه بلال ديوبند، الزواجر ص ۵۷۶ ج ۳ كتاب النكاح، الكبير الرابعة والخمسون بعد المأتين : البهت، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة مكرمة.

[2] وحكمها لزوم الكفارة عندالحنث ، عالمگیری ،ص ۵۲/ج۲، كتاب الايمان، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج ۲ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۵۰ ج ۳ كتاب الايمان، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] الآية ، ۸۹/ سورة مائده، وهى عتق رقبة أو اطعام عشرة مساكين أو كسوتهم ...... فان عجز عن احدها صام ثلاثة أيام متتابعات، مجمع مختصراً ص ۲۶۵ ج ۲ كتاب الايمان، **(بقیه اگلے صفحه پر)**

قرآن شریف ہاتھ میں لیکر بات کہنا قسم نہیں

سوال:۔ میں نے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ اگر میرا سوتیلا بھائی شریعت کے مطابق عمل کرے گا تو میں زندگی بھر اپنا حقیقی بھائی جانوں گا، اگر شریعت کے مطابق نہ کرے گا تو دشمن، اب اگر ایسی حالت میں میرا سوتیلا بھائی اپنی ماں کے کہنے پر یا اپنی مرضی سے میری کسی بات پر یقین نہیں کرتا، بلکہ والد کی حیات میں مجھے جائداد میں جو حصہ ملا ہے اس میں حصہ لینا چاہے اس پر ناجائز قابض ہونا چاہے تب میرے لئے کیا حکم ہے؟ جب کہ میں قسم کھا چکا ہوں، اگر قسم بموجب کرتا ہوں تو جائداد جاتی ہے، اور اگر نہیں کرتا تو دشمن ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ شریعت کے مطابق عمل نہ کرے تب بھی اس کو دشمن نہ سمجھے اور محض قرآن مجید ہاتھ میں لیکر بات کہنے سے قسم نہیں ہو جاتی، جب تک لفظ قسم نہ کہے[1] اگر قسم ہوگی تو اس کے خلاف کرے، پھر قسم کا کفارہ ادا کر دے[2] اور بھائی سے دشمنی کا معاملہ نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۳/۲۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۳/۲۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) طبع دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ كتاب الايمان، طبع بيروت، الدر مع الشامى زكريا ص۵۰۳ تا ۵۰۵ ج۵، مطلب كفارة اليمين.

ترجمہ:. سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا۔(بیان القرآن)

[2] اليمين تقوية أحد طرفى الخبر بالمقسم به، مجمع الأنهر ص ۲۵۹ ج۲ كتاب الايمان، طبع بيروت، النهر الفائق ص۴۸ ج۳ كتاب الايمان، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص۲۷۷ ج۴ اول كتاب الايمان.

(صفحہ ہذا)[1] اليمين فى الشرع تقوية الحالف أحد طرفى الخبر من الفعل والترك بالمقسم به الخ، مجمع الأنهر ص ۲۵۹ ج۳ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۸ ج۳ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۷۷ ج۴ كتاب الايمان، مطبوعه الماجديه كوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن پاک گود میں لیکر وعدہ کا حکم

سوال:۔ میں قرآن پڑھ رہا ہوں گود میں قرآن ہے، اور کسی سے کچھ وعدہ کر لیتا ہوں کہ فلاں کام کرلونگا، اور احساس یہ ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے وعدہ کر رہا ہوں، اور بعد میں اگر اس سے یہ کہوں کہ میں وہ کام نہیں کرسکا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک پڑھنے کے لئے گود میں لئے ہوئے وعدہ کرنے سے قسم نہیں ہوتی، جو وعدہ خالی گود کیا ہو اس کو بھی پورا کرنے کی کوشش کی جائے، کوئی عذر پیش آ جائے، تو دوسری بات ہے، وعدہ کرتے وقت یہ نیت کرنا کہ پورا نہیں کرونگا، نفاق کی علامت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

قرآن مجید ہاتھ پر رکھ کر قسم

سوال:۔ کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کے لئے کلام اللہ شریف کی قسم کھائی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں تو ایسے موقعوں پر کیا کیا جائے، جب کہ ایسا کرنا یا کرانا از حد ضروری ہو؟

قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر حلف لیا جاتا ہے، اس کے مطابق اگر قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [2] وحكمها لزوم الكفارة ذا حنث، عالمگیری ص ۵۲ ج ۲ كتاب الايمان، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه بحر ص ۲۷۷ ج ۴ مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر ص ۲۶۰ ج ۲ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] ثم اذا فهم مع ذلک الجزم فى الوعد فلا بد من الوفاء الا ان يتعذر فان كان عند الوعد عازما أن لا يفى به هذا هو النفاق الخ مرقات ص ۶۵۳ ج ۴ باب المزاح و ص ۶۴۷ ج ۴ باب الوعد، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، الاشباه والنظائر مع الهامش للشيخ الرّافعى ص ۱۵۹ كتاب الحظر والاباحة، الفن الثانى، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

مندرجہ ذیل الفاظ کہلائے جائیں تو کیسا رہے گا''میں حلف لیکر وعدہ کرتا ہوں کہ فلاں کام آئندہ تادم حیات نہیں کرونگا، مطلع فرمائیں شرعاً؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً قسم لینا ہی ناپسند ہے تاہم اگر اس طرح قسم کھالی ہے تو وہ شرعاً معتبر ہوگی[1] اگر آئندہ کے متعلق ہے تو اسکے خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئیگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن شریف کی جھوٹی قسم کھانا

سوال:۔ اگر کوئی شخص قرآن شریف کی جھوٹی قسم کھائے تو اس پر اس کلام کا حانث ہونا لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمداً جھوٹی قسم کھانا یمین غموس ہے، جو کہ کبیرہ گناہ ہے[3] شرک کے قریب ہے، کمافی

---

[1] لو حلف بالقرآن قال یکون یمینا وبه أخذ جمهور مشائخنا الخ عالمگیری ص۵۳ ج۲ کتاب الأیمان الباب الثانی، الفصل الاول، شامی کراچی ص۷۱۲ ج۳ کتاب الأیمان، مطلب فی القرآن، بحر ص۲۸۶ ج۴ کتاب الأیمان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] ومنعقدة وهو ان یحلف علی امر فی المستقبل ان یفعله او لایفعله وحکمها لزوم الکفارة عند الحنث. (عالمگیری، ص۵۲/ج۲/) کتاب الایمان، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۲۸۰ ج۴ کتاب الایمان مطبوعه الماجدیه کوئٹه، ملتقی الابحر علی هامش المجمع ص۲۶۱ ج۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] غموس وهو الحلف علی اثبات شی او نفیه فی الماضی اوالحال یتعمد الکذب فهذه الیمین یاثم فیها صاحبها وعلیه فیها الاستغفار والتوبة دون الکفارة (عالمگیری، ص۵۲/ج۲/) کتاب الایمان، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۶۱ ج۲ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۹-۵۰ ج۳، کتاب الأیمان، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

الحدیث، ایضاً[۱] آئندہ کے متعلق قسم کھا کر اس کے خلاف کرنے سے آدمی حانث ہوتا ہے، جس سے کفارہ لازم آتا ہے[۲] صورت مذکورہ میں کفارہ لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۳ھ

قرآن اٹھا کر جھوٹی قسم کھانا

سوال:۔ ایک شخص سے حقیقت میں غلطی ہوئی اور وہ شخص اپنی غلطی کو محسوس کرتا ہے، مگر عورت کے شور شغب مچانے پر اس شخص نے قرآن مجید اٹھالیا جس سے کہ عورت اطمینان کرلے تو اس کا کفارہ کیا ہونا چاہئے اور کیسے ادا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

غلط کام کر کے اس کا انکار کرنا اور اس پر قرآن شریف اٹھا کر قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے[۳] اس کا وبال بہت سخت ہے، دنیا میں اس کا کوئی کفارہ نہیں توبہ کرتا رہے[۴] روتا رہے حق تعالیٰ معاف فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۶ھ

---

[۱] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حلف علی ملة غیر الاسلام کاذباً فھو کماقال (مشکوٰة، ص ۲۹۶/ج۲/)کتاب الایمان والنذور، عن عبد اللّٰہ بن عمروؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰة شریف ص۱۷ باب الکبائر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۲] ومنعقدة وھو ان یحلف علی امرفی المستقبل ان یفعلہ اولا یفعلہ وحکمھا لزوم الکفارة عند الحنث.(عالمگیری،ص ۵۲/ج۲/)کتاب الایمان، البحر الرائق ص۲۸۰ ج۲ کتاب الایمان مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، ملتقی الابحر ص ۲۶۱ ج۲ دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] عن عبد اللّٰہ بن عمروؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰة شریف ص۱۷ باب الکبائر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۴] غموس وھو الحلف علی اثبات شئی اونفیہ فی الماضی اوالحال یتعمد الکذب فیہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن کی قسم سچا نہ جاننے والے کا حکم

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ جو شخص قرآن شریف یا کعبہ شریف کی قسم کھائے اس کا ضرور اعتبار کرنا چاہئے، جو نہیں کریگا وہ کافر ہے، لیکن بکر کہتا ہے کہ سوائے خداوند قدوس کے اور کسی چیز کی قسم کھانا ہی جائز نہیں، تو اس کا کیسے اعتبار کیا جائیگا، کیا وہ جھوٹا سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی بات بکر کی صحیح ہے کہ خداوند قدوس (کی ذات وصفات) کے علاوہ کسی کی قسم کھانا جائز نہیں، لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کی قسم کھانے سے بھی قسم صحیح ہوجاتی ہے، جیسا کہ فتح القدیر، بحر وغیرہ میں ہے[1] لیکن بلا وجہ کسی کو جھوٹا قرار دینا درست نہیں، بلا ضرورت بات بات پر قسم کھانا بھی شرعاً مذموم ہے[2] زید کا یہ کہنا کہ ایسی قسم کھانے والے کا جو اعتبار نہ کرے وہ کافر ہے، یہ بھی غلط ہے، اگر قرائن ودلیل سے اس کا جھوٹا ہونا معلوم ہو یا مشاہدہ کے خلاف کوئی قسم کھائے چاہے اللہ تعالیٰ ہی کی قسم ہو اس کا اعتبار نہ کرنے سے بھی آدمی کافر نہیں ہوتا، منافقین کی قسموں کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے، جن کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۵ھ

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) فهذه اليمين ياثم فيها صاحبها وعليه فيها الا استغفار والتوبة دون الكفارة. (عالمگيری، ص ۵۲ ج ۲ کتاب الايمان)، مطبوعه كوئٹه، البحر كوئٹه ص ۲۸۵ ج ۴ كتاب الأيمان، سكب الأنهر على هامش المجمع ص ۲۶۱ ج ۲ كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] ومن حلف بغير الله لم يكن حالفاً كالنبي والكعبة وكذا اذاحلف بالقرآن ثم لايخفى ان الحلف بالقرآن الان متعارف فيكون يمينا. فتح القدير، ص ۶۹/ج۵، كتاب الأيمان مطبوعه دارالفكر، بحر الرائق، ص ۲۷۶/ج۴، كتاب الأيمان مطبوعه المكتبة الماجديه كوئٹه پاكستان، شامی نعمانيه، ص ۵۰-۵۱-۵۲/ج۳/ كتاب الأيمان.

[2] أن كثرة الحلف مذمومة ولو فی الحق لما فيها من الجرأة على اسمه جل شانه، تفسير روح المعانی ص ۴۵ ج ۱۶ سورة القلم تفسير مظهری ص ۳۴ ج ۱۰ سورة القلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز پڑھنے کی قسم کھانا

سوال:۔ایک شخص نے جذبہ کی حالت میں قرآن شریف اور بخاری شریف ہاتھ میں اُٹھا کر اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کیا کہ تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑونگا، اور ہمیشہ میں پڑھونگا اس کے لئے حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قسم کے بعد اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے، وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر (پیٹ بھر کر) کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے، اگر اس کی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے[1]، پھر اگر قسم کھائے اور خلاف کرے تو پھر کفارہ دے۔

روزہ رکھنے اور صدقہ دینے کی قسم

سوال:۔ایک شخص نے کہا کہ اگر میں علم دین پڑھانے لگوں تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھوں

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) ندوۃ المصنفین دھلی، ا لیمین باللہ لاتکرہ لکن تقلیلہ اولیٰ من تکثیرہ عالمگیری کوئٹہ، ص ۵۲ /ج۲ / کتاب الایمان.

[۳] راجع سورۃ المنافقین "اذاجاءک المنافقون قالوانشھدانک لرسول اللّٰہ واللّٰہ یعلم انک لرسولہٖ واللّٰہ یشھد ان المنافقین لکاذبون.(سورہ منافقون)

ترجمہ:. جب آپکے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں، اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے، کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔(بیان القرآن)

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] وھی احدثلاثۃ اشیاء ان قدر عتق رقبۃ اوکسوۃ عشرۃ مساکین لکل واحد ثوب اواطعامھم فان لم یقدر علی احد ھذہ الاشیاء الثلاثۃ صام ثلاثۃ ایام متتابعات،(عالمگیری ملخصاً، ج۲/ص ۶۱/)الفصل الثانی فی الکفارۃ، مطبوعہ کوئٹہ، البحر کوئٹہ ص ۲۸۹ ج۴ کتاب الأیمان، شامی کراچی ص ۷۲۵ج۳ مطلب کفارۃ الیمین، کتاب الأیمان.

گا،اوردوروپئے ماہواری تنخواہ میں سے صدقہ کیا کروں گا،خدانے اس کی یہ دعا قبول کی چار پانچ سال علم دین پڑھایا،اس کے بعد کبھی روزہ رکھا،اور کبھی نہیں،اور صدقہ بھی کبھی دیااور کبھی نہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

ہر ماہ میں تین روزے اوردو روپیہ صدقہ اسکے ذمہ لازم ہے، اگر کچھ ماہ بغیر روزے اورصدقہ کے گزرے ہیں،تو قضالازم ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۰/۵/۸۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ۱۲/۵/۸۱ھ

استاذ کاقسم کھا کر پھر توڑنا

سوال:۔ ایک لڑکے نے بدتمیزی کی ، جبراً استاذ نے قسم کھالی کہ میں تمہیں کبھی نہیں پڑھاؤنگا، دیگر بچوں کی تعلیم جاری ہے،اورجس کے نہ پڑھانے کی قسم کھالی ہے،اس کی تعلیم بھی بندنہیں ہے، وہ دوسرے استاذ سے تعلیم پارہاہے،اب وہ لڑکا استاذ سے معافی مانگ رہا ہے ،اورمولوی صاحب سے پڑھنا چاہتا ہے تو اس صورت میں مولوی (استاذ) صاحب کاقسم توڑ نا اورلڑکےکو پڑھانا کیساہے،اوراس کوتعلیم دیناواجب ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگراس کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہوسکتا ہوتو اس کی سچی توبہ کے بعد اپنی قسم کاتوڑ دینا،

---

[۱] من نذر وسمی فعلیه الوفاء بما سمی وان علق النذر بشرط سواء کان شرطاً ارادکونه اولم یردفوجد الشرط فعلیه الوفاء بنفس النذرولاتنفعه کفارة الیمین (شرح العنایة علی الهدایه مع فتح القدیر، ج۵/ص ۹۲/کتاب الایمان، فصل فی الکفارة، دار الفکر، مجمع الأنهر ص۲۷۵ ج۲ قبیل باب الیمین فی الدخول الخ، دار الکتب العلمیة، البحر کوئٹه ص ۲۹۵ ج۴ کتاب الأیمان.

اور پھر کفارہ ادا کرنا ضروری ہوجاتا ہے، لیکن اب جبکہ اس کی تعلیم کا دوسرا انتظام موجود ہے، تو قسم توڑنا واجب نہیں، تاہم اخلاق کریمانہ کا تقاضا یہی ہے، کہ اس کو معاف کر دیا جائے، حق تعالیٰ اس کو سچی توبہ نصیب فرمائے، ''الاتحبون ان یغفر اللّٰہ لکم ، الایة المحلوف علیه انواع فعل معصیة اوترک فرض فالحنث واجب الیٰ قوله الثانی ان یکون المحلوف علیه شیئاً غیره اولیٰ منه کالحلف علیٰ ترک وطی ٔزوجته شهراً ونحوهٗ فالحنث افضل لان الرفق ایمن اھ بحر، ص ۲۹۱ / ج ۴''[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۷ھ

ضرورت کی بناپر قسم کو توڑنا

سوال:۔ زید نے جوکہ قصبہ میں ایک دیندار اور باعزت انسان ہے، جوکہ عرصہ تک قصبہ کا چیئرمین بھی رہا ہے، کسی مجبوری کی بناء پر قسم کھالی کہ آئندہ چیئرمین سیٹ کے لئے کھڑا نہیں ہونگا، مگر بعد میں عوام نے مجبور کیا کہ تیرے ہوتے ہوئے قصبہ کا کوئی دوسرا انسان اس سیٹ پر آکر پبلک کی خدمت نہیں کریگا، تواس صورت میں شریعت مطہرہ زید کے لئے کیا حکم کرتی ہے، اپنی قسم پر قائم رہے یا عوام کی خواہش کے مطابق کام کرے، اور قسم کا کفارہ ادا کردے، قسم توڑنے کا کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

محض عوام کی خواہش کا ہرگز اتباع نہ کیا جائے، البتہ اگر واقعۃً اس منصب پر آکر صحیح خدمت

[۱] مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان، کتاب الایمان، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۴۱۱ ج ۳ کتاب الایمان، طبع امدادیہ ملتان، النهر الفائق ص ۵۹ ج ۳ کتاب الایمان، طبع عباس احمد الباز مکة مکرمة.

کی پختہ امید ہے اوران کے نہ اٹھنے سے نااہل آکر حقوق ضائع کرے گا، جس سے مظلوم پریشان ہوں گے، تو پھر اپنی قسم کے خلاف کرلیا جائے، اوراس کے بعد قسم کا کفارہ ادا کردیا جائے[۱]، کفارہ دس غریبوں کودووقت شکم شیر کھانا کھلانا یاان کو کپڑے پہنانا ہے، جس میں اتنی وسعت نہ ہووہ تین روزے مسلسل رکھے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

تحریم الحلال یمین

سوال:۔ بیوی نے کہا میں نے اس کام (جماع) سے قسم کھارکھی ہے، مرد نے کہا اگر تم نے قسم کھارکھی ہے تو میں نے بھی یہ کام حرام کرلیا ہے، مرد نے کہا کہ میں نے غصہ میں ایسا کہہ دیا تھا میری نیت طلاق کی نہ تھی، مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یانہیں؟

---

[۱] عن ابی هریرة ان رسول اللّٰه ﷺ من حلف علی یمین فرایٰ خیراً منها فلیکفر عن یمینه ویفعل (مشکوٰة شریف، ص ۲۹۶ / ج ۲ / کتاب الایمان والنذور الفصل الاوّل)، طبع دار الکتاب دیوبند، الثانی أن یکون المحلوف علیه شیئاً غیره أولی منه کالحلف علی ترک وطء زوجته شهراً أو نحوه فالحنث افضل، بحر کوئٹه ص ۲۹۲ ج ۴ کتاب الایمان، النهر الفائق ص ۵۹ ج ۳ کتاب الایمان، مکة مکرمة، هندیه کوئٹه ص ۵۲ ج ۲ کتاب الایمان الباب الاول.

ترجمہ حدیث شریف :۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جوشخص کسی چیز کی قسم کھائے، پھراس سے بہتر دوسری چیز دیکھے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دیدے اوراس کو کرلے۔

[۲] وهی احدثلاثة اشیاء ان قدر عتق رقبة یجزی فیها مایجزی فی الظهار او کسوة عشرة مساکین لکل واحدٍ ثوب فمازا دوادناه مایجوز فیه الصلوٰة او اطعامهم والاطعام فیها کالاطعام فی کفارة الظهار هکذا فی الحاوی للقدسی فان لم یقدر هذه الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ایام متتابعات.(عالمگیری، ص ۶۱ / ج ۲) الباب الثانی، الفصل الثانی فی الکفارة، النهر الفائق ص ۵۸ ج ۳ کتاب الایمان، طبع مکة مکرمة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۰۳ تا ۵۰۵ ج ۵ کتاب الایمان، مطلب کفارة الیمین.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی البتہ یمین منعقد ہوگئی، اب اگر جماع کرے گا تو کفارہ یمین لازم ہوگا، عورت نے چونکہ قسم کھا رکھی ہے، تو جماع کی صورت میں اسکے ذمہ بھی مستقل کفارہ لازم ہوگا اگر اس طرح کہتا ہے کہ میں نے عورت کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے، تو طلاق واقع ہوجاتی ہے، **تحریم الحلال یمین** اھ[1] (درمختار، ص۶۳/ج۳/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حلال کو حرام سے تشبیہ دینا کیا قسم ہے؟

سوال:۔ اگر کسی نے حلال غذا کو حرام سے تشبیہ دیا یوں کہا کہ یہ دہی اگر میں کھاؤں تو میرے لئے خنزیر ہوگی یہ قسم ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قسم نہیں ہوئی، ''**قوله ان فعله فعليه غضب الله اوسخطه اولعنته اوهوزان اوشارب خمراوسارق اوآكل ربواليس بيمين**''۔ (ملتقی الابحر، ص۵۵۴/۲)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدر المختار مع الشامی، نعمانیه، ص۶۳/ ج۳/مطلب فی تحریم الحلال، کتاب الایمان، شامی کراچی، ص ۷۳۰ ج۳، النهر الفائق ص ۶۰ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، تاتارخانيه ص ۴۲۱ ج۴ کتاب الایمان، مطبوعه کراچی، سکب الأنهر ص ۲۷۲ ج۲ کتاب الایمان فصل وحروف القسم، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، عالمگیری ص ۵۵ ج۲ الباب الثانی فی ما یکون یمیناً الخ الفصل الاول، مطبوعه کوئٹه.

[2] ملتقی الابحر، ص ۲۷۳/ ج۲/ کتاب الایمان، فصل وحروف القسم، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۸۷ ج۴ کتاب الایمان، مطبوعه الماجديه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص۵۵ ج۲ کتاب الایمان الباب الثانی فیما یکون یمیناً الخ الفصل الاول.

مسجد میں نہ جانے کی قسم

سوال:۔ چندلوگ مسجد میں خرافات کی باتیں کررہے تھے، میں نے ان کومنع کیا تو وہ لڑنے لگے جس پر میں نے قسم کھائی کہ میں مسجد میں نہیں آؤنگا، میرے لئے کیا حکم ہے، مسجد میں جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی، یا کفارہ دینا ہوگا ؟

الجواب حامداًومصلیاً

آپ نے غلطی کی جوایسی قسم کھالی آپ مسجد میں جائیں پھراپنی قسم کا کفارہ اداکریں[1]، کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کودو وقت شکم سیر کھانا کھلائیں، یادس غریبوں کو کپڑا دیں، اگراتنی وسعت نہ ہوتوتین روزے مسلسل رکھیں[2] اورآئندہ اس قسم کی چیزیں نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفالت سے حلفیہ انکار

سوال:۔ زیدایک غیرمسلم کا مقروض تھا دائن جب تقاضا کرتا صاف انکارکردیتا اس لئے دائن نے عدالت میں چارہ جوئی کی اورزید کے حلف پرمدار رکھا گیا زید نے عدالت مجاز میں کلام

[1] من حلف على معصية وجب الحنث والتكفير (ملخصا)درمختار على هامش (رد المحتار نعمانيه، ص ۶۲/ج۳/)شامی کراچی ،ص ۷۲۷/ ج۳/کتاب الایمان)، النهر الفائق ص ۵۹ ج۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ۲۶۴ ج۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمية بيروت.

[2] وهی احد ثلاثة ان قدر عتق رقبة......اوکسوة عشرة مساکين...... اواطعامهم(الیٰ قوله) فان لم يقدر علی احد هذه الاشياء الثلاثة صام ثلاثة ايام متتابعات، عالمگيری ، ص ۶۱/ج۲/کتاب الايمان الفصل الثانی فی الکفارة، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ کتاب الايمان، دار الکتب العلمية بيروت، ملتقی الابحر ص۲۶۵ ج۲ کتاب الايمان، دار الکتب العلمية بيروت.

مجید اٹھا کر قرضہ کی ذمہ داری سے انکاری ہوگیا، اس لئے دعویٰ خارج ہوگیا، پس زید کے لئے جھوٹے حلف پر شرعاً کیا سزا اور کفارہ ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کے ذمہ واقعی واجب الاداء قرض ہے اور اس نے جھوٹا حلف اٹھایا ہے، تو اس قرض کو ادا کرنا ضروری ہے، ورنہ آخرت میں مواخذہ ہوگا، اور اس جھوٹ کا گناہ الگ ہے، جس کے لئے صدق دل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اور کفارہ اس کے ذمہ شرعاً بجز توبہ واستغفار کے کچھ فرض نہیں، "**الیمین باللّٰہ ثلثة انواع غموس وھو الحلف علیٰ اثبات شی او نفیه فی الماضی اوالحال بتعمد الکذب فیه فھذہ الیمین یاثم فیھا صاحبھا وعلیه الاستغفار والتوبة دون الکفارة.** عالمگیری ص۶۴۳ ر[۱] واللہ اعلم

اور اگر بقدر اصل مطالبہ ادا کر چکا اور سود کا انکار کرتا ہے (کیونکہ ہندو سود کا مطالبہ بھی کیا کرتے ہیں، اور جتنی مقدار ادا کیجاتی ہے سود میں شمار کر لیتے ہیں) تو زید کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۳ھ

اگر فلاں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاؤں تو خنزیر کھاؤں

سوال: ۔ایک مرد نے ایک عورت کے متعلق یہ طے کرلیا کہ اگر میں اسکے ہاتھ کا پکا ہوا کچا کوئی کھانا وغیرہ کھاؤں تو خنزیر کھاؤں اب اگر اسکے ہاتھ کا کھانا کھایا جائے تو کیسا ہے؟

---

[۱] عالمگیری مصری، ص ۵۲ / ج ۲ / کتاب الایمان، ملتقی الابحر ص ۲۰-۲۵۹ ج ۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النھر الفائق ص ۴۹ ج ۳ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کہنا بہت بے عقلی کی بات ہے، اور جہالت ہے مگر اس سے قسم نہیں ہوئی، لہٰذا اگر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھالیگا تو قسم کا کفارہ لازم نہیں آئے گا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپڑے کو جلانے کی قسم

سوال:۔ میری بیوی نے اپنی مرضی سے ڈیڑھ میٹر کپڑا خریدا اس نے چوری سے خرید کر کسی دوسری جگہ رکھ دیا تھا اب رمضان المبارک کو وہ دو سال کے بعد میرے سامنے آیا تو میں نے کہا کہ میں نے تو اس کپڑے کو انکار کر دیا تھا، پھر تو نے یہ کپڑا کیوں لیا تو میری بیوی نے کہا کہ مجھے یہ لینا تھا اس لئے میں نے چوری کی اور اب اسے رکھوں گی پھر میں نے جوش میں آ کر قسم خدا کی یہ کہہ دیا کہ اس کپڑے کو میں آگ لگا دوں گا، پھونک دوں گا، غرض یہ ہے کہ میں اس کپڑے کو جلا کر راکھ بنا دوں یا کسی کو دیدوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کپڑے کو آگ لگانے کے لئے نہ تو آپ نے وقت متعین کیا نہ دن نہ تاریخ لہٰذا وہ عورت اس کپڑے کو استعمال کرے جب پرانا ہوجائے تو اس کو جلا دیں اس طرح قسم پوری ہوجائے گی، ابھی اس حالت میں جلا دیں گے تب بھی قسم پوری ہوجائے گی مگر نقصان ہوگا۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲۳/۹۵ھ

---

[۱] قولہ ان فعلہ فعلیہ غضب اللّٰہ او سخطہ او لعنتہ او ھو زان او سارق او شارب خمرٍ او آکل ربو لیس بیمین لعدم التعارف (ملتقی الابحر مع مجمع الانہر، ص ۲۷۳/ ج ۲/) کتاب الایمان. مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، البحر الرائق ص ۲۸۷ ج ۴ کتاب الأیمان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اگر فلاں کام کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں

سوال:۔ زید نے قسم کھائی کہ اگر اب زندگی بھر میں سوئیاں اور چائے کھاؤں پیوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں اور اسی طرح بکر نے یہ قسم کھائی کہ اگر زید سے زندگی میں کبھی کلام کروں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں (نعوذ باللہ) یہ سب قسم بحالت غصہ کھائی ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ قسمیں کھانا اوران قسموں پر قائم رہنا بروئے شرع جائز ہے یانہیں؟ اور یہ کہ ان کا کفارہ واجب ہے تو کیا اور کس طرح اس کی ادائیگی کی جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ایسی قسم کھانا انتہائی جہالت اور قساوت کی نشانی ہے، اس کو چاہئے کہ اپنی قسم کے خلاف کریں، یعنی سوئیاں اور چائے کھاپی لے اوراپنے نفس کو سزادینے کے لئے دس غریبوں کو دووقت شکم سیر کھانا کھلائے اسی طرح زید سے کلام کریں، اوراپنے نفس کو سزائے مذکورہ دیدے اور آئندہ کبھی ایسی جرأت نہ کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۵ ج ۲ کتاب الأیمان الباب الثانی فیما یکون یمیناً الخ الفصل الاول.

[۲] وما عدا ذلک من سائر المباحات یستوی فیہ الحنث والبر لکن یفضل فیہ البر حفظ الیمین الخ سکب الانہر ص ۲۶۳ ج ۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۲ ج ۲ کتاب الأیمان، الباب الاول فی تفسیرھا الخ النہر الفائق ص ۹ ۴ ج ۳ کتاب الأیمان مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] من حلف علیٰ معصیۃ وجب الحنث والتکفیر مختصراً در مختار علی الشامی کراچی ص ۷۲۷ ج ۳ کتاب الایمان، النہر الفائق ص ۵۹ ج ۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، مجمع الانہر ص ۲۶۴ ج ۲، کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

پاکستان جانے کی قسم

سوال:۔ بکر اور اس کے دو دوستوں نے مسجد میں جا کر قسم لی کہ ہم تینوں پاکستان چلے جائیں گے، ان میں سے ایک ساتھی کا انتقال ہو چکا، پاکستان کوئی نہ جاسکا، اب یہ دونوں بھی پاکستان جانا نہیں چاہتے، لہٰذا قسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کا انتقال ہو گیا اس کی قسم ٹوٹ گئی اس کے ذمہ کفارہ کی وصیت کرنا لازم تھا[1] دو شخص موجود ہیں، ابھی ان کی قسم نہیں ٹوٹی، جب وہاں جانے کا امکان ختم ہو جائیگا، تب قسم ٹوٹے گی اور کفارہ لازم ہوگا، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلایا جائے، یا ان کو کپڑا پہنا دیا جائے، اگر وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے جائیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۶/۳/ ۹۴ھ

بیوی کی پاک دامنی کی قسم

سوال:۔ کیا اپنی بیوی کی پاکدامنی کی قسم کھائی جاسکتی ہے، اگر قسم کھائی تو بیوی کے ماں باپ اور ولی میاں بیوی میں فراق ڈال دیں گے، لہٰذا جواب عنایت کیجئے، کہ اپنی بیوی خلع منظور

---

[1] هكذا يستفاد من الدر المختار اذا نذرذٰلک ومات قبل تمام الشهر لزمه الوصية بالجميع بالاجماع (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ،ص ۱۲۷/ج۲/)فصل فی العوارض) كتاب الصوم

[2] كفارة اليمين عتق رقبة يجزى مايجزى فی الظهاروان شاء كساعشرة مساكين كل واحد ثوباً فمازا دوادناه مايجوز فيه الصلوٰة وان شاء اطعم عشرة مساكين كالاطعام فی كفارة الظهار فان لم يقدر على احدالاشياء الثلثة صام ثلثة ايام متتابعات(هدايه ،ص ۴۸۱/ج۲/كتاب الايمان)، عالمگيری ص ۶۱ ج۲ كتاب الايمان، الفصل الثانی فی الكفارة، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ دار الكتب العلمية بيروت.

کرے یا اس کی پاکدامنی اور پاکیزہ ہونے کی قسم کھائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قسم اللہ کے نام اور اس کی صفات کی کھائی جاتی ہے، بیوی کی پاکدامنی کی قسم دینا اور کھانا غلط ہے، منع ہے،[1] بیوی کے ماں باپ وغیرہ کو اپنی ضد سے باز آنا لازم ہے، ورنہ سخت وبال میں گرفتار ہوں گے، شوہر بہت سے بہت یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی بیوی پر کوئی شک وشبہ نہیں، جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ پاک دامن ہے، مگر قسم کے ساتھ نہیں کہنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۲ھ

مسور کی دال کھاؤں تو سور کھاؤں

سوال:۔ میری عمر تقریباً سات سال کی تھی اس وقت میں نے قسم کھائی تھی کہ میں مسور کی دال نہیں کھاؤں گا، تفصیل یہ ہے کہ بہن نے مسور کی دال پکا رکھی تھی میں نے کہا کہ مسور کی دال میں کتے کا پلا، اس نے کہا کہ تو کھاوے تو سور کھاوے میں نے کہا کہ میں کھاؤں تو سور کھاؤں وہ بہن پاکستان ہے اور میں پاکستان جارہا ہوں اگر وہاں مسور کی دال سامنے آجائے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ وہاں بے تکلف مسور کی دال کھا سکتے ہیں، اس وقت کی اس بات کی وجہ سے دال مسور

---

[1] الیمین باللہ تعالیٰ اوباسم آخر من اسماء اللہ کالرحمن والرحیم اوبصفة من صفاته الی قوله من حلف بغیر اللہ لم یکن حالفاً کالنبی علیه السلام والکعبة الخ، عالمگیری ملخصاً، ص ۵۲/ج ۲/ کتاب الایمان ،الباب الثانی ،فیما یکون یمیناً، النهر الفائق ص ۵۱ ج ۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، ملتقی الابحر ص ۶۸-۲۶۷ ج ۲ کتاب الایمان، فصل وحروف القسم دار الکتب العلمیة بیروت.

آپ پر حرام نہیں ہوئی نہ قسم ہوئی [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳؍۲؍۹۰ھ

بہن کے یہاں گیا تو اپنی ماں سے سات مرتبہ زنا کیا کہنے کا حکم

سوال:۔ زید نے قسم کھائی کہ اگر میں اپنی بہن ہندہ کے گھر گیا تو گویا کہ اپنی ماں خالدہ سے سات مرتبہ زنا کیا، اس کی بہن اس کے بہنوئی اس کو بہت مشکل سے اپنے گھر لے گئے، اور ہندہ اس کی بیوی ہے مگر وہ گھر ہندہ کے شوہر نے تیار کیا ہے، اس حال میں کچھ کفارہ واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کہنے سے قسم نہیں ہوئی، کوئی کفارہ لازم نہیں [۱] مگر ایسی بات کرنا سخت جہالت وحماقت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا قسم کھانا جھوٹا ہونے کی علامت ہے

سوال:۔ کسی مسلمان کے قسم کھانے پر کسی مسلمان کو یقین کرنا چاہئے یا نہیں، مثلاً ایک شخص

۱؎ قولہ ان فعلہ فعلیہ غضب اللّٰہ او سخطہ اولعنتہ اوھو زان اوسارق اوشارب خمرا وآکل ربوا لیس بیمین لعدم التعارف، ملتقی الابحر، ص۲۷۳ ج۲، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص۵۵ ج۲ کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یکون یمیناً الخ الفصل الاول، مطبوعہ کوئٹہ، البحر الرائق ص۲۸۷ ج۴ کتاب الایمان، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

۲؎ قولہ ان فعلہ فعلیہ غضب اللّٰہ اوسخطہ اولعنتہ اوھوزان اوشارب خمر اوسارق اواکل ربوا لیس بیمین (ملتقی الابحر، ص۲۷۳/ج۲/ کتاب الایمان)مکتبہ عباس احمد الباز، البحر الرائق ص۲۸۷ ج۴ کتاب الایمان مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، النھر الفائق ص۵٦ ج۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

بظاہر دیندار نیک حافظ قرآن نے ایک مولوی صاحب کے سامنے کسی بات پر خدا کی قسم کھائی مگر اس پر مولوی صاحب نے ایک حدیث پڑھ کر فرمایا کہ جو قسم کھاتا ہے اس حدیث کی رو سے جھوٹا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر کسی حدیث کی رو سے بظاہر ایک دیندار آدمی قسم کھانے پر جھوٹا ہوگا، تو کسی مسلمان کے جھوٹا یا سچا ہونے کی دلیل شرعی ہے، اور اس کے معلوم کرنے کا شرعی کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بات بات پر قسم کھانا جھوٹے آدمی کی عادت ہوتی ہے، سچے آدمی کا یہ کام نہیں جیسا کہ شب وروز تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے، لیکن وہ حدیث جس کی رو سے مولوی صاحب قسم کھانے والے کو جھوٹا قرار دیتے ہیں، آپ نے نہیں لکھی، بہتر ہوتا لکھدیتے تاکہ اس کے متعلق تحقیق ہوجاتی، جب مسلمان کا ظاہر حال بتاتا ہے کہ وہ صالح دیندار ہے تو بغیر دلیل شرعی کے اس کی قسم کا اعتبار نہ کرنا اور اس کو جھوٹا قرار دینا درست نہیں، جن مواقع میں قسم کا اعتبار نہ کرنا اور اس کو جھوٹا قرار دینا درست نہیں، ان مواقع میں قسم پر معیار ہوتا ہے، وہاں ایسی قسم پر شرعاً فیصلہ کردیا جاتا ہے، "**عن علقمة بن وائل بن حجر الحضرمی عن ابیه قال جاء رجل من حضر موت ورجل من کندة الی رسول اللّٰه ﷺ فقال الحضرمی یارسول اللّٰه ان هذاغلبنی علی ارض لابی فقا ل الکندی هی ارضی فی یدی ازرعها لیس له فیها حق قال فقال النبی ﷺ للحضرمی الک بینة قال لاقال فلک یمینه قال یارسول اللّٰه انه فاجرلایبالی ماحلف علیه لیس یتورع من شئی فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لیس لک منه الاذلک فانطلق لیحلف له فلما ادبرقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مالئن حلف علی مال لیاکله ظالما لیلقین اللّٰه وهوعنه معرض اھ**"[1] (ابوداؤد شریف، ص۲/۴۶۲)

---

[1] ابوداؤد شریف ص ۴۶۲ ج ۲ اول کتاب الأیمان والنذور، مطبوعه سعد دیوبند، علقمہ بن وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضرموت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دیکھئے اس حدیث شریف میں باوجود فاجر اور ظالم ہونے کے اس کی قسم پر مدار قرار دیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ٢٨/٤/٥٨ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف یکم جمادی الاولیٰ ٥٨ھ

جھوٹی قسم کھانا

سوال:۔ اگر کوئی شخص کسی سے مذاق کرے اور پھر اس مذاق میں پکڑا جائے اور پھر اس نے اقرار نہیں کیا اور جھوٹ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے قرآن شریف اٹھالیا، تو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس شخص کو کیا عذاب ہوتا ہے، اور اس کے عذاب کم ہونے کی کیا صورت ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے[١] قرآن کریم ہاتھ میں لے کر جھوٹی قسم کھانا اور بھی خطرناک

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) اور ایک شخص کندۃ سے حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، حضرمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بے شک یہ شخص مجھ پر میرے باپ کی زمین پر غالب آ گیا، کندی نے کہا وہ میری زمین ہے، میرے قبضہ میں ہے، میں اس میں کھیتی کرتا ہوں، اس کا اس میں کوئی حق نہیں، حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرمی سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، ارشاد فرمایا، پس تیرے لئے اس کی قسم ہے، اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو فاجر شخص ہے یہ تو کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ کس چیز پر قسم کھا رہا ہے، یہ تو کسی چیز سے بھی پرہیز نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تیرے لئے اس کی طرف سے اس کے سواء کچھ نہیں، پس وہ شخص قسم کھانے کیلئے چلا، جب اس نے پشت پھیری، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار! اگر اس نے اس کا مال ظلماً کھانے کے لئے قسم کھائی تو اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کریگا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اس سے اعراض کرنے والا ہوگا، یعنی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے۔

[١] عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰۃ شریف ص ١٧، باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق ص ٢٧٩ ج ٤ کتاب الایمان مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، النہر الفائق ص ٥٠ ج ٣ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

ہے، عذاب آخرت کے علاوہ بسا اوقات اس کا وبال دنیا میں بھی آجاتا ہے، اور جھوٹ ظاہر ہو کر بہت رسوائی اور ذلت ہوتی ہے، ان لوگوں کی نظروں میں بھی حقیر و ذلیل ہوتا ہے، جن کو یقین دلانے کے لئے قرآن شریف ہاتھ میں لیکر جھوٹی قسم کھائی اور اپنی عزت بچائی تھی، ایسے شخص کو خدا کے سامنے نالائق حرکت پر انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار ضروری ہے، کہ کتاب صادق جو کہ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس کو ہاتھ میں لے کر اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے[1]، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، آمین جن لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کیا ہے، ان کے ذہن کو بھی صاف کرنے کی کوشش کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

جھوٹا حلف

سوال:۔ مسماۃ حلیمہ کے تین لڑکے زید، بکر، عمر، خالد نے حلیمہ سے چار ہزار روپیہ مانگا اور کہا کہ ہم اینٹ کا بھٹہ چلا رہے ہیں، اس میں آپ کا چوتھائی حصہ رہے گا، اس بات کو مان کر حلیمہ وزید نے چار ہزار روپیہ خالد کو دیدیئے، اور کام بھٹہ کا ہوتا رہا، بھٹہ بند ہونے کے بعد جب حساب ہوا تو کافی نقصان معلوم ہوا، کئی روز تک حساب کی جانچ پڑتال ہوتی رہی، مگر نقصان ہی ملا، چنانچہ حلیمہ وزید، بکر، عمر نے، چار ہزار روپیہ کے واسطے دوڑ دھوپ کرنے لگے، خالد روپیہ دینے کے لئے برابر اقرار کرتا رہا، لیکن یہ کہتا تھا کہ جتنا روپیہ نقصان ہوا ہے، اس کے حساب سے چوتھائی منہا کر کے مجھ سے روپیہ لے لو، خالد کے پاس نقد روپیہ نہیں تھا، سرخطہ لکھنے کو تیار تھا، مگر حلیمہ وزید وبکر وعمر سرخطہ لکھوانے پر تیار نہیں تھے، تیار ہوتے تو اس پر کہ پورے چار ہزار کا سرخطہ لکھوائیں گے

---

[1] غموس وهو الحلف على اثبات شى او نفيه فى الماضى او الحال يتعمد الكذب فيه فهذه اليمين ياثم فيها صاحبها وعليه فيها الا ستغفار والتوبة دون الكفارة، عالمگیری، ص ۵۲ ج ۲، كتاب الايمان، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج ۲ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۵۰ ج ۳ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت.

،اس بات پر خالد نے انکار کیا، اب جھگڑا بڑھا، خالد کہیں سے آرہا تھا کہ زید نے خالد کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کرلیا، یہ خبر تھانہ پر گئی، پولیس آگئی اور پولیس سب کو لیکر تھانہ پر گئی، وہاں جانے پر پنچایت ہونا طے پایا، حلیمہ اس پنچایت میں نہیں تھی، لوگوں نے خالد سے پوچھا، خالد نے کہا کہ اس سے پہلے جتنی پنچایت ہوئیں سب میں زید چوتھائی حصہ داری کا برابر اقرار کرتا آیا ہے، آج انکار کررہا ہے، پنچوں نے کہا کہ زید ہر پنچایت میں اقرار کرتا رہا، زید، عمر، بکر تینوں نے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر کہدیا کہ حصہ داری نہیں تھی، چنانچہ چار ہزار روپے کا سرخطہ خالد سے داروغہ جی نے لکھوا کر زید کے حوالہ کر کے پنچایت برخاست کی، ان لوگوں کے بارے میں شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جھوٹا حلف کیا ہے تو یہ کبیرہ گناہ ہے جو کہ شرک کے قریب ہے، توبہ واستغفار لازم ہے، ورنہ اس کا وبال بہت سخت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۸ھ

حلف دائن پر ہے یا مدیون پر

سوال:۔ دائن دین کا دعویٰ کرتا ہے اور مدیون دعویٰ ایصال یا ابراء کا کرتا ہے، مدیون کے پاس شاہد نہیں ہے، ان دونوں میں مدعی کون ہے، اور قسم کس پر عائد ہونی چاہئے، نورالہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ باب دعویٰ میں لکھا ہے کہ قسم دائن پر ہے جبکہ مدیون کے پاس گواہ نہ ہوں، اور فتاویٰ عبدالحی صاحبؒ جلد سوم باب دعویٰ میں لکھا ہے کہ مدیون ہی مدعی علیہ ہے، اور اس میں یہ

[1] عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰۃ شریف ص۱۷، باب الکبائر وعلامات النفاق مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، النھر الفائق ص۵۰ ج۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق ص۲۷۹ ج۴ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، وعلیہ فیھا ای الغموس الاستغفار والتوبۃ الخ عالمگیری ص۵۲ ج۲ کتاب الایمان، الباب الاول، مجمع الانھر ص۲۶۱ ج۲، کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

بھی ہے کہ قسم مدیون پر ہے اور وہی مدعی علیہ ہے، نیچے درمختار کی عبارت سے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر برضائے دائن قسم اٹھالے مدیون کی حیثیت پر بھی تو ہوسکتا ہے ،نورالہدایہ اور فتاویٰ عبدالحی صاحب میں خود مدعی اور مدعیٰ علیہ کی شناخت میں بھی اختلاف معلوم ہوتا ہے، اور اس اختلاف کا حل اور صحیح مسئلہ کیا ہے، تحریر فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک دائن مدعی ہے اور بعض کے نزدیک مدیون مدعی بن گیا اور دائن ایصال وابراء کے انکار کی وجہ سے مدعیٰ علیہ بن گیا، عبارات ذیل سے مسئلہ کی توضیح ہر قول کے قائل کی تعین کے ساتھ معمول بہ اور قول راجح کی تحقیق ہوجائے گی۔

"ادعی علیٰ اٰخر مالا فانکر واراد المدعی استحلافه فقال المدعی علیه ان المدعی قد حلفنی علی هذه الدعوی عندقاضی بلدة کذاوانکره المدعی ذٰلک فاقام المدعی علیه بینة علی ذٰلک تقبل وان لم یکن له بینة واراد تحلیف المدعی له ذٰلک لانه یدعی ایفاء حقه فی الیمین ولو ادعی المدعیٰ علیه انه ابرأنی عن هذه الدعویٰ وقال للقاضی حلفه ان لم یکن ابراء نی عن هذا لایحلفه القاضی لان المدعی بالدعوی استحق الجواب علی المدعیٰ علیه والجواب امابالاقرار اوبالانکار وقوله ابرأنی عن هذه الدعویٰ لیس باقرار ولا انکار فلایکون مسموعاً من المدعیٰ علیه ویقال لهٗ اجب خصمک ثم ادع علیه ماشئت وهذا بخلاف مالوقال ابرأنی هذا الحالف فانه یحلف لان دعویٰ البرأ ة عن المال اقرار بوجوب المال والاقرار جواب ودعویٰ الابراء یسقط فیترتب علیه الاستحلاف ومن المشائخ من قال الصحیح انه یحلف المدعی علی هذا الدعویٰ وهی دعویٰ البرأ ة عن الدعویٰ کما یحلف المدعی علی دعویٰ تحلیف والیه مال شمس الائمة الحلوانی وعلیه اکثر قضاة زماننا اھ لسان

الحکام ،ص ۲۰ [۱] ادعی علیہ عند القاضی مالا فلم یقرولم ینکر وقال ابرأنی المدعی عن ھذہ الدعویٰ وعن حلفہ ،ینظران کان المدعی برھن علیٰ دعواہ حلف ھوعلی عدم الابراء وان لم یکن لہ بینة یحلف المدعی علیہ عند المتقدمین وخالفھم بعض المتاخرین وقول المتقدمین احسن واذا قال المدعی علیہ بعد الانکار ابرأنی المدعی وطلب حلفہ علی عدم الابراء یحلف المدعی علیہ اولا فان نکل یحلف المدعی ذکرھما الفضلی اھ بحر ،ص ۲۰۶ [۲] ج۷/"۔

"**ولوادعی القرض اوثمن المبیع فقال رسانیدہ ام، لایقبل قولہ ویعتبر یمین البائع والمقرض انہ لم یصل اھفتاویٰ ھندیہ ،ص ۲۵ [۳] ج۴/ولو قال المدعی علیہ حین اراد القاضی تحلیفہ انہ حلفنی علی ھذاالمال عند قاضی اٰخر اوابراء نی عنہ ان برھن قبل واندفع عنہ الدعوی والاقال الامام البزدوی انقلب المدعی مدعیٰ علیہ فان نکل اندفع الدعویٰ وان حلف لزم المال لان دعویٰ الابراء عن المال اقرار بوجوب المال علیہ بخلاف دعویٰ الابراء عن دعویٰ المال کذافی البزازیة اھ،ص ۲۰۳ ج۷ بحر [۴]**"۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ دعویٰ ابراءعن المال ودعویٰ ابراءعن دعویٰ المال میں فرق ہے، اول اقرار ہے، جوکہ جواب دعویٰ کی ایک نوع ہے، دوم اقرار نہیں،اوراول صورت میں امام بزدوی کے نزدیک جومدعی تھا وہ مدعی علیہ بن گیا،اوراس کے ذمہ قسم واجب ہوگی،اورقسم کے انکار کی شکل میں دعویٰ مندفع ہوجائیگا،ثانی صورت میں متقدمین کے نزدیک مدعیٰ علیہ یعنی مدیون پرقسم

---

[۱] لسان الحکام ص ۲۰.

[۲] البحر الرائق ص۲۰۶ ج۷ کتاب الدعویٰ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[۳] ھندیة ص۲۷ ج۴ کتاب الدعویٰ، الباب الثالث فی الیمین، الفصل الثالث فیمن تتوجہ علیہ الیمین الخ مطبوعہ کوئٹہ.

[۴] البحر الرائق ص۲۰۳ ج۷ کتاب الدعویٰ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

لازم ہوگی، اور متاخرین مشائخ کے نزدیک ثانی صورت بھی اول کی طرح ہے، یعنی مدعی پر قسم عائد ہوگی، شمس الائمہ حلوانی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے، اھ لسان الحکام میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ کے قضاۃ اسی پر ہیں عالمگیری میں بھی اس کو لکھا ہے لیکن آگے چل کر متقدمین کے قول کو اصح کہا ہے، اور بحر میں متقدمین کے قول کو احسن لکھا ہے، مولانا عبدالحی صاحبؒ نے آگے درمختار سے جو دائن کی قسم کو تحریر کیا ہے، وہ مصالحت کی صورت ہے کہ اس طرح صلح درست ہے، مدعی اور مدعیٰ علیہ کی شناخت ہر دو کی تعریف سے ہوسکتی ہے، اور فقہاء نے متعدد تعریفوں سے شناخت بتائی ہے، چند تعریفیں نقل کرتا ہوں:

"المدعی من اذا ترک المدعیٰ علیه بخلافه ،المدعی من لایستحق الا بحجة کالخارج والمدعی علیه من یکون مستحقا بقوله من غیر حجة ، کذی الیدوقیل المدعی من یلتمس غیر الظاهر والمدعیٰ علیه من یتمسک بالظاهر اھ بحر ،ص ۱۹۳ / ج۷ /"[1] اس کے باوجود شناخت بہت اہم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۵۹ھ

کسی کے کھانے کو سور کے ساتھ تشبیہ دینا

سوال:۔ زید نے بکر کو بحالت غیظ وغضب کہا کہ اگر میں تمہارے گھر کا کھانا کھاؤں تو ایسا کھاؤں جیسا کہ سور خنزیر کھاؤں، اب زید اگر توبہ کرکے بکر کے گھر کا کھانا کھالیوے تو اس کو حرمت کا گناہ ہوگیا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

---

[1] البحر الرائق ص ۱۹۳ ج۷ کتاب الدعویٰ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۸۵ ج۸ کتاب الدعویٰ، مجمع الأنهر ص ۳۴۳ ج۳ کتاب الدعویٰ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۹۱ ج۴ کتاب الدعویٰ، مطبوعه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر زید توبہ کرکے بکر کے گھر کا کھانا کھالیویگا تو وہ حرام نہ ہوگا، ''التعلیق بماتسقط حرمته بحال ما کالمیتة والخمر والخنزیر لایکون یمیناً'' بحر، ص ۲۰۷ / ج ۳ / [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کفارۂ قسم

سوال:۔ ایک شخص تمبا کو کھاتا ہے اور بہت عادی ہے، پھر اس کو نفرت ہوگئی اور اس نے چھوڑ دیا اور قسم کھائی کہ اب نہ کبھی کھاؤنگا چند روز کے بعد کھالیا، تو اب اس شخص کے لئے کیا ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکے ذمہ کفارہ لازم ہے اور وہ یہ کہ دس غریب بھوکوں کو صبح وشام دووقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا دس غریبوں کو کپڑے دے، اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی چیز کی قدرت نہ ہو تو تین روزے مسلسل لگا تار رکھے، بیچ میں ناغہ نہ کرے، اگر بیچ میں ناغہ کریگا تو پھر شروع سے تین روزے رکھنے پڑیں گے [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] (بحر الرائق، ص ۲۸۷ / ج ۴ / مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ) کتاب الایمان، النهر الفائق ص ۵۶ ج ۳ کتاب الأيمان مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری ص ۵۵ ج ۲ الباب الثانی فیما یکون یمیناً الخ، الفصل الاول، مطبوعہ کوئٹہ.

[۲] وكفارته تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين أو كسوتهم الى أن قال (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یمین غموس میں کفارہ نہیں

سوال: ۔ زید نے عمر کی ایک چیز اٹھا کر اپنے بکس میں رکھدیا درحقیقت وہ شئی بکر کی تھی، تھوڑی دیر بعد زید اپنے بکس میں اس شئی کو تلاش کر رہا تھا، کہ اس وقت دوسرے آدمی نے کہا کہ وہ چیز بکر لے گیا ہے، زید نے کہا کہ خیر اچھا ہوا کہ وہ اپنی چیز لے گیا، پھر دوسرے دن عمر نے آ کے زید سے مطالبہ کیا زید نے اپنی روک کے لئے اس آدمی کے کہنے کے مطابق قسم کھالی کہ بکر نے وہ چیز لے لی تو اس مسئلہ میں زید حانث ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں اگر جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھائی ہے تو گناہ ہے کفارہ نہیں، کفارہ یمین منعقدہ میں ہوتا ہے، اور یہ صورت غموس[1] کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھول کر قسم کے خلاف کرنے سے کفارہ

سوال: ۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں چائے نہیں پیوں گا، اگر وہ اپنی قسم بھول گیا، اور چائے پی لی، بعد میں اسکو یاد آیا کہ اس نے قسم کھائی تھی، اسکی قسم ٹوٹ گئی اور اس قسم کا کفارہ دینا پڑیگا،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وإن عجز عنها صام ثلاثة ايام ولاءً. درمختار بر حاشيه ردالمحتار نعمانيه، ٦٢ ج٣، شامی کراچی، ص٧٢٥-٧٢٧ / ج٣ /) كتاب الايمان، مطلب كفار ة اليمين، عالمگيرى ص ٦١ ج٢ كتاب الايمان، الفصل الثانى فى الكفارة، النهر الفائق ص٥٨ ج٣ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت.

[1] غموس وهى حلفه علىٰ أمر ماض أو حال كذباً عمداً وحكمها الاثم ولا كفارة فيها الا التوبة الىٰ أن قال ومنعقدة وهى حلفه علىٰ فعل او ترک فى المستقبل وحكمها وجوب الكفارة الخ ملتفى الابحر ص ٢٦٠-٢٦١ كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ص ٥٢ ج٢ كتاب الايمان، الباب الاول الخ مطبوعه كوئٹه. النهر الفائق ص ٤٩-٥٠ ج٣ كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت.

یا روزہ جس طرح بھول کر کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا کیا قسم بھی نہیں ٹوٹے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بھول کر قسم کے خلاف کرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی، کفارہ لازم ہوگا، "**ولا فرق فی وجوب الکفارة بین العامد والناسی والمکرہ فی الحلف والحنث**" سکب الانہر[1] ص ۵۴۹ ج ۱ ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعدہ خلافی اور قسم کا کفارہ

سوال:۔ دو شخص مل کر آپس میں کاروبار کرتے تھے، دونوں نے زبانی طور سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ ہم دونوں مل کر ہمیشہ کاروبار کریں گے، مگر کچھ دنوں بعد دونوں میں پھوٹ پیدا ہوگئی، ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے اقرار کو توڑ دیا تو بتلایئے کہ اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قسم نہیں کھائی تھی صرف وعدہ کیا تھا، اور بلا وجہ وعدہ توڑ دیا، تو اس سے گناہ ہوا، اگر کوئی وجہ پیش آئی تو وعدہ توڑنے سے گناہ نہیں ہوا، کذا فی شرح[2] الاشباہ والنظائر، اگر قسم کھائی تھی پھر اس کے

---

[1] سکب الأنهر علی هامش المجمع ص ۲۶۳ ج ۲ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار کراچی ص ۷۰۸ ج ۳ مطلب فی الفرق بین السهو والنسیان، کتاب الأیمان، النهر الفائق ص ۵۱ ج ۳ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الخلف فی الوعد حرام وفی القنیة وعده أن یاتیه فلم یأتیه لا یاثم ولا یلزم الوعد وفی هامشه للرافعی والتوفیق بینه وبین الاول بحمل الاول علیٰ ما اذا وعد وفی نیته الخلف فیحرم والثانی علیٰ ما اذا نوی الوفاء وعرض مانع الخ الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ کتاب الحظر والاباحة، الفن الثانی مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، مرقات ص ۲۴۷ ج ۴ باب الوعد ص ۶۵۳ ج ۴ باب المزاح، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

خلاف کیا تو اسکے ذمہ کفارہ لازم ہوگا، دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا انکو کپڑا پہنائے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، کذا فی ردالمحتار[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم جمادی الثانیہ ۹۰ھ

ایضاً

سوال:۔ زید عمر سے ایک بڑے کام کا معاملہ کرتا ہے، عمر اس کے کہنے پر کام کرتا رہتا ہے، مگر ایک حصہ کام کا ہو جانے کے بعد زید معاملہ ختم کر دیتا ہے، اس ختم معاملہ میں عمر کا کوئی دخل نہیں ہے، عمر کہتا ہے کہ جتنا کام کر چکا ہوں اس کا معاوضہ ادا کر دو، زید یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ معاملہ اس کی طرف سے ختم ہوا ہے اور معاوضہ واجب ہے، ادائیگی معاوضہ میں طرح طرح کے حیلے بہانے کرتا ہے، عمر عاجز آ کر بحلف یہ کہدیتا ہے کہ میں اپنا حق معاف کروں گا، اس صورت میں:۔

(۱) جو معاوضہ زید عمر کو دے چکا ہے زید کو اس کی واپسی کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں

(۲) یا معاوضہ جو عمر نے چھوڑ دیا ہے، زید کے ذمہ عنداللہ اس کی ادائیگی ہے یا نہیں؟

(۳) عمر اگر قسم کا کفارہ ادا کر دے تو پھر زید سے اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حلف کی بناء پر زید کو یہ بھی حق نہیں کہ اس کے ذمہ وعدہ اور معاملہ کی وجہ سے عمر کا جو کچھ مطالبہ واجب الادا ہے اس کو روک لے، چہ جائیکہ جو کچھ حلف سے پہلے ادا کر چکا ہے اس کو واپس لے، عمر کو یہ حق ہے کہ زید سے واجب الاداء مطالبہ وصول کر لے، مگر قسم کی وجہ سے اس صورت میں

---

[1] وكفارته تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين أو كسوتهم الیٰ قال وإن عجز عنها صام ثلاثة ايام ولاءً، شامی كراچی ص۷۲۵ ج۳ كتاب الأيمان، مطلب كفارة اليمين، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری ص۶۱ ج۲ كتاب الايمان، الفصل الثانی فی الكفارة، مطبوعه كوئٹه.

اس پر کفارہ واجب ہوگا۔کذا فی شرح الاشباہ والنظائر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱۳/۶/ ۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱۳/۶/ ۹۰ھ

قسم کا کفارہ

سوال:۔ میں خاتون مرحوم عبدالشکور کی بدنصیب بیوہ ہوں تین چھوٹے بچے اور ایک جوان لڑکی شادی شدہ میرے ساتھ ہیں،مزدوری کر کے بامشکل تمام اپنے بچوں کا گزارہ کررہی ہوں،میری ایک لڑکی جوان ہے جس کا نام انیسہ بانو ہے،قریب پانچ سال اسکی شادی کو ہو چکے ہیں، جو کہ ہنڈون سٹی میں بدال شفیع کے ساتھ شادی ہوئی تھی، نہ جانے کس وجہ سے ایک سال سے میری لڑکی کو لینے نہیں آتے ہیں،اس مرتبہ میں اپنے رشتہ داروں سے خبر بھیج چکی ہوں، کہ لڑکی کو آ کر لے جائیں، ایک دفعہ اپنے بھائی کو بھیج کر کہلا دیا ایک جوابی خط بھی بھیجا تھا،مگر اس کا بھی جواب نہیں دیا،شفیع صاحب لوگوں سے یہی کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے، کہ میں انیسہ بانو کو لینے کبھی نہیں جاؤنگا،علماء دین سے گزارش کرتی ہوں، کہ میں ایک بیوہ جوان لڑکی کو زیادہ نہیں رکھ سکتی ہوں، مجھے اجازت دی جائے کہ لڑکی کا عقد دوسری جگہ کرسکوں کیونکہ لڑکی کے خاوند نے لڑکی کو نہ لے جانے کی قسم کھا رکھی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر صرف قسم کھانے کی وجہ سے وہ نہیں لے جاتا دل میں گنجائش ہے، رکھنا چاہتا ہے، تو اس

---

[1] الخلف فی الوعد حرام الخ الاشباہ والنظائر مع شرحہ للشیخ الرافعی ص ۱۵۹، کتاب الحظر والإباحة، الفن الثانی، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، مرقات ص۶۴۷ ج۴ باب الوعد، وص۶۵۳ ج۴ مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

کی دوصورتیں ہیں، ایک یہ کہ آپ خود یا کوئی اور لڑکی کو اس کے مکان پر پہنچا دیں اس سے قسم نہیں ٹوٹے گی، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ لڑکی کو لے جائیں، پھر قسم کا کفارہ ادا کردے، قسم کا کفارہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلانا ہے، یا ان کو کپڑا پہنانا ہے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین دن مسلسل روزہ رکھنا ہے[1] اگر شوہر کے دل میں اس کو رکھنے کی گنجائش ہی نہیں تو بہتر ہے، کہ مہر کے عوض اس سے طلاق حاصل کرلی جائے، جب عدت گزر جائے تب دوسری جگہ نکاح کیا جائے، اگر وہ طلاق پر بھی آمادہ نہ ہو تو پھر شرعی کمیٹی میں درخواست دے کر باقاعدہ تفریق کرالی جائے، شرعی کمیٹی میرٹھ وغیرہ متعدد مقامات پر قائم ہے، جب شرعی کمیٹی حسب ضابطہ تفریق کردے تو وہ بھی طلاق کے حکم میں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲۳/۱۳۹۹ھ

قسم اور قسم کا کفارہ

سوال:۔ ایک مرتبہ میں اپنے عزیز حقیقی چھوٹے بھائی کے ساتھ کسی معاملہ میں تبادلۂ خیال کررہی تھی، دوران گفتگو بحث تلخی تک پہنچ گئی، میں نے جوش وجذبہ میں یہ قسم کھائی کہ آئندہ سے ان کی ہر چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیتی ہوں، کیا اس طرح قسم کھانا جائز ہے، اس کی معافی کے لئے کیا کرنا چاہئے، یا کوئی کفارہ دینا پڑیگا، اگر ایسا ہو تو اسکی کیا صورت ہوگی، یعنی کفارہ کس قسم سے دینا پڑے گا؟

---

[1] ھی ای الکفار ۃ احدثلاثہ اشیاء ان قدر عتق رقبة یجزی فیھا مایجزی فی الظھار او کسوۃ عشرۃ مساکین لکل واحد ثوب فماذا دوادناہ مایجوز فیہ الصلاۃ اواطعامھم والا طعام فیھا کالاطعام فی کفارۃ الظھار فان لم یقدر ھذہ الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ایام متتابعات (عالمگیری ص ۶۱/ ج۲/) کتاب الایمان .الفصل الثانی ،فی الکفارۃ، شامی کراچی ص۷۲۵ ج۳ کتاب الأیمان، مطلب کفارۃ الیمین، النھر الفائق ص۵۸ ج۳ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی قسم ہوگئی، اب ان کی کوئی چیز استعمال کرلیں اور قسم کا کفارہ ادا کردیں، کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دووقت شکم سیر کھانا کھلائیں، یاان کو کپڑے کا جوڑا دیں، اتنی استطاعت نہ ہوتو تین روزے مسلسل رکھیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۴ھ

قسم کھائی کہ عمر کی کوئی چیز نہیں کھائیگا، پھراس نے ہبہ کی تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ زید نے یہ قسم کھائی کہ میں عمر کی کوئی چیز نہ کھاؤنگا، اب اگر عمر نے زید کو اپنی چیز ہبہ کردی یا زید نے عمر سے کوئی چیز بطور قرض لیکر استعمال کرلیا اور کھالیا یا خرید کر کھالیا تو کیا زید اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایمان کا مبنیٰ ودار ومدار عرف پر ہوتا ہے،[2] عرف میں جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی کوئی چیز

---

[1] ھی ای الکفارۃ احد ثلاثۃ اشیاء ان قدر عتق رقبۃ یجزی فیھا مایجزی فی الظھار او کسوۃ عشرۃ مساکین لکل واحد ثوب فمازاد وادناہ مایجوز فیہ الصلاۃ او اطعامھم والا طعام فیھا کالاطعام فی کفارۃ الظھارۃ فان لم یقدر ھذہ الاشیاء الثلاثۃ صام ثلاثۃ ایام متتابعات . (عالمگیری ،ص ۶۱/ج۲/ کتاب الایمان الفصل الثانی فی الکفارۃ، البحر الرائق ص ۲۸۹-۹۰ ج۴ کتاب الأیمان، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، ملتقی الابحر ص۲۶۵ ج۲ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] ان الایمان مبنیۃ علی العرف (مجمع الانھر ،ص ۲۹۲/ج ۲/) (باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام)کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

نہ کھاؤں گا، تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے، کہ وہ اگر ہبہ کر کے مجھے دیدے گا اور اپنی ملک ختم کر دے گا، تب بھی نہیں کھاؤں گا، بغیر اس کی اجازت کے بھی اس کی چیز نہیں کھاؤں گا، لیکن اگر اس سے قرض لے لے یا خرید لے تو عرفاً یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کی چیز کھائی ہے، لہٰذا ان دونوں صورتوں میں حانث نہیں ہوگا[1]، ہبہ والی صورت میں حانث ہو جائے گا، جہاں کا یہ عرف نہ ہو وہاں کا حکم بھی دوسرا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں جاؤنگا، پھر مر گیا

سوال:۔ ایک شخص نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تم نہیں ہمارے یہاں آؤ گے، ہم بھی تمہارے یہاں نہیں آئیں گے، جس کی بابت قسم کھائی تھی وہ مر گیا، لیکن جس نے قسم کھائی تھی وہ موجود ہے، اس کے لئے کیا ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے گھر جائے گا تو اب قسم نہیں ٹوٹے گی، وہ گھر اس کا نہیں رہا[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) عالمگیری ص ۸۳ ج ۲ الباب الخامس علی الأصل، کتاب الأیمان، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص ۱۱۶ ج ۳ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الدخول الخ، مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحہ ہذا) [1] رجل حلف أن لا یأکل من طعام فلان ولا نیة له فاشتری الحالف منه الطعام وأکل لا یحنث فی یمینه الخ عالمگیری ص ۸۹ ج ۲ کتاب الایمان، الباب الخامس علی الأصل الخ مطبوعه کوئٹه.

[2] رجل قال لامرأته ان دخلت دارفلان فانت طالق فمات فلان فصارت الدار میراثا فدخلت ان لم یکن علی المیت دین مستغرق لایحنث وان کان علیه دین مستغرق قال الفقیه.ابو اللیث لایحنث ایضاً، الهندیة، ج ۱/ص ۴۳۴/ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، تاتارخانیه ص ۵۷۳ ج ۴ کتاب الأیمان نوع آخر فی الدخول، مطبوعه کراچی، فتاویٰ قاضیخاں ص ۸۱ ج ۲ کتاب الأیمان، فصل فی الدخول، مطبوعه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

نذر کا بیان

نذر کس طرح منعقد ہوتی ہے

سوال: کسی نے نیت کرلی یا زبان سے لکھدیا کہ اس جانور کو شیرینی کرونگا، اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کو ذبح کر کے کچھ حصہ مسجد میں دوں گا، اور باقی اہل محلّہ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤں گا، یا صرف گھر میں کھالوں گا جیسے رواج سے معلوم ہوتا ہے، اور اس کے تناول میں صاحب نصاب اور خود بھی پرہیز نہیں کرتے کیا یہ نذر ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نذر کے لئے صیغۂ التزام ضروری ہے[1]، نیت مذکورہ اور الفاظ مذکورہ سے لزوم نہیں ہوتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۶۷ھ

---

[1] رکن النذر هو الصيغة الدالة عليه وهو قوله لله عزشانه على كذا (بدائع، ص ۲۲۶/ ج ۴/ كتاب النذر. مطبوعه زكريا)، احكام القرآن لابن العربى ص ۳۵۲ ج ۱ سورهٔ آل عمران آيت ص ۳۵ مطبوعه دار الفكر بيروت، قواعد الفقه ص ۵۲۴ الرسالة الرابعة، مطبوعه اشرفى ديوبند.

نذر میلاد

سوال:۔ اگر کسی شخص نے مولود پڑھانے کی نذر کی تو اس کو اس کا پورا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بطریق مروجہ مجلس میلاد منعقد کرنا شرعاً بے اصل بدعت ہے اور ناجائز ہے[1]، گو نفس ذکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا موجب خیر باعث برکت اور قربت ہے، خواہ ذکر ولادت ہو خواہ ذکر وفات وعبادات ومعاملات وغیرہ ہو لیکن انعقاد نذر کے لئے منذور بہ کا قربت مقصودہ ہونا ضروری ہے، اور مجلس میلاد قربت مقصودہ نہیں، پس صورت مسئولہ میں نذر منعقد نہیں ہوئی، لہٰذا ایفاء بھی واجب نہیں "ومنها ان يكون قربة فلايصح النذر بماليس بقربة رأسا كالنذر بالمعاصى ومنها ان يكون قربة مقصودة فلايصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنائز والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس الصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد وغير ذٰلک وان كانت قربة لانها ليست بقربة مقصودة اھ بدائع صنائع، ص ۸۲/ ج۵/[2] واقبح منه النذر بقرأة المولد فى المنابر مع اشتماله على الغناء واللعب وايهاب ثواب ذٰلک الىٰ حضرة المصطفىٰ صلی اللہ علیہ وسلم ردالمحتار، ص ۱۲۸/ ج۲/ نعمانیه[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱/۷/ ۵۷ھ

---

[1] من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من اكبر العبادات واظهار الشعائر، ما يفعلونه فى شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات الخ المدخل ص ۲ ج۲ فصل فى المولد، مطبوعه مصرى.

[2] (بدائع، ص ۲۲۸/ ج۴/) مطبوعه زكريا، البحر الرائق ص ۲۹۴ ج۲ كتاب الصوم، فصل عقد لبيان ما يوجبه العبد على نفسه الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامى زكريا ص ۵۱۶ ج۵ كتاب الأيمان، مطلب فى احكام النذر.

[3] (شامى كراچى، ص ۴۴۰/ ج۲/) قبيل باب الاعتكاف.

گیہوں تقسیم کرنے کی نذر

سوال:۔زید نے نیت کی کہ اگر میری بیوی کو بیماری سے شفا ہوجائے تو اتنے من گیہوں اور روپے اس کے ہاتھ سے غریبوں کو تقسیم کروادونگا، وہ شفایاب ہوگئی، اب زید کا ارادہ ہے کہ مذکورہ گیہوں کی قیمت اور روپے کسی مدرسہ میں دیدے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

صحت ہونے پر عقیقہ کرنے کی نذر

سوال:۔ایک عورت کی لڑکی بیمار ہوگئی اس نے منت مانی کہ اگر لڑکی روبصحت ہوگئی تو عقیقہ کرونگی، جس میں دو جانور رہوں گے، جبکہ لڑکی کے لئے ایک بکری ہے، اب ایسی صورت میں عقیقہ کے موقع پر دو جانور ضروری ہے یا ایک جانور کافی ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان الفاظ سے نذر منت نہیں ہوئی جب تک یہ نہ کہا ہو کہ ان دو بکریوں کو ذبح کر کے گوشت صدقہ کرونگی ہے[2] لہٰذا اگر عقیقہ میں ایک بکری ذبح کر لی تو بھی عقیقہ درست ہوجائیگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۸ھ

---

[1] رجل قال ان نجوت من هذا الغم فللّٰه على ان اتصدق بهذه الدراهم خبزاً ثم اراد ان يتصدق بالقيمة لا بالخبز جاز. فتاویٰ قاضی خان ص ۲۶۹ ج ۱ کتاب الزکاة، فصل فی النذر. شامی کراچی ص ۷۴۱ ج۳ کتاب الأیمان مطلب فی احکام النذر، تاتارخانیه ص ۴۱ ج۵ کتاب الأیمان الفصل السادس والعشرون فی النذور، مطبوعه کراچی. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نذر کی بکری کوفروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگانا

سوال:۔ کسی شخص نے منت مانی کہ میری بیماری اگر درست ہوجائے تو بکری مسجد میں دے دونگا، اب وہ شخص شفایاب ہوگئے، اب وہ بکری کو ذبح کر کے کھانا کھلانا چاہتا ہے، مسجد کے مصلیوں کو کیا اس کھانے میں امیر وغریب شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں، یا دوسری صورت یہ ہے کہ اس بکری کوفروخت کر کے مسجد میں اس پیسے کو لگا سکتے ہیں، کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس بکری کوفروخت کر کے اس کے پیسے کو مسجد کی ضروریات میں لگا دیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۶/۷ھ

بکری صدقہ کرنے کی نذر سے کیا قیمت ادا کرنا کافی ہے

سوال:۔ زید کا لڑکا بیمار تھا زید نے منت مانی کہ اگر لڑکا اچھا ہوگیا تو جو بکری میرے پاس ہے اس کوفروخت کر کے اس کی قیمت مدرسہ کو دینگے، بعدہٗ اس نے بڑی بکری کا ارادہ کیا، اور بچہ کی دادی نے اس طرح سے نیت کی، کہ بچہ اچھا ہوجانے پر ایک بکری کا صدقہ کروں گی، اور بچہ کی

(گذشتہ کا حاشیہ) [2] ولو قال ان برئت من مرضی هذا ذبحت شاة او علی شاة اذبحها فبرئ لا یلزمه شی لأن الذبح لیس من جنسه فرض لا یصح الا اذا زاد و اتصدق بلحمها فیلزمه الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۵۲۳ ج۵ کتاب الأیمان، مطلب فی احکام النذر، بحر ص۲۹۶ ج۴ کتاب الأیمان، قبیل باب الیمین فی الدخول، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص۹۲ ج۵ کتاب الأیمان، فصل فی الکفارة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] رجل قال ان نجوت من هذا الغم فللّٰه علی ان اتصدق بهذه الدراهم خبزاً ثم اراد أن یتصدق بالقیمة لا بالخبز جاز الخ، فتاویٰ قاضی خان ص۲۶۹ ج۱ کتاب الزکاة فصل فی النذر، شامی کراچی ص۷۴۱ ج۳ کتاب الأیمان، مطلب فی احکام النذر، تاتارخانیه ص۴۱ ج۵ کتاب الأیمان الفصل السادس والعشرون فی النذور، مطبوعه کراچی.

والدہ نے منت مانی کہ ایک بکری کا بچہ راہ خدا میں صدقہ کردوں گی، آیا تینوں پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے، یا پھر کس پر؟ صدقہ قیمت کا کیا جائے گا، یا بکری کا زید پر اول بکری کی قیمت لازم ہوگی، یا دوسری بکری کی قیمت یا تیسری بکری؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید پر لازم ہے کہ اسی اوّل بکری کا صدقہ کردے بچہ کی دادی اور والدہ پر ایک ایک بکری کا بچہ صدقہ کرنا لازم ہے۔ "**لوقال علی ان اطعم هذا المسكين شيئا سماه ولم يعينه فلابدان يعطيه الذی سماه اھ**" بدائع، ص۸۷ ج۵ [1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۷ھ

بکری کے بچہ کی نذر مان کر اس کی قیمت دینا

سوال:۔ ایک شخص نے یہ منت کی جب اس بکری کا بچہ پیدا ہوگا تو پہلا بچہ میں مسجد کو دونگا، اب ایک بچہ پیدا ہوا، اسے کیا کرے؟ اسے بیچ کر اس کا دام خیرات کردینا کافی ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے نام پر منت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مسجد میں دینے کی نذر مان لی تھی تو بکری کے اس بچہ کو بیچ کر پیسے قیمت مسجد میں دیدے [2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

---

[1] بدائع ص۸۷ ج۵ كتاب النذر، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچی.

[2] رجل قال ان نجوت من هذا الغم فللّٰه علی ان اتصدق بهذه الدراهم خبزاً ثم اراد أن يتصدق بالقيمة لا بالخبز جاز، فتاویٰ قاضيخان ص ۲۶۹ ج ۱ كتاب الزكاة، فصل فی النذر مطبوعه كوئٹه، تاتارخانية ص ۱۴ ج۵ كتاب الأيمان الفصل السادس والعشرون فی النذور، مطبوعه كراچی، شامی كراچی ص ۱۴۷ ج۳ كتاب الأيمان، مطلب فی احكام النذر.

اس طرح نذر ماننا کہ اگر فلاں کام ہوجائے تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے

سوال:۔ بہشتی زیور اختری ،ص۴۹ ،ج ۳ ،منت ماننے کے بیان میں مسئلہ ۱۴؍ اگر کسی نے کہا کہ میرا بھائی اچھا ہوجائے تو ایک بکری ذبح کروں گی ،تو منت صحیح ہوگئی، حالانکہ درمختار میں ہے ’’ولو قال ان برئت من مرضی هذافذبحت شاة اوعلی شاة اذبحها فبرئ لایلزمه لان الذبح لیس من نوع فیه فرض‘‘۔

ان دونوں عبارتوں میں تخالف معلوم ہوتا ہے، براہ کرم حل فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے عرف میں ایسی نذر تصدق کے لئے مانی جاتی ہے، چنانچہ اس بکری سے نہ خود کھاتے ہیں، نہ اغنیاء کو کھلاتے ہیں، بلکہ سب کا سب تصدق کرتے ہیں، اس لئے جو قید درمختار میں لگائی گئی ہے، وہ یہاں موجود ہے۔’’ ولو قال ان برئت من مرضی هذا فذبحت شاة اوعلی شاة اذبحها فبرئ لایلزمه شی لان الذبح لیس من جنسها فرض بل واجب كالاضحیة فلایصح الااذا زاد التصدق بلحمها فیلزمه لان الصدقة من جنسها فرض هی كالزكوٰة درمختار علی هامش .ردالمحتار ، ص، ۷۰ / ج۳ /.‘‘[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۱ھ

---

[1] در مختار علی رد المختار ص ۷۰ ج۳، مطبوعه نعمانیه ،كتاب الایمان ،مطلب النذرغیر المعلق، البحر كوئٹه ص ۲۹٦ ج۴ كتاب الأیمان، قبیل باب الیمین فی الدخول الخ، فتح القدیر ص ۹۲ ج۴ كتاب الأیمان، فصل فی الكفارة، دار الفكر بیروت.

حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا

سوال:۔(۱) اگر کوئی کہے کہ میرے لئے مرغی پالنا اور کھانا حرام ہے، تو کیا وہ شخص مرغی پال سکتا ہے اور کھا سکتا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص اپنی سسرال کا یا اپنے پڑوس کے گھر کا کھانا پینا اپنے اوپر حرام کرلے اور پھر بعد میں کھانا چاہے تو کیا حکم ہوگا؟

(۳) اگر کوئی اپنے لڑکے پر غصہ ہوکر کہے کہ تیری کمائی تیرے لئے حرام ہے، اور مرنے کے بعد تم میری قبر پر مٹی نہ ڈالنا، تو اگر وہ شخص اپنے بیٹے کی کمائی کھانا چاہے اور بیٹا اس کے کفن دفن میں شریک ہونا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر کوئی شخص کوئی حلال چیز اپنے اوپر حرام کرتا ہے تو اس کے حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہوگی، بدستور اس کا استعمال اس کے لئے جائز رہے گا، لیکن اس کے استعمال کرنے پر چوں کہ حانث ہوگا اس لئے اس پر کفارہ ضروری ہے، "**ومن حرم شيئاً ثم فعله كفر شرح التنوير**،[۱] ص ۶۳ / ج ۳/"

(۲) اس صورت کا بھی یہی حکم ہے۔

(۳) بیٹے کی کمائی کھانا چوں کہ فی نفسہ حلال ہے، اس لئے باپ کے حرام کرنے سے وہ حرام نہ ہوگی، مگر اس کمائی کے کھانے پر بوجہ حانث ہونے کے کفارہ دینا پڑے گا، البتہ اس کے کفن دفن میں بیٹا بہر صورت پوری طرح شریک ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۶/۳/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۶/۳/۹۱ھ

---

[۱] شامی نعمانیه ص ۶۳ ج ۳، مطلب فی تحریم الحلال، کتاب الایمان، البحر کوئٹه ص ۲۹۲ ج ۴ کتاب الأیمان، مجمع الأنهر ص ۲۷۳ ج ۲ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد کا مینارہ بنوانے کی نذر

سوال:۔ ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو مسجد کے مینارے بنوادونگا وہ کام ہوگیا، مگر اتفاقاً فساد کی وجہ سے وہ گاؤں برباد ہوگیا، مسجد ویران ہوگئی، اب وہ منت کس طرح پوری کرے یا دوسرے گاؤں کی مسجد بنوادے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مینارہ بنانے میں جتنا روپیہ صرف ہوتا اتنا روپیہ کسی مسجد کی تعمیر میں خرچ کردیں [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن خوانی کرانے کی نذر منعقد نہیں

سوال:۔ زید نے منت مانی کہ اگر ہمارا نیلامی کا کام ہوجائے گا تو میں قرآن خوانی کراؤں گا ،کام ہوگیا، قرآن خوانی کروائے تو اب کس کو ثواب بخشوایا جائے، یا صرف قرآن پڑھوا دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۸/۹۹ھ

---

[1] نذر کے لازم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کی نذر مانی ہے وہ عبادت مقصود ہو مینارہ بنانا عبادۃ مقصود نہیں ہے، اس لئے اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں، "ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة فلايصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنازة والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس المصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد (شامی زکریا ،ص ۵۱۶/ج۵/) كتاب الايمان، مطلب فی احكام النذر " بدائع الصنائع ص ۸۲ ج۴ كتاب النذر، فصل وأما شرائط الركن، مطبوعه کراچی، البحر کوئٹہ ص ۲۹۴ ج۲ كتاب الصوم، فصل فی النذر.

[2] ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة فلايصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنازة (بقیہ آئندہ پر)

لفظ قسم کھاتا ہوں سے یمین منعقد ہو جاتی ہے

سوال:۔ایک شخص کہہ رہا ہے کہ میں قسم کھا رہا ہوں کہ اگر میں کھانا کھاؤں تو حرام کھاؤں گا، اگر وہ کھانا کھائے، تو حانث ہوگا یا نہیں، اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا یا نہیں، واضح ہو کہ مذکورہ لفظ میں قسم کے علاوہ اللہ کے ذاتی وصفاتی نام میں سے کوئی لفظ اس نے نہیں کہا ہے، تو قسم ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''والیمین باللّٰہ اوباسم من اسمائہٖ الیٰ قولہ واقسم واشھد واحلف وان لم یقل باللہ عملاً بالعرف[1]**۔''** (درمنتقی) عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں قسم ہوگئی ہے، جس کھانے سے متعلق یہ قسم کھائی ہے، اسکے کھانے سے حانث ہوکر کفارہ لازم ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

تبلیغی چلّہ میں جانے کی نذر

سوال:۔ زید نے یہ منت مانی تھی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو تبلیغ میں ایک چلّہ دوں گا اب معلوم کرنا یہ ہے کہ زید کو کاشتکاری کام بہت ہے اگر چلّہ کے لئے کسی اور کو بھیج دے یا جتنا روپیہ چلّہ میں لگے راہِ خدا میں خرچ کردے، زید کی منت پوری ہوجائے گی یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس المصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد وغير ذالک وان کانت قرباً الا انها غيرمقصودة .(شامی زکریا ،ص ۵۱۶/ج۵/) کتاب الایمان) مطلب فی احکام النذر، بدائع الصنائع کراچی ص۸۲ج۵ کتاب النذر، فصل وأما شرائط الرکن، بحر کوئٹه ص۲۹۴ ج۲ کتاب الصوم، فصل فی النذر.

[1] (الدرالمختار علی الشامی زکریا،ص ۴۸۱/ج۵/) کتاب الایمان، الدر المنتقی علی المجمع ص۲۶۸ ج۲ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۲۸۱ ج۴ کتاب الأیمان.

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغ میں چلّہ دینے کی نذر منعقد ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے جو چلہ کے فوائد ہیں وہ خود ہی جانے سے کامل طور پر حاصل ہوتے ہیں، کسی دوسرے کو بھیجنے یا روپیہ دینے سے وہ بات میسر نہیں ہوتی۔

تنبیہ:۔ اگر تبلیغ کے چلّہ میں جانے کی وجہ سے گھر کا انتظام نہ ہو سکے اور حقوق واجبہ میں کوتاہی ہو جس کے سبب گھر والوں کو پریشانی ہو تو چلہ میں جانا ضروری نہیں، بلکہ حقوق واجبہ کا ادا کرنا ضروری ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۰ھ

بکرا خدا کے نام پر نذر کرنا

سوال:۔ ہم نے ایک بکری پالی تھی، ہم نے نذر مانی تھی کہ اگر بکرا دیا تو اللہ نام کا ہوگا، تو اب اس بکرے کو فروخت کر کے اس کی قیمت اسکول میں دیں یا مسجد میں لگائیں، یا کاٹ کر تقسیم کر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بکرے کے متعلق اللہ کے لئے نذر مان لی اس کو کسی غریب کو بطور صدقہ زندہ دینا بھی درست ہے، اس کو ذبح کر کے کچا گوشت یا پکا کر صدقہ دینا بھی درست ہے، کھال بھی کسی غریب کو دیدیں، قربانی کے موقع پر اس کی قربانی کر کے غرباء کو تقسیم کر سکتے ہیں[2] مگر اسکی وجہ سے واجب

---

[1] نذر کے لازم ہونے کیلئے ضروی ہے کہ جس چیز کی نذر مانی ہے وہ عبادت مقصودہ ہو چلّے میں جانا عبادۃ مقصودہ نہیں ہے اس لئے چلّے میں جانا ضروری نہیں۔ ”ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة فلايصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنازة والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس المصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد (شامی زكريا، ص ۵۱۶/ج۵/) كتاب الايمان، مطلب فی احكام النذر، بدائع الصنائع ص ۸۲ ج۴ كتاب النذر، فصل وأما شرائط الركن، مطبوعه كراچی، البحر كوئٹه ص ۲۹۴ ج۲ كتاب الصوم، فصل فی النذر.

[2] مصرف الزكوٰة وهو مصرف ايضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلک من الصدقات الواجبة (شامی كراچی، ص ۳۳۹/ج۲/) كتاب الزكوٰة باب المصرف، البحر كوئٹه ص ۲۴۵ ج۲ باب المصرف، كتاب الزكاة، الدر المنتقى على المجمع ص ۳۲۴ ج۱ باب بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت.

قربانی ادا نہ ہوگی، بلکہ صاحب نصاب ہونے کی صورت میں اس پر مستقل واجب ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۲۴ھ

نذر کی قیمت غرباء کے لئے ہے

سوال:۔ میری ایک فیکٹری ہے جس میں اسٹیل کے سامان تیار ہوتے ہیں، اور برتن تیار کرنے میں بہت سی کترن کانٹ چھانٹ کے بعد نکلتے ہیں تو میں نے یوں کہا کہ اسٹیل کی جتنی کترن ہونگی، اسی کے پیسے کو للہ غریبوں میں خرچ کروں گا، اب بہت سے لوگ مساجد کی غرض سے چندہ کے لئے آتے ہیں کیا میں اسی پیسہ سے مسجد کے لئے دے سکتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے یہ کہا کہ للہ غریبوں پر خرچ کرونگا، تو اب مسکینوں حاجت مندوں کو دیں[1] مسجد کو نہیں وہاں سے نفع اٹھانیوالے امیر وغریب سب ہوتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۶/۷ھ

نذر کا کھانا مالدار کے بچے کو

سوال:۔ جو لوگ نذر مانتے ہیں نیاز کرتے ہیں یا بغیر نذر کے ایسے ہی کچھ کھانا بچوں کو کھلاتے ہیں اس میں کچھ بچے صاحب نصاب لوگوں کے بھی ہوتے ہیں، اس میں سے کچھ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] مصرف الزکوٰۃ مصرف ایضاً لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذٰلک من الصدقات الواجبۃ (شامی کراچی، ص ۳۳۹/ج ۲/) کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، البحر کوئٹہ ص ۲۴۵ ج ۲ باب المصرف، کتاب الزکاۃ، الدر المنتقی علی المجمع ص ۳۲۴ ج ۱ باب بیان أحکام المصرف، دار الکتب العلمیۃ.

الجواب حامداً ومصلیاً

نذر کا کھانا غریبوں کا حق ہے[۱] مالدار اور مالدار کے بچوں کے لئے نہیں[۲] بغیر نذر کے ایسے ہی بطور خوشنودی وثواب کے کھلا دے تو یہ سب کیلئے درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۲/۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۲/۴ھ

بیمار کی صحت کے لئے جانور صدقہ کیا جائے تو اس کی کیا شرط ہے؟

سوال:۔ جو جانور بیمار وغیرہ کی طرف سے صدقہ کیا جاتا ہے، اس میں کیا کیا شرطیں ہیں، کیا قربانی کے جانور کی تمام شرطیں عمر وغیرہ بھی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس میں کوئی نذر نہیں کی تھی تو جو جانور جیسا چاہے صدقہ کر دے اگر نذر مان لی تھی تو وہ واجب ہوگئی، اس میں وہی شرائط معتبر ہونگی، جو قربانی کے جانور میں ہوتی ہیں[۳] اگر نذر میں کسی خاص جانور کی تخصیص کر دی مثلاً یہ کہ ایک گائے کی مستقل نذر مانی تو پوری گائے لازم ہے، ساتواں حصہ کافی نہیں ہوگا[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۵/۱۱/۱۱ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۵/۱۱/۱۶ھ

---

[۱] مصرف الزکوٰۃ ھو مصرف ایضاً لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذٰلک من الصدقات الواجبۃ (شامی کراچی، ص ۳۳۹/ ج ۲/) کتاب الزکوٰۃ باب المصرف، البحر کوئٹہ ص ۲۴۵ ج ۲ باب المصرف، کتاب الزکاۃ.

[۲] ولایجوز ان یصرف ذالک ای النذر لغنی (شامی کراچی، ص ۴۳۹ ج ۲) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شاۃ منذورہ کا حکم

سوال:۔ ہماری شریعت مصطفویہ کے مفاتی عظام سے استفسار یہ کہ شاۃ منذورہ یا بقرہ سال وبرس می قربانی کے لائق ضرورت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوا سامی کتب وتعین صفحہ سے بنقل عبادات جواب شافی عنایت فرما کر مسعود دارین ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شاۃ منذورہ کی نذر اگر بصورت اضحیہ کی ہے یعنی اس طرح نذر کی ہے "**لِلّٰہ علی ان اضحی شـأة**" تو اس میں تمام شرائط اضحیہ کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ ایسی نذر سے تضحیۂ شاۃ اسکے ذمہ واجب ہے، ایام نحر میں ایسی شاۃ کی قربانی کرے جسکی اضحیہ شرعاً درست ہے۔

اگر بصورت ہدی نذر کی ہے تو اس کو حرم میں بھیج کر قربانی کرائے، اگر ہدی اور اضحیہ کے طور پر نذر نہیں کی مطلقاً شاۃ حیہ کو تصدق کرنے یا ذبح کرکے اس کا لحم صدقہ کرنے کی نذر کی ہے تب بھی اس کی عمر اتنی ہی ضروری ہے جس کی قربانی درست ہے، کیونکہ عرفاً شرعاً ایسی شاۃ کو شاۃ کہا جاتا ہے، اگر کسی شاۃ معینہ مشار الیہا کی نذر کی ہے، تو اس میں یہ شرط نہیں بلکہ وہ جس عمر کی بھی ہو اس سے نذر پوری ہوسکتی ہے، اور ان ہر دو صورت میں ایام نحر یا حدود کی بھی قید نہیں اخیر کی صورت بالکل ایسی ہے، جیسے شاۃ کے خلاف کوئی دوسری شئی متعین کرکے اس کے تصدق کی نذر کرے۔

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام، قبیل باب الاعتکاف، البحر کوئٹہ ص ۲۹۸، قبیل باب الإعتکاف، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء به، مطبوعه مصر.

[۳] لایجوز فیهما ما یجوزفی الاضاحی (بدائع کراچی ،ص ۸۵/ ج۵/) کتاب النذر، وأما شرائط الرکن.

[۴] ویستفاد ممافی الشامی ولوقال لله علی ان اذبح جزوراً واتصدق بلحمه فذبح مکانه سبع شیاه جاز کذافی مجموع النوازل ووجهه لایخفی (درمختار)قوله ووجهه لایخفی هوان السبع تقوم مقامه فی الضحا یاوالهدایا(شامی کراچی ،ص ۷۴۰/ ج۳/احکام النذور)

" الاضحیة اسم لما یضح فی وقت مخصوص لم یکن فیها الغاء الوقت فاذا نذرها یلزم فعلها فیه وان لم یکن اٰتیابالمنذور لانها بعدها لاتسمی اضحیة ولذایتصدق بها حیة اذاخرج وقتها بخلاف مااذا نذر ذبح شأة فی وقت کذا یلغواذکرالوقت لانه وصف زائد علیٰ مسمیٰ الشاة ولذاالغیٰ علمائنا تعیین الزمان والمکان بخلاف الاضحیة فان الوقت قدجعل جزء من مفهومها فلزم اعتباره ونظیرذٰلک مالونذر هدی شأة فانهم قالو انما یخرجه عن العهدة ذبحها فی الحرم والتصدق بها هناک وماذاک الالکون الهدی اسماً لما یهدی الیٰ مکة ویتصدق به فیها فقد جعل المکان جزءً من مفهومه کالزمان فی الاضحیة فاذا تصدق به فی غیر مکة لم یأت بمانذره اھ شامی ،ص ۲۳۴ / ج۵ [1] قال الکاسانی بعد نذر الاضحیة والهدی لایجوز فیه الامایجوز فی الاضاحی وهو یسمیٰ من الابل والبقروالجذع من الضان اذاکان ضخماً اھ بدائع [2] ص ۸۵ / ج۵ /. فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ / ذیقعدہ ۶۲ھ

بھوک کا جانور ذبح کرنا، کھانا

سوال:۔ چہ میفرمایند علماء کرام ومفتیان عظام درحکم جانور بطریق بھوک گذاشتہ شد یعنی اگر بکسے اثر جنسیات یا مرض شدید لاحق شود اکثر مقصود جانوراز اں برنگ گونا گوں آمیختہ بنام ارواح خبیث یا مطلقاً گذارند ومی پندارند کہ تاثیر ازاں بدو لاحق شدہ اور اشفادہد خوردن آن شرعاً جائز باشد یانہ وملک آں شخص زائل شد یانہ اگر شود تصرف او چہ حرج آید؟

---

[1] شامی نعمانیه، ج۵ ص ۲۱۲، کتاب الأضحیة، شامی کراچی ص۳۳۳ ج۶، بدائع الصنائع ص ۶۱ ج۵ کتاب التضحیة مطبوعه کراچی، تبیین الحقائق ص۵ ج۶ کتاب الأضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

[2] بدائع کراچی ص۸۵ ج۵ کتاب الأضحیة.

الجواب حامداً ومصلیاً

این چنیں حیوان از ملک مالک خارج نمیشود وبنام ارواح خبیثہ گذاشتنش روانیست وہم چنیں بغیر تملیک گذاشتن نادرست است تاوقتیکہ مالک ازین گذاشتن رجوع کردہ بکسے برائے خداندہد یابدست اونفروشد یابطریق دیگرمثل ہبہ مالک نگرداندآنکس راخوردن ودران تصرف کردن روانخواہدشدودلائل آن درفتاویٰ عزیزی بر،ص۲۲-۲۳روغیرہ مرقوم است[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۲۳؍۱۲؍۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۲۳؍ذی الحجہ ۵۵ھ

مزارات کا چڑھاوا

سوال:۔ جوملکات بادشاہوں نے پیروں کے نام وقف کردی تھیں توان کی آمدنی سے اگر لنگر خانہ جاری کیا جائے ،تووہ کھانا کیسا ہے،اورجو پیروں پر چڑھایاجاوے اس کا کھانا کیسا ہے،

---

[1] (مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی)

خلاصہ سوال:۔اگرکسی جانورکوبھوک کے طریق پرچھوڑ دیا گیا ہواس کا کیاحکم ہے،جس کی صورت یہ ہے کہ اگرکسی پرجنات کااثر ہویامرض شدید لاحق ہوتوکسی جانورکومختلف رنگوں میں رنگ کرارواحِ خبیثہ کے نام پر یامطلقاً چھوڑدیتے ہیں،اورخیال کرتے ہیں کہ اس کی تاثیر سے بیمارکوشفاہوگی،اس جانورکاشرعاً کھاناجائز ہے یانہیں اوراس شخص کی ملکیت اس جانور سے زائل ہوجاتی ہے۔

ترجمہ:۔ جواب اس طرح جانورمالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتااورارواح خبیثہ کے نام پرچھوڑناجائزنہیں،اسی طرح کسی کومالک بنائے بغیر چھوڑنا بھی درست نہیں،جب تک مالک (ارواح خبیثہ کے نام پرچھوڑنے سے) رجوع کرکے کسی کوخداواسطے نہ دے یااس کے ہاتھ فروخت نہ کرے یاکسی دوسرے طریقہ پرمثل ہبہ مالک نہ بنادے اس کوکھانا اوراس میں تصرف کرناجائزنہ ہوگا،اوراس کے دلائل فتاویٰ عزیزی ص۲۲-۳۳روغیرہ میں مرقوم ہیں۔فتاوی عزیزی ص ۳۵،۳۶ ج ۱ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، البحر کوئٹہ ص ۲۹۸ ج ۲ قبیل باب الإعتکاف طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۵ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ، مطبوعہ مصر.

اور جو باشرع اس چڑھاوے میں لڑ جھگڑ کر مثل ترکہ جدی سمجھ کر حصہ لیتا رہے تو وہ شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جاری کرنے کی اجازت دیدی تھی، تو مستحق کو اس کا کھانا جائز ہے اگر وہ چڑھاوا پیروں اور مزاروں کے نام کا ہے، تو اس کا چڑھانا اور کھانا ناجائز ہے اور اگر وہاں کے فقراء کیلئے ہے تو فقرا کو کھانا درست ہے، اگر وہ باقاعدہ شرعی طور پر وقف ہے تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی بلکہ واقف نے جو حصہ جس طرح متعین کر دیا ہے، اس کے موافق مستحقین میں تقسیم کیا جاویگا، اگر وہ باقاعدہ وقف نہیں بلکہ کسی خاص شخص کی ملک ہے تو اس میں شرعی طور پر میراث جاری ہوگی ''واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیھم فھوباطل وحرام .طحطاوی ،ص ۴۰۳ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

نذرانۂ مزار کی تفصیل

سوال:۔شہر گوالپاڑہ میں مسلمانوں کے ایک قبرستان میں مدفون خراسانی پیر صاحب کے بارے میں آپ سے چند سوالات عرض کرنا چاہتا ہوں، براہِ کرم ان سوالوں کے جوابات مع حوالہ کتب معتبرہ ارسال کرنے سے آپ کا بہت بہت مشکور ہوں گا، سوال عرض کرنے سے قبل مذکورہ قبرستان میں مدفون شاہ پیر صاحب کے مزار کے بارے میں ایک مختصر بیان آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس کے بارے میں میرے سوالات کے جوابات شریعت اسلامی کے متعلق واضح طور پر تحریر کرنے میں آپ کو سہولت ہو جائے، اور ہمیں بھی اس کے معنی اور مطلب سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

---

[1] (طحطاوی ،ص ۵۷۱)باب مایلزم الوفاء به، مطبوعه مصر، البحر كوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ قبيل باب الإعتكاف.

مختصر بیان آج سے تقریباً ایک سوسال قبل سید ابوالقاسم خراسانیؒ پیر صاحب شہر گوالپاڑہ میں تشریف لائے تھے، اور دین اسلام کی خدمت انجام دیئے تھے، ان کی معیت میں لوگوں نے معرفت وسلوک اور ہدایت پا کر کافی فائدہ اٹھایا، پیر صاحب گوالپاڑہ کے لوگوں کو بہت محبوب سمجھتے تھے، گوالپاڑہ کے لوگ بھی ان کی بہت تعظیم وتکریم کرتے تھے، اور آج تک ان کی تعظیم گوالپاڑہ کے لوگوں کے دلوں میں موجود ہے، گذشتہ ۱۳۰۳ھ میں پیر صاحب کا انتقال ہوگیا، اوران کومسلمانوں کے مذکورہ قبرستان کے ایک اونچی جگہ میں دفن کیا گیا، اس بارے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ مذکورہ مسلمانوں کا قبرستان مذکورہ پیر صاحب کے انتقال سے بہت پہلے سے تھا علاوہ ازیں مذکورہ مسلمانوں کا قبرستان پیر صاحب کا اپنا قائم کردہ ہرگز نہیں تھا، سرکاری ریکارڈ کے مطابق وہ عام مسلمانوں کا قبرستان کر کے سرکار کے یہاں درج ہے خراسانی پیر صاحب کے انتقال کے بعد گوالپاڑہ کے مسلمان زائرین مزار کے آنے جانے کیلئے پانچ سوفٹ لمبا ایک پکا راستہ بنادیا اور ہر سال عرس مبارک کیا جاتا ہے اور پیر صاحب کی خدمت عوام کی طرف سے کی جاتی ہے، فی الحال اس بارے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج سے تقریباً بیس یا بائیس برس پہلے پیر صاحب کے نواسے سید محی الدین صاحب تشریف لائے، اور اپنی مرضی سے پیر صاحب کے مزار پر رکھے ہوئے بکس میں عوام کی منت وعطیہ ونذرانہ وغیرہ کا جوسالانہ جمع ہوتا ہے آج تک اپنی مرضی کے مطابق صرف کرتے آئے ہیں، اوراس کا کوئی حساب وغیرہ نہیں ہے، اور ایک بات یہ ہے سید محی الدین صاحبؒ کے گوالپاڑہ میں تشریف لانے سے پہلے پیسہ وغیرہ بکس میں تھا، اوراس میں جمع شدہ پیسہ مزار اور قبرستان کے جنگل کی صفائی کے کام میں صرف ہوتا تھا، اور یہ بھی سب کو معلوم تھا، اور مسلمان عوام کا خیال تھا کہ جب سید محی الدین صاحبؒ پیر صاحب کے خاندان کے آدمی ہیں ،تو پیر صاحب کے مزار اور ساتھ ساتھ پورے قبرستان کی ترقی اور نفع کا کام اس بکس کے ذریعہ حاصل کردہ عوام کا پیسہ اچھی طرح صرف کریں گے، لیکن بعد میں افسوس کے ساتھ دیکھا گیا کہ سید محی الدین صاحب اس بکس کی آمدنی کے پیسہ سے مذکورہ مزار اور قبرستان کی ترقی میں کوئی

خاص کام نہ کر کے خود اپنے نان ونفقہ میں صرف کرتے آئے ہیں، اس بارے میں عوام میں سے کسی نے سنجیدگی کے ساتھ سید محی الدین صاحب سے پوچھا، تو اسکے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ میرے دادا کی وراثت ہے، عوام میرے دادا پیر صاحب کو عطیہ اور ہدیہ دیتے ہیں، لہٰذا میں وارث ہونے کی حیثیت سے اس روپیہ پیسہ کو صرف کرنے کا مجھے پورا حق حاصل ہے، اور سید صاحب عوام کو اس کا حساب دینے کے لئے راضی نہیں ہوئے، اب مذکورہ پیر صاحب کے مزار میں رکھے ہوئے بکس میں جو منت، ہدیہ، عطیہ وغیرہ کا پیسہ دستیاب ہوتا ہے، اس بارے میں دریافت امر یہ ہے کہ:۔

(۱) کسی ولی یا بزرگ یا پیر صاحب کے مزار پر کس کس وجہ سے منت کر سکتے ہیں؟ یا کس کس مقصد سے عطیہ یا ہدیہ دینا جائز ہے؟

(۲) کسی مسلمان عوام کے قبرستان میں مدفون کسی بزرگ یا پیر صاحب کے مزار کو مرکز ٹھہرا کر مذکورہ بزرگ کے کوئی وارث اپنے کو اس مذکورہ کام کا خادم بننے کا اظہار کر کے مذکورہ مزار میں لوگوں کے عطیہ، ہدیہ یا منت کے دیئے ہوئے روپیہ پیسے اپنی مرضی کے مطابق اپنے نان ونفقہ میں صرف کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۳) ولی بزرگ یا پیر صاحب کے مزار سے حاصل کردہ لوگوں کے عطیہ، ہدیہ یا منت کے روپئے پیسے کس کس موقع پر خرچ کر سکتے ہیں، اور اس کے جمع اور خرچ کا حساب عوام سے لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) قرآن پاک میں امانت کے بارے میں کیا بیان کیا ہے؟ اور کس انداز سے ہے؟ اس بیان کے مطابق عوام کے رفیق جیسے مسلمانی عوام کے قبرستان وغیرہ میں کسی درسگاہ، خانقاہ یا کسی پیر بزرگ کے؟

(۵) مذکورہ مزار کے منت کے بکس میں کسی غیر مسلم آدمی اگر عطیہ یا ہدیہ دیدے تو اس روپیہ پیسہ کو مزار یا قبرستان کی ترقی میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خدا کے نام پر ثواب حاصل کرنے اور اس کو راضی کرنے کے لئے صدقہ دینا، خیرات کرنا اور اس کا مصرف ان فقراء کو قرار دینا جو مزار کی حفاظت وخدمت کے لئے رہتے ہیں، شرعاً درست ہے، وہ محافظ وخادم اگر صاحب مزار کے اقرباء ہوں تو وہ بھی ایسی رقوم کے مستحق ہوسکتے ہیں، بلکہ دوسروں پر مقدم ہیں، لیکن وہ خدمت وحفاظت بھی کرتے ہیں، اس کو ان بزرگ کی میراث تصور نہ کریں، میراث تو ان اشیاء میں جاری ہوتی ہے جو مرنے والے نے اپنی مملوکہ اشیاء بطور ترکہ چھوڑی ہوں، اس لئے اس کو میراث کہا جائے گا، نہ اس میں ورثہ کے درجات ذوی الفروض، عصبات، ذوی الارحام کا لحاظ ہوگا، براہِ راست صاحب مزار کے نام پر کچھ ہدیہ عطیہ دینا یا نذر ماننا جائز نہیں، نہ ایسی رقوم کو لینا درست ہے، نہ خدام مزار کے لئے نہ ورثہ پیر صاحب کے لئے، نذر خدا کے نام پر ہو، اور مصرف خدام مزار ہوں تو درست ہے، جبکہ یہ خدام فقراء مستحق صدقہ ہوں، مالدار، ذی علم وباوجاہت ہوں تو نہیں لینا چاہئے؟

"واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایوخذمن الدراهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقربًاالیهم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفها لفقراء الانام اھ درمختار قوله تقرباً الیهم، کان یقول یاسیدی فلان ان رد غائبی اوعوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلک من الذهب اوالفضة اومن الطعام اوالشمع اوالزیت کذا. بحر (قوله باطل وحرام) لوجوه منها انه نذرالمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنها ان المنذور له میت والمیت لایملک ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامو ردون الله تعالیٰ واعتقاده ذٰلک کفر، اللهم الأن یقال یاالله انی نذرت لک ان شفیت مریضی اورددت غائبی اوقضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة نفیسة اوالامام الشافعی اوالامام

اللیث او اشتری حصر المساجدهم اوزیتاً لوقودها اودراهم لمن یقوم بشعائرها الیٰ غیر ذٰلک ممایکون فیه نفع للفقراء والنذر لله عزوجل وذکرالشیخ انما هو محل لصرف النذر لمستحقیة القاطنین برباطه اوسجده فیجوز بهذاالا عتبار، ولایجوز ان یصرف ذٰلک لغنی ولالشریف منصب اوذی نسب اوعلم مالم یکن فقیراً ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء لاجماع علیٰ حرمة النذر للمخلوق ولاینعقد ولاتشتغل الذمة به ولانه حرام بل سحت ولایجوز لخادم الشیخ اخذهٗ الاان یکون فقیراً اوله عیال فقراء عاجزون فیاخذونه علیٰ سبیل الصدقة المبتدأة وأخذهٗ ایضاً مکروه مالم یقصد الناذر التقرب الی اللّٰه تعالیٰ وصرفه الی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ"[1]

"بحر ملخصاً عن شرح العلامة قاسم، ردالمحتار قبیل باب الاعتکاف، ص ۱۲۸/ج۲/نعمانیه مصری، ص ۴۳۹/ج۲/"

(۲) دینے والا جبکہ جائز طریقہ پر دے اور لینے والا مستحق ہو جس کی تفصیل نمبر ا/ میں آگئی، تو اس کو جائز مصرف میں صرف کرنا درست ہے جیسا کہ فقیر کا حال ہوتا ہے۔

(۳) دینے والے نے جبکہ بطور صدقہ ان کو دیا تو وہ مالک ہوگئے[2] کھانے کپڑے اور دیگر ضروریات میں خرچ کرسکتے ہیں، ان سے حساب لینے کا حق نہیں ہے، البتہ اگر مصرف کی تعیین کرکے دیں، مثلاً اس رقم سے فقراء کو کپڑا بنا کر دیدیں، پھر اسی کام میں صرف کرنا لازم ہوگا اور حساب لینے کا بھی حق ہوگا۔

---

[1] البحر الرائق، ص۲۹۸ ج۲، مطبوعه مکتبه ماجدیه، قبیل باب الاعتکاف، شامی کراچی ص ۴۳۹ ج۲ کتاب الصوم، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، باب ما یلزم الوفاء به، مطبوعه مصر.

[2] إعلم أن اسباب الملک ثلاثة ناقل کبیع وهبة الدر المختار مع الشامی کراچی ص۴۶۳ ج۶ کتاب الصید.

(۴) دوسرے کی چیز جو اپنے پاس ہو، اس کی حفاظت ہو اور اس کے صرف کرنے کی تعیین وتعقید ہو وہ امانت ہے، جیسے متولی مسجد ومہتمم مدرسہ کے پاس مسجد ومدرسہ کی اشیاء ہوتی ہیں، اشیاء موقوفہ بھی متولی کے پاس امانت ہوتی ہے، متولی خواہ پیر صاحب کے رشتہ دار ہوں یا غیر ہوں۔

(۵) پیسہ دینے کی تفصیل نمبر ار میں آ گئی، اس کا لحاظ ضروری ہے، غیر مسلم کی دی ہوئی رقم کا حکم بھی یہی ہے، جبکہ وہ کار ثواب سمجھ کر دے۔

تنبیہ:۔ مزار پختہ بنانا[1] اس پر قبہ بنانا، اس پر چادر چڑھانا[2] اس پر چراغ جلانا، اس پر چڑھاوا چڑھانا، اس کو چومنا[3] اس کا طواف کرنا، اس کو سجدہ کرنا، عرس کرنا، قوالی کرنا یہ سب امور خلاف شرع ہیں[4] بعض کی حرمت ومعصیت بہت شدید ہے، ایسی چیزوں سے پورا احتراز واجب اور لازم ہے۔

اگر وہ قبرستان مملوکہ ہے تو مالکان ہی اس کے انتظامات کے ذمہ دار ہیں، جس کو وہاں دفن کیا جائیگا، اس کے ورثاء ذمہ دار نہیں ہوں گے، پورے قبرستان کے تو بہت سے حقوق ہیں، دینے والے نے جو چیز وہاں کے خدام کو دی ہیں تو ان خدام سے مدرسہ وغیرہ کیلئے لینے کا حق نہیں، بہتر ہے کہ دینے والوں سے دریافت کر لیا جائے، وہ مدارس ومکاتب وغیرہ میں صرف کرنے کی اجازت دیں تو وہاں ان کی ہدایت کے مطابق صرف کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۲۸ھ

---

[1] ولا يربع ولا يجصص ويحرم البناء للزينة الخ طحطاوى مع المراقى ص۴ ۰ ۵ كتاب الجنائز، فصل فى حملها ودفنها.

[2] وكره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء الخ، شامى كراچى ص۳۶۳ ج۶ كتاب الكراهية الخ قبيل فصل فى النظر والمس.

[3] ولا يمسح القبر ولا يقبله ولايمسه فإن ذلك من عادة النصارىٰ، طحطاوى على المراقى ص۵۱۳ فصل فى زيارة القبور، مطبوعه مصر.

[4] لايجوز مايفعله الجهال بقبور الاولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذالسراج والمساجد إليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرساً(تفسير المظهرى،ص ۶۵/ج۲/) سورة آل عمران، تحت آيت ۶۴، رشيديه كوئٹه.

بن بیوی، خدابرکت پانچ پیر مزار پر نذرانے

سوال:۔ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے بن بیوی، خدابرکت اور پانچ پیر وغیرہ کے نام سے درگاہ بنوا کر وہاں دودھ وغیرہ نذرانہ دیتے ہیں، اور ان سے اپنی حاجت مانگتے ہیں، تو اب دریافت کرنا یہ ہے کہ کوئی مسلمان اگر یہ سب فعل کرے تو شریعت کی رو سے اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ اس شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اس قسم کے لوگوں کے ساتھ ہم اہل سنت مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ کوئی مسلمان اگر اسے براجان کر درگاہ کو توڑ ڈالے تو اس کے لئے کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، شرعاً ہرگز اس کی اجازت نہیں، یہ مشرکین کا طریقہ ہے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کو نرمی سے فہمائش کی جائے، کہ ایسا کرنے سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے[1] وہ اگر باز نہ آئیں تو ان سے قطع تعلق کرنے میں اہل سنت والجماعۃ حق بجانب ہونگے،[2] کوئی مسلمان اگر ایسی جگہ توڑ دے جہاں مشرکانہ کام کئے جاتے ہیں تو وہ شرعاً مجرم نہیں،[3] اس پر اگر فتنہ برپا ہو یا قانونی گرفت ہو تو اسکا انتظام پہلے لازم ہے، نیز اگر واقعۃً وہاں

---

[1] فانظر الی حال المحترفین ویذهبون الی القبور والعتبات ویرتکبون انواعاً من الشرک. (الفوز الکبیر ،ص ۲۴ نموذج المشرکین، مطبوعه حجاز دیوبند .

[2] قوله نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته (المفهم ،ص ۹۸/ج۷/)، کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۲۱۷ ج۴ باب ما ینهی عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، شرح الطیبی ص۲۴۳ ج۹ باب ما ینهی عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه زکریا دیوبند.

[3] عن جریر قال کان بیت فی الجاهلیة یقال له ذو الخلصة فقال النبی صلی الله علیه وسلم الا تریحنی من ذی الخلصة فنفرت فی مأة وخمسین فکسرناه الحدیث، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کسی پیر بزرگ کا مزار (قبہ) ہوتو اس کی توہین نہ کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

بت کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا حکم

سوال:۔ ایک ہندو نے بتوں کے نام پر ایک سانڈ چھوڑا اور کئی سال گزرنے کے بعد مالک نے ایک برہمن کو بلا کر اس سانڈ کو اس کے حوالہ کر کے اس کو مالک بنا دیا، برہمن نے اس کو ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا، مسلمان نے اس کو شرعی طریق سے ذبح کیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عامۂ مفسرین نے **مااهل به لغير الله** کی تفسیر **ذبح للاصنام فذكر عليه غير اسم الله** اھ (مدارک) کی ہے[1] لہٰذا اس تفسیر کے موافق سانڈ جو کہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا گیا تھا، اور اسکے بعد مالک نے وہ کسی کو دے دیا خواہ وہ ہبۃً ہو خواہ قیمۃً اور پھر شرعی طریق پر اس کو ذبح کرایا گیا ہو تو وہ شرعاً حرام نہ ہوگا، کیونکہ وہ بت کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا، لیکن بعض محققین نے "**مااهل به لغير الله**" کو عام کہا ہے، یعنی خواہ بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے، خواہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جائے دونوں صورتوں میں وہ جانور حرام ہوتا ہے، اول صورت میں اس کا حلال ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ بت کے نام پر ذبح کر دیا گیا، اور حرمت مقرر ہو چکی۔

ثانی صورت میں حلال ہونا ممکن ہے وہ اس طرح کہ مالک اپنے اس فعل یعنی بت کے نام

(گذشتہ کا بقیہ) وفی الحديث مشروعية ازالة مايفتتن به الناس من بناء وغيره سواء كان انسانا او حيوانا او جمادا، فتح الباری ص ۴۰۲ ج۸ کتاب المغازی، باب غزوة ذی الخلصة، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة مكرمة، عمدة القارى ص ۲۱ ج ۹ الجزء التاسع عشر، باب ایضا، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] مدارک التنزيل ص ۱۸۹ ج ۱ سورة البقرة آیت ۱۷۳، مطبوعه دار الفكر بيروت.

پر چھوڑنے سے رجوع کرلے اور اس کے بعد شرعی طریق پر ذبح کیا جائے، اس سے حرمت مرتفع ہوجائے گی، دوسری تفسیر احوط ہے[1] پس اگر صورت مسئولہ میں مالک نے اپنے فعل سابق یعنی بتوں کے نام پر چھوڑنے سے رجوع کرلیا تھا، اور اس کے بعد دوسرے شخص کو دیا ہے، تب تو جائز ہے، اور اگر اپنے سابق فعل سے رجوع نہیں کیا تو ناجائز ہے، ''لو ذبح شأة علیٰ النصب من الانصاب او علیٰ قبر من القبور وقصدبه التقرب الیٰ صاحب القبر او صاحب النصب وذكر اسم الله عليها لاتحل اھ فتاویٰ عزیزی[2]، ص ۲۳/۔ قال فی البحر لایجوز لخادم الشیخ اخذه ولااكله ولاالتصرف فيه بوجه من الوجوه الا ان يكون فقيراً وله عيال فقراء عاجزون عن الكسب وهم مضطرون فياخذونه علیٰ سبيل الصدقة المبتدأة واخذه ايضاً مكروه'' ''مالم يقصد الناذر التقرب الیٰ الله وصدقة الیٰ الفقراء ويقطع النظر عن نذر الشيخ اھ طحطاوی[3]، ص۱۷۴/ج۱/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/جمادی الاول ۵۵ھ

---

[1] اذا اجتمع الحلال والحرام او المحرم والمبيح غلب الحرام والمحرم، قواعد الفقه ص ۵۵ القواعد الفقهية، مطبوعه اشرفی دیوبند، الاشباه والنظائر ص ۱۰۷ القاعدة الثانية، مطبوعه دار العلوم دیوبند.

[2] (فتاویٰ عزیزی، ص۳۶/ج۱/) بیان گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو، مطبوعہ رحیمیہ۔

[3] حاشية الطحطاوی علی الدر ص ۱۷۴ ج ۱ قبيل باب الاعتكاف، مطبوعه دار المعرفة بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ قبيل باب الاعتكاف، شامی کراچی، ص ۴۳۹/ج ۲/)قبيل باب الاعتكاف.

اہل ہنود کے مخصوص بکروں کا حکم

سوال:۔ ہمارے علاقہ میں بعض ہنود کے پاس ایسے بکرے ملتے ہیں، جو کن کٹے ہوتے ہیں، اور اس کے کانوں میں بالی بھی ڈالی ہوئی ہوتی ہے، ایسے بکرے کا مسلمانوں کے لئے خریدنا اور اس کی بیع کرنا نیز اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ بکرے غیر اللہ کے نام پر چڑھائے گئے، تو ان کو خریدنا اور گوشت کھانا جائز نہیں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱/۷/۹۶ھ

بھینٹ کا مرغا

سوال:۔ کسی جانور مثلاً مرغا وغیرہ کو جانوروں کے اوپر سے پھیر کر یا کسی انسان کے سر پر سے پھیر کر رکھا جائے تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مشرکانہ طریقہ ہے اس کو بھینٹ چڑھانا کہتے ہیں، یہ غیر اللہ کے لئے نذر ہوتی ہے جو کہ مردار کے حکم میں ہے، اس کا کھانا جائز نہیں [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۳۹۵/۲/۱۴ھ

---

[۱] لو ذبح شاة على النصب من الانصاب او على قبر من القبور وقصد به التقرب الىٰ صاحب القبر او صاحب النصب وذكر اسم الله عليها لاتحل (فتاویٰ عزیزی، ص ۳۶/ ج ۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر، مطبوعه کتبخانه رحیمیه دیوبند، مجموعة الفتاوی ص ۱۰۴ ج ۳ ما یحل اکله وما لا یحل بحکم سانڈ، مطبوعه یوسفی لکھنؤ، امداد الفتاوی ص ۹۹ ج ۴ کھانے پینے کی حلال وحرام مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

[۲] واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایوخذ من الدراهم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر اللہ کے نام کا جانور

سوال:۔ جو بکرا وغیرہ بنام غیر اللہ چھوڑا گیا ہو اس کو شرعی طریق سے ذبح کر کے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مالک اپنی نیت سے توبہ کر کے خود ذبح کردے یا کسی کے ہاتھ فروخت کردے یا ویسے ہی ہبہ کردے تب تو درست ہے[۱] اگر مالک نے توبہ نہیں کی بلکہ اس کو چھوڑے رکھا، اور کسی نے اس کو ذبح کر دیا تو یہ جائز نہیں، اگرچہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا ہو[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ذی الحجہ ۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ذی الحجہ ۵۳ھ

غیر اللہ کی نذر کا کھانا کیا کیا جائے

سوال:۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز کا کھانا بلا علم تحفہ میں آجائے اور پھر واپس کرنے پر واپس نہ لیں تو اس کو غرباء کو دیا جا سکتا ہے، کہ نہیں؟ یا دفن کر دیا جائے یا جانور کو دیدیا جائے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام، تقربا الیھم فھو باطل وحرام، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱، باب ما یلزم الوفاء به، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۸ ج۲ قبیل باب الاعتکاف، شامی زکریا ص۴۲۷ ج۳، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات.

(صفحه هذا) [۱] امداد الفتاوی ص ۹۹ ج۴ کھانے پینے کی حلال وحرام، مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، مطبوعہ زکریا دیوبند، امداد المفتیین ص ۹۳۲ کتاب الصید والذبائح، مطبوعه دار الاشاعت کراچی، مجموعة الفتاوی ص۱۰۴ ج۳ باب ما یحل اکله، مطبوعه یوسفی لکھنؤ.

[۲] ولو ذبح شاة علی النصب من الانصاب او علی قبر من القبور وقصد به التقرب الی صاحب القبر وصاحب النصب وذکر اسم اللّٰه علیها لا تحل، فتاوی عزیزی ص۳۶ ج۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر. فتاوی عزیزی، ص۶۴ ج۱، معنی آیت ما اهل به لغیر اللّٰه، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر غیر اللہ کے نام کی نذر ہے تو اس کو ایسی جگہ رکھ دیا جائے کہ جانور کھالے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۸۷ھ

سہولت ولادت کی نذر

سوال:۔ زید نے بیوی کے حاملہ ہونے پر یہ نذر مانی کہ اگر ولادت خیر وخوبی کے ساتھ ہوگئی تو اس خوشی میں ایک ہنسلی دونگا، بعینہ یہی نذر زید کی ساس نے بھی مان لی، زید کی بیوی کو تولد بغیر کسی خطرہ کے ہوگیا، نذر زید پوری کرے یا زید کی ساس؟ یا دونوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں کو نذر پوری کرنا لازم ہے[2] "**لقوله تعالیٰ وليوفوا نذورهم**[3]" **الاية**۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۸۹ھ

---

[1] ولا يحمل الخمر اليها فان قيدت الى الخمر فلا بأس به كما فى الكلب مع الميتة فانه ان دعاه اليها فلا بأس به وان حملها اليه لا يجوز، مجمع الأنهر ص ۲۵۳ ج ۴ كتاب الأشربة، مطبوع دار الكتب العلمية بيروت. شلبى على هامش التبيين ص ۴۹ ج ۶ كتاب الاشربة، مطبوعه امداديه ملتان، كفاية على فتح القدير ص ۴۰ ج ۹ كتاب الاشربة، قبيل فصل فى طبخ العصير.

[2] وان علق النذر بشرط فوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذر لإطلاق الحديث، هداية ص ۴۸۳ ج ۲، كتاب الايمان، فصل فى الكفارة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۴، ۲۹۵ ج ۴ كتاب الايمان، مجمع الانهر ص ۲۷۴، ۲۷۵ ج ۲ كتاب الايمان، فصل حروف القسم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] سورۂ حج آیت ۲۹ / **ترجمه :** پھر ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنے واجبات پورا کریں۔ (بیان القرآن)

قربانی کوشرط پر معلق کرنا

سوال:۔ اگر کوئی یوں کہے کہ اگر یہ گائے گھابھن ہوتو رکھونگا، ورنہ قربانی کرونگا، فی الحال گائے گابھن نہیں ہوئی، اس وقت گائے کوفروخت کر کے اس کے روپیہ سے دوسری گائے یا بیل لیکر قربانی کر سکتے ہیں، یانہیں؟ بیچ سکتے ہیں یانہیں؟ نیز یہ نذر بھی صحیح ہے یانہیں اور شخص مذکورتو انگر ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

الفاظ مذکورہ فی السوال میں دواحتمال ہیں ایک اپنے نفس سے وعدہ دوسرے نذر اگرنذر کی نیت نہیں کی ہے، بلکہ وعدہ کی نیت ہے تب تو نذر ہے نہیں محض وعدہ ہے جس کا پورا کرنا فرض نہیں، اگر اس کی مصالح کا تقاضہ ہوتو فروخت کرنا جائز ہے، اس کے عوض دوسری گائے وغیرہ کی قربانی کردے۔"**هكذا يفهم مماذكر في البدائع**[1] ص ۸۴/ج۵/ **ولو قال انا احرم وانا محرم اواهدى اوامشى الى البيت فان نوى به الايجاب يكون ايجابالانه يذكرويرادبه الايجاب الىٰ ان قال وان نوى ان يعد من نفسه عدة ولايوجب شيئاً كان عدة ولاشئى عليه لان اللفظ يحتمل العدة لانه يستعمل فى العدات وان لم يكن له نية فهو على الوعد لانه غلب استعماله فيه فعند الاطلاق يحمل عليه هذا اذالم يعلقه بالشرط فان علقه بالشرط بان قال ان فعلت كذا فانا احرم فهو على الوجوه الذى بينا انه ان نوى الايجاب يكون ايجاباً وان نوى الوعد يكون وعدالماقلنا وان لم يكن له نية فهوعلى الايجاب الخ۔**

اگر وعدہ کی نیت نہیں تھی، یا نذر کی نیت کی ہے تو شرعاً نذر ہوگئی، "**اماالذى يجب على**

---

[1] بدائع الصنائع کراچی ص ۸۴ ج۵ کتاب الایمان، فصل واما شرائط الرکن، المحيط البرهانى ص ۳۶۴ ج۵ كتاب الايمان، الفصل الخامس والعشرون فى النذور، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل.

الغنی والفقیر فالمنذور به بان قال للّٰه علی ان اضحی شاة اوبدنة او هذه الشاة اوهذه البدنة اوقال جعلت هذه الشاة ضحیة اواضحیة وهو غنی اوفقیر ، بدائع، ص ۶۱/ ج۵/ [1]

اور چونکہ وقت کی تحدید نہیں کی ہے لہٰذا گابھن ہونے کی لئے قربانی کے وقت تک انتظار کرنا چاہئے، اس وقت تک اگر گابھن نہ ہوتو پھر اس کو قربانی کردینا چاہئے اگر دوسری گائے قربانی کے لئے خرید لی تو پھر طرفین کے نزدیک اس گائے کو فروخت کرنا جائز ہے اور جس قدر اس کی قیمت میں کمی ہو اس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔

”**رجل اشتری شاة للاضحیة واوجبها بلسانه ثم اشتریٰ باخری جازله بیع الاولیٰ فی قول ابی حنیفةؒ ومحمدؒ فان کانت الثانیة شراً من الاولیٰ وذبح الثانیة فانه یتصدق بفضل مابین القیمتین لانه لما اوجب الاولیٰ بلسانه فقد جعل مقدار مالیة الاولیٰ للّٰه تعالیٰ فلایکون له ان یستفضل لنفسه شیاً فلهذا یلزمه التصدق بالفضل .فتاویٰ قاضی خاں ،ص ۲۹۴/ ج۴/**“ [2]

اور اس گائے کی قربانی کرنے سے جو قربانی شرعاً ایام نحر میں واجب ہوتی ہے، وہ ساقط نہ ہوگی، بلکہ اس واجب کی ادائیگی کے لئے مستقل قربانی ضروری ہے، ”**لوقال ذٰلک قبل ایام النحر یلزمه التضحیة بشاتین بلاخلاف الخ ،بدائع ،ص ۶۳/ ج۵**“ [3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۱/۵۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۲ھ

---

[1] بدائع الصنائع ص ۶۱ ج۵، کتاب التضحیة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، البحر الرائق کوئٹه ص۱۷۵ ج۸ کتاب الأضحیة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۱ ج۵ کتاب الاضحیة، الباب الاول فی تفسیرها.

[2] خانیة علی الهندیة ،ص ۳۴۷/ ج۳/ کتاب الاضحیة ، مطبوعه کوئٹه پاکستان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت سیدہؓ کی کہانی سننے کی نذر ماننا

سوال:۔ اس سوال کے ساتھ ایک کتابچہ بھی جناب سیدہؓ کی کہانی سے منسلک ہے، بعض علاقوں میں یہ کتاب ''جناب سیدہؓ کی کہانی'' جو صاحب لے کر پہنچے انہوں نے اس کتاب کے فوائد کو ذکر کرتے ہوئے، یہ کہا کہ اگر کسی کی کوئی حاجت پوری نہ ہوتی ہوتو وہ یہ نذر کرلے کہ جب میری فلاں حاجت پوری ہوگی تو جناب سیدہؓ کی کہانی سنوں گی، اس سے اس کی وہ مراد پوری ہوجائے گی، خصوصاً عورتوں میں یہ بات بیان کرکے، اسکی ترغیب دی گئی، اور پھر اس کتاب میں کہانی ایسی ہی ہے جس کی وجہ سے عورتوں پر ایک خاص اثر ہوا اور سب نے نذر ماننا شروع کردیا، کہ میری فلاں حاجت پوری ہوگئی تو جناب سیدہؓ کی کہانی سنونگی، اگر اتفاق سے کوئی حاجت برآئی ہے، تو نذر کو کتاب کو اس طریقہ سے سن کر پوری کی ہے، جیسا کہ اس کتاب میں طریقہ مذکور ہے، تو اس قسم کی نذر ماننے کی وجہ سے یا نذر پوری کرنیکی وجہ سے نکاح وغیرہ پر تو کسی قسم کی خرابی نہیں پڑیگی، نیز اس قسم کی نذر ماننا کیسا ہے؟ اس کتاب کی روایت کہیں منقول ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کتاب ''جناب سیدہؓ کی کہانی'' بےاصل باتوں پر مشتمل ہے اہل سنت والجماعت کے کسی مخالف نے مسلمان مردوں کو عموماً اور عورتوں کو خصوصاً گمراہ کرنے کے لئے یہ لکھی ہے اس کے سننے کی نذر ماننا لغو[1] اور اس کا سننا اضاعت وقت ہونے کے ساتھ غلط باتوں کا ذہن نشین

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۱، ۳۰۲ ج۵ کتاب الاضحیة، الباب السادس فی بیان ما یستحب فی الاضحیة والانتفاع بھا.

[۳] بدائع الصنائع کراچی ص۶۳ ج۵ کتاب الاضحیة، شامی زکریا ص ۴۸۰ ج۹، کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۱ ج۵ کتاب الاضحیة، الباب الاول فی تفسیرھا.

(صفحہ ہذا) [۱] ومنھا ان یکون قربة فلا یصح النذر بما لیس بقربة رأسا کالنذر بالمعاصی، بدائع الصنائع کراچی ص۸۵ ج۲ کتاب النذر، فصل واما شرائط الرکن، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کرنا ہے،[۱] عورتوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہ اس کی باتوں پر یقین نہ کریں، جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے صحیح فضائل اور حالات معتبر کتابوں میں موجود ہیں، ان کو پڑھنے اور سننے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اس کہانی کا حکم یہ ہے کہ جو بھی اسکے سننے کی نذر مانے اس کو توبہ لازم ہے[۲] نہ مانیں اور نہ سنیں، نکاح کسی کا نہیں ٹوٹا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۸۹ھ

ختم قرآن کی نذر

سوال:۔ بیوی کو درد زہ میں مبتلا دیکھ کر شوہر یا دیگر رشتہ داروں نے کہا اگر اللہ میاں اس مصیبت سے نجات دے تو ختم قرآن کراؤنگا، یا یوں کہا کہ اس مصیبت میں اللہ واسطے کچھ کرنا چاہئے، اس پر کسی نے کہا کہ ختم یونس پڑھا لو اس پر سب راضی ہو گئے، اب مذکورہ دونوں صورتوں میں ایفاء واجب ہے، یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اُجرت لیکر پڑھنے والے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۱۸ ج۵ کتاب الایمان، مطلب فی احکام النذر، عالمگیری کوئٹہ ص۲۵ ج۲ کتاب الایمان، الباب الاول فی تفسیرھا.

(صفحہ ہٰذا) [۱] فعلی هذا دلت الآیة علی حرمة کل ما یلهی ویشغل عن ذکر الله تعالی وعبادته ومثله مطالعة الکتب المشتملة علی المخترعات، والاباطیل المسماة فی عرفنا ناول، احکام القرآن للتهانوی ص۱۸۵ ج۳ سورۂ لقمان تحت آیت ۶ مطبوعه ادارة القرآن کراچی، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۷ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات، روح المعانی ص۱۱۹ ج۱۲ الجزء الحادی والعشرون، سورۂ لقمان تحت آیت۶ مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] التوبة من جمیع المعاصی واجبة سواء کانت صغیرة او کبیرة، نووی علی مسلم ص۳۵۴ ج۲ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی، روح المعانی ص۲۳۶ ج۱۵ الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم تحت آیت ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، المفهم علی مسلم ص۲۷ ج۷ کتاب الاذکار، باب تجدید الاستغفار والتوبة، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

نذر اسی چیز کی صحیح ہوتی ہے، جو عبادت مقصودہ اور جنس واجب سے ہو، چنانچہ قرآن کریم بھی ایسی ہی عبادت ہے نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے[1] فقہاء نے اعتکاف کی نذر کو صحیح تسلیم کیا ہے، جس کی حقیقت لبث فی المسجد برائے عبادت ہے اور اس کا ماخذ یہ تجویز کیا ہے کہ نماز میں قعدہ ضروری ہے، جو کہ لبث ہے، اسی طرح اگر کہا جائے کہ نماز میں قراءۃ فرض ہے "**لقوله تعالیٰ فاقرؤا ماتیسر من القرآن**"[2] تو قراءۃ قرآن کی نذر بھی صحیح ہوگی، "**واعلم بانهم صرحوا بان شرط لزوم النذر ثلاثة كون المنذور ليس بمعصية وكونه من جنسه واجب وكون الواجب مقصوداً لنفسه الیٰ قوله واما الاعتكاف وهو اللبث فی المكان من جنسه واجب وهو القعدة الاخيرة فی الصلوٰة** اھ بحر[3] ص۲۹۴/ج۲/ کتاب الصوم، جتنا قرآن نذر ماننے والا خود پڑھ سکے خود ہی پڑھے کسی سے اجرت دیکر نہ پڑھوائے، جیسے کوئی شخص بڑی رقم صدقہ کرنے کی نذر مان لے جو کہ اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ دوسرے سے رقم لے کر صدقہ کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے، بلکہ جتنی رقم اس کے پاس ہو اسی کو صدقہ کردے، اگر دوسرے کے مال کو صدقہ کرنے کی نذر کرتا ہے، تو نذر منعقد نہیں ہوتی، اسلئے کہ مال غیر کو بلا اس کی اجازت کے صدقہ کرنا عبادت نہیں ہے، بلکہ معصیت ہے، اور معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی ہے، غیر سے اُجرت پر قرآن ختم کرانا بھی معصیت ہے[4] اس سے پورا پرہیز کیا

---

[1] ومنها القراءة ای قراءة آية من القرآن وهی فرض عملی فی جميع ركعات النفل والوتر وفی ركعتين من الفرض، شامی زکریا ص۱۳۳ ج۲ باب صفة الصلاة، مبحث القراءة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۸۱، ۱۸۲ باب شروط الصلاة واركانها، حلبی كبيری ص۲۷۵ بحث القراءة، مطبوعه سهيل اکیڈمی لاهور.

[2] سورة المزمل آیت ۲۰.

[3] البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۴ ج۲ كتاب الصوم، فصل فی النذر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۷۰، ۵۷۲ كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، النهر الفائق ص ۳۹ ج۲ كتاب الصوم، فصل فی النذر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

جائے،''وفی الخلاصة لو التزم بالنذر اکثر مما یملکه لزمه مایملکه هو المختار کمااذا قال ان فعلت کذا فالف درهم من مالی صدقة ففعل وهو لایملک الامائة لایلزمه الا المائة الیٰ قوله لوقال للّٰه علی ان اهدی هذه الشاة وهی ملک الغیر لایصح النذر اھ بحر[1] ص ۲۹۶/ ج۴/ کتاب الایمان۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۰ھ

امتحان میں پاس ہونے کی نذر ماننا

سوال:۔ میری بچی نے ہائی اسکول کا امتحان دیا ہے، اور اس سلسلہ میں میں نے نذر مانی تھی کہ اگر پاس ہوگئی تو گیارہ ۱۱ رفقیروں کو کھانا کھلاؤنگی، آیا کھانا کھلانا ضروری ہے یا نہیں؟ بچی پاس ہوگئی ہے، اور یہ نذر بھی مانی تھی کہ پاس ہونے پر روزے رکھوں گی، آیا روزے رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پاس ہونے پر گیارہ فقیروں کو کھانا کھلایا جائے، یا ان کو نقد دیدیا جائے، ہر ایک کو بقدر صدقۃ الفطر دیا جائے[2] نذر کے روزے بھی رکھے جائیں[3] اگر کسی کو روزے رکھنے پر قدرت نہیں ہے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] قراءة الاجزاء بالاجرة لا یجوز، لان فیه الامر بالقراءة واعطاء الثوب للآمر والقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر ولو لا الاجرة ما قرأ احد لأحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا ووسیلة الی جمع الدنیا انا للّٰه وانا الیه راجعون، شامی نعمانیه ص۳۵ ج۵ شامی کراچی ص۵۶ ج۶ باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الإستیجار علی التلاوة، رسالة "شفاء العلیل وبل الغلیل" ملحقه بمجموعة رسائل ابن عابدین ص۱۸۰ ج۱ طبع سهیل اکیڈمی لاهور، شرح العقیدة الطحاویة للقاضی ابی العزّا الدمشقی ص۶۷۲ ج۲ الإستیجار علی تلاوة القرآن وإهدائه للمیت، مطبوعه دار الهجر بیروت.

(صفحه هذا) [۱] البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۶ ج۴ کتاب الایمان، النهر الفائق ص۶۳ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الانهر ص۲۷۶ ج۲ قبیل باب الیمین فی الدخول، مطبوعه بیروت.

[۲] رجل قال ان نجوت من هذا الغم الذی انا فیه فعلی ان اتصدق بعشرة دراهم خبزاً فتصدق بعین الخبز او بثمنه یجزئه، ولو قال اللّٰه علی اطعام مسکین فی الاستحسان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تو ہر روزہ کے عوض ایک صدقہ کے برابر نقد یا غلہ دیدیا جائے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۷/۱۸ھ

ایک مہینہ کے روزہ کی نذر ماننے میں تسلسل ضروری ہے

سوال:۔ زید نے نذر مان لی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو ایک ماہ کے روزے رکھونگا، تو یہ ایک ماہ کے روزے مسلسل رکھے یا وقفہ سے بھی رکھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایک ماہ کے مسلسل روزے رکھے، درمیان میں وقفہ کی گنجائش نہیں، کیونکہ مہینہ مسلسل ہی ہوتا ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) یلزمہ نصف صاع من حنطة او صاع من تمر او شعیر، عالمگیری کوئٹہ ص ۶۶ ج ۲ کتاب الایمان، الثانی فی الکفارة، تاتارخانیہ کراچی ص ۴۱ ج۵ الفصل السادس والعشرون فی النذور، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۲۵ ج۵ کتاب الایمان، مطلب النذر غیر المعلق لا یختص بزمان.

[۳] من نذر نذراً مطلقاً اومعلقاً بشرط وکان من جنسه واجب لزم الناذر کصوم وصلاة (الدرالمختار علی هامش رد المحتار، ص ۷۳۵ ج۳ کتاب الایمان، مطلب احکام النذور، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۷۵ ج۲ کتاب الایمان، قبیل باب الیمین فی الدخول، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت، النهر الفائق ص ۲۲ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت.

(صفحہ ہذا) [۱] لونذر صوم الابدفاکل لعذر فدی (درمختار)ای لکل یوم نصف صاع من برا وصاع من شعیر وان لم یقدراستغفر اللّٰه (شامی کراچی، ص ۷۴۱ ج۳، کتاب الایمان، النذر غیر المعلق لا یختص بزمان، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۰۹ ج ۱ کتاب الصوم، الباب السادس فی النذر، تاتارخانیہ کراچی ص ۴۰۹ ج ۲ کتاب الصوم، الفصل الحادی عشر فی النذور.

[۲] (تنبیہ) یہ حکم اس وقت ہوتا ہے جبکہ معین مہینہ کے روزے کی نذر مانے اور اگر معین مہینہ کے روزے کی نذر نہیں مانی بلکہ غیر معین مہینہ کے روزے کی نذر مانی تو پھر اختیار ہے چاہے مسلسل روزے رکھے چاہے متفرق طور پر روزے رکھے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پانچ سوروپیہ مسجد میں دینے کی نذر

سوال:۔ زید نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو ۵۰۰/روپیہ مسجد میں دوں گا تو کیا یہ ۵۰۰/روپیہ اکھٹے ادا کرے یا سو،سوروپیہ پانچ مسجدوں میں دیدے، اپنی ہی مسجد دیدے یا متفرق زیرتعمیر مسجد میں؟

الجواب حامداومصلیاً

اس کو اختیار ہے کہ ایک دم ۵۰۰/سوروپیہ دیدے یا تاخیر سے دے، مسجد کی تعیین لازم نہیں، جس مسجد میں چاہے دیدے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۹ھ

نذر کی تحقیق کرنا

سوال:۔ اگر جمعہ کے دن کسی قسم کی مٹھائی کوئی لاکر تقسیم کرے، اورلوگ اس کو بغیر دریافت کئے کہ کیسی ہے کس کے نام کی ہے، اور کس قسم کی تو کیا ایسی مٹھائی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی کہے کہ میرا بیٹا اگراس بیماری سے اچھا ہوجائے تو میں مسجد میں مٹھائی تقسیم کرونگا، تواس کا کھانا کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ’’وقال للّٰہ علی ان اصوم شھراً متتابعاً لزمہ التتابع وان اطلق یخیر (عالمگیری، ص ۲۱۰ ج ۱، کتاب الصوم الباب السادس فی النذر) البحرالرائق ،ص ۲۹۷/ج۲/ قبیل باب الاعتکاف کتاب الصوم (شامی کراچی، ص ۷۴۱ ج۳) کتاب الایمان، مطلب النذر غیر المعلق لا یختص بزمان.

[1] نذر لفقراء مکة جاز الصرف لفقراء غیرھا، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۴ ج۵ کتاب الایمان، مطلب النذر غیر المعلق لا یختص بزمان، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۷۴ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ، المحیط البرھانی ص ۳۵۹ ج۶ کتاب الایمان، الفصل الخامس والعشرون فی النذور، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شبہ ہو تو تحقیق کرے کہ یہ مٹھائی کیسی ہے، اگر شبہ نہ ہو تو بلا وجہ تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، دل چاہے لے نہ دل چاہے نہ لے "دع مایریبک الی مالا یریبک (الحدیث)[1]
بیٹے کے اچھے ہونے پر مٹھائی خدا کے واسطے تقسیم کرنے کو اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے، تو یہ نذر ہے[2]
اور نذر کے مستحق غرباء ہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۹ھ
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۹ھ
الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

ذبح بقرۃ کی نذر

سوال:۔ زید نے اپنی سالی کی شادی کے لئے اس نیت سے بقر خریدا کہ بطور نیاز فی سبیل اللہ دعوت ولیمہ میں یا محض دعوت ولیمہ میں اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت صرف کیا جائے، کسی وجہ

---

[1] (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۲/ج ۱/) کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند. المعجم الکبیر للطبرانی ص ۸۱ ج ۲۲ حدیث ۱۹۷ طاؤس الیمانی عن واثلة، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، کنزل العمال ص ۴۳۱ ج ۳ حرف الواو، الورع للاکمال، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

ترجمہ:۔ تو ایسی چیز چھوڑ دے جو تجھے شک میں مبتلا کرے (اس چیز کو اختیار کر، جو تجھے شک میں مبتلا نہ کرے

[2] ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وكان من جنسه واجب ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر ای لزمه الوفاء به، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۱۵، ۵۱۶ ج ۵ کتاب الایمان، مطلب فی احکام النذر، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۴، ۲۹۵ ج ۴ کتاب الایمان، النهر الفائق ص ۶۲ ج ۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] مصرف النذر الفقراء، طحطاوی علی المراقی مصری، ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء به، شامی کراچی، ص ۳۳۹/ج ۲، کتاب الزکوٰة، باب المصرف، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ قبیل باب الاعتکاف.

سے لڑکی والے نے عقد شرعی سے انکار کردیا، چند روز بعد لڑکے والے لڑکی مذکور کو اپنے یہاں بھگا لے گئے، اور بغیر عقد شرعی رکھا اور اعلان کردیا کہ ہمارے ہاں نیاز ہے اور بقر مذکور کو ذبح کے لئے تیار ہو گئے، بکر کہتا ہے کہ بغیر عقد شرعی بقر مذکور کا ذبح کرنا ناجائز ہے، زید تسلیم نہیں کرتا، لہٰذا دو امر دریافت طلب ہیں؟

(۱) کیا اس نیاز کے سلسلہ میں ذبیحہ کا دعوت ولیمہ میں صرف کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا بغیر عذر شرعی بقر مذکور (مشروط بہ نیت ولیمہ) ذبح کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۲) اگر منت مانی بطور نیاز ذبح کرنے کی تو اس کو نیاز کے طور پر ذبح کرنا چاہئے جس کے مستحق غرباء اور مساکین ہیں[۱] اور ولیمہ میں خصوصیت غرباء کی نہیں ہوتی اور ولیمہ عقد شرعی اور زفاف کے بعد ہوتا ہے[۲] اور صورت مسئولہ میں نہ ولیمہ ہے نہ نیاز البتہ اگر غرباء کی خصوصیت کردی جائے، تو نیاز کی صورت ہوسکتی ہے، اگر عقد شرعی اور زفاف کے بعد محض فقراء کو ذبیحہ کھلایا جاوے تو دونوں ممکن ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ذی قعدہ ۵۳ھ

---

[۱] مصرف النذر الفقراء طحطاوی علی المراقی مصری، ص ۵۷۱ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ، شامی کراچی، ص ۳۳۹ ج ۲، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۸ ج ۲ قبیل باب الاعتکاف.

[۲] الولیمۃ وھی طعام العرس خاصۃ مندوبۃ بعد البناء، اوجز المسالک ص ۴۰۶ ج ۴ کتاب النکاح، ما جاء فی الولیمۃ ، مطبوعہ المتکبۃ الیحیویۃ سہارنپوری، بذل المجھود ص ۲۴۰ ج ۳ کتاب النکاح، بیان حکم الولیمۃ، مطبوعہ رشیدیہ سہارنپور، اعلاء السنن ص ۹ ج ۱۱ کتاب النکاح، باب استحباب الولیمۃ، مطبوعہ امدادیۃ مکۃ مکرمۃ.

متعین جانور کی قربانی کی نذر کا ایک مسئلہ

سوال:۔ زید نے ایک بھینس کا بچہ پالا وہ گم ہوگیا، اس نے کہا کہ اگر وہ مل گیا تو اللہ کے واسطے اس کی قربانی کردوں گا، چنانچہ وہ مل گیا لیکن زید کو اب اس کی ضرورت ہے، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ اس کو خود رکھ لے اور اس کے عوض دوسرے جانور کی قربانی کردے، جو کہ اتنی ہی قیمت کا ہو یا اسی کی قربانی ضروری ہے۔

نوٹ:۔ وہ بچہ اب بچہ نہیں بلکہ بڑا بھینسہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسی کی قربانی لازم ہے، اگر قربانی کے ایام گذر جائیں، اور اس کی قربانی کو نوبت نہ آئے، تو اس کو زندہ صدقہ کردے۔ (شامی، ص۲۰۴ رج ۵ ر) [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نذر معلق کی پیشگی ادائیگی

سوال:۔ کسی شخص نے نذر کی کہ فلاں کام ہو جائے تو تین روزے رکھونگا، اس نے قبل کام ہونے کے نذر پوری کر لی اس کے بعد کام بھی حاصل ہو گیا، تو کیا اس کو دوبارہ نذر پوری کرنا چاہئے یا پہلے روزے کافی ہیں، اور مسئلہ یمین بعینہ اسی طریق پر ہے، یا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں وہ روزے کافی نہیں کیونکہ روزوں کو معلق کیا تھا، کام پورا ہونے پر

---

[1] اذا اوجب شاة بعينها او اشتراها ليضحى بها فمضت ايام النحر قبل ان يذبحها تصدق بها حية، شامی نعمانیه ص ۲۰۴ ج۵ کتاب الاضحية، عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۶ ج۵ کتاب الاضحية، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان، بدائع الصنائع کراچی ص ٦٨ ج۵ کتاب الاضحية، فصل واما كيفية الوجوب.

اور جب تک کام پورا نہیں ہوا تو انکا وجوب ہی نہیں ہوا، لہٰذا وہ نفل ہو گئے، اب مستقل روزے شرط کے موافق رکھنے ضروری ہیں مسئلہ یمین میں بھی کفارہ قبل الحنث واجب اور کافی نہیں" وان کان (ای النذر) معلقاً بشرط نحوان یقول ان شفی اللّٰہ مریضاً اوان قدم فلان الغائب فللّٰہ علی ان اصوم شھرا اواصلی رکعتین اواتصدق بدرھم ونحو ذٰلک فوقتہ وقت الشرط فمالم یوجد الشرط لایجب بالاجماع ولوفعل ذٰلک قبل وجود الشرط یکون نفلا اھ بدائع، [۱] ص ۹۳/ج۵ [۲] لایصح التکفیر قبل الحنث فی الیمین سواء کان بالمال اوبالصوم الخ ،بحر،ص ۱۲۹/ج۴ [۳]"

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

ایام قربانی کے بعد شاۃ منذورہ متعینہ کا حکم

سوال:۔ زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو ایک قربانی کروں گا، اللہ کے حکم سے وہ کام ہو گیا، اور زید نے نذر پوری کرنے کے لئے ایک بکری خرید بھی لی، مگر اس کی قربانی کی نوبت نہیں آئی، یہاں تک کہ قربانی کی تاریخیں بھی گذر گئیں، تو زید اب اس بکری کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟

---

[۲] بدائع الصنائع کراچی ص ۹۳ ج۵ کتاب النذر، فصل وامام حکم النذر، تاتارخانیہ کراچی ص ۵۰ ج۵ کتاب الایمان الفصل لاسادس والعشرون فی النذور، شامی زکریا ص ۵۲۴ ج۵ کتاب الایمان، مطلب : النذر غیر المعلق لا یختص بزمان، المحیط البرھانی ص ۳۵۹ ج۶ الفصل الخامس والعشرون فی النذور، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل۔

[۳] البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۱ ج۴ کتاب الایمان، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستا ن۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اب اسکی قربانی درست نہیں، زید کو چاہئے کہ وہ بکری زندہ کسی فقیر مستحق زکوٰۃ کو صدقہ کردے۔شامی نعمانیہ[1] ص۲۰۴/ج۵/۔ فقط واللہ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایسے الفاظ کہ جن سے قسم نہیں ہوتی

سوال:۔ زید نے بکر سے لڑکی کے رشتے کے متعلق کہا، بکر نے کہا کہ اگر میں اپنی لڑکی کا رشتہ تمہارے یہاں کروں تو اپنی ماں کو قبر سے نکال کر بھی تم کو دوں اور اپنی بیوی بھی تمہیں دوں ،یہی الفاظ بکر کے لڑکے نے بھی کہے، بعد میں بکر نے اپنی لڑکی کا رشتہ بھی کر دیا، اور نکاح بھی کر دیا،تو یہ نکاح صحیح ہوا یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیہودہ قسم شرعی قسم نہیں،اس سے یہ نکاح حرام نہیں ہوا، بلکہ جو نکاح شرعی قواعد کے موافق کیا گیا وہ صحیح ہو گیا[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۵/۹/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۶/۹/۸۶ھ

---

[1] إذا اوجب شاة بعينها او اشتراها ليضحي بها فمضت ايام النحر قبل ان يذبحها تصدق بها حية، شامی نعمانیہ ص۲۰۴ ج۵ كتاب الأضحية، عالمگیری کوئٹہ ص۲۹۶ ج۵ كتاب الأضحية، الباب الرابع فی ما يتعلق بالمكان، بدائع کراچی ص۶۸ ج۵ كتاب الأضحية، فصل وأما كيفية الوجوب.

[2] وان فعله فعليه غضبه او سخطه او لعنة الله او هو زان او سارق او شارب خمر او أكل ربا لا يكون قسما لعدم التعارف، الدر المختار على هامش رد المختار زكريا، ص۴۹۶،ج۵، كتاب الايمان، قبيل مطلب حروف القسم، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۸۷ ج۴ كتاب الايمان، النهر الفائق ص۵۶ ج۳ كتاب الايمان، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

زنا وغیرہ سے متعلق احکام

زنا کی شرعی سزا کے لئے شرط

سوال:۔ بکر نے اپنی بہو سے زنا کیا فرنگی کے بد بخت عہد میں اس پر کیا تعزیر لگائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی حدود قائم کرنے کا حق امیر المؤمنین کو ہے[۱] صورت مسئولہ میں ہر دو سے توبہ کرانی چاہیے اور اس نوع کے تعلق کو منقطع کردیا جائے، اور اگر وہ باز نہ آئیں، توان سے ترک موالات کردیں[۲] باپ اگر بیٹے کی بیوی سے زنا کرے، تو وہ بیٹے پر حرام ہوجائے گی، پس اگر شرعی قیادت

---

[۱] فیشترط الإمام لاستیفاء الحدود، شامی کراچی ص ۵۴۹ ج ۶، کتاب الجنایات مبحث شریف، عالمگیری ص ۱۴۳ ج ۲ کتاب الحدود، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ، فتح القدیر ص ۲۳۵،۳۶ ج ۵ کتاب الحدود، فصل فی الحد الخ دار الفکر بیروت.

[۲] نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا الیها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه إلا ان یقلع وتظهرتوبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص ۹۸ ج ۷ باب یهجر من ظهرت معصیته ، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص ۱۶۷ ج ۴ باب ما ینهی من التهاجر الخ، مطبوعه اصح المطابع بمبئی. نوی علی المسلم ص ۱۶۳ ج ۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی.

موجود ہے، یا بیٹے کواس واقعہ کا یقین ہے، تو بیٹے پر اپنی زوجہ سے متارکت واجب ہے۔

"تحرم المزنی بھاعلیٰ آباء الزانی واجداده وان علوا وعلیٰ ابنائه وان سفلوا کذافی فتح القدیر فتاویٰ عالمگیری ، ج ۱ /ص ۲۷۴ /[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/رجب ۶۱ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/رجب ۶۱ھ

زنا کی سزا

سوال:۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ اگر زنا کار مرد اور عورت سات سمندر میں غسل کرے، تب بھی پاک نہیں ہوسکتا، اور اس کے غسل کے چھینٹوں سے شیاطین پیدا ہوکر زنا کاری کرتے ہیں، اور یہ سب زانی کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں، اگر وہ توبہ کرکے پھر یہ کام کرے تو اس کی عبادت قبول ہوگی یا نہیں؟ اور اگر زنا کار کنوارہ ہے تو سو درّے اور اگر شادی شدہ ہے تو سنگسار کیا جائے گا، یہ سزا تو دنیا کی ہے اور آخرت میں کیا سزا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں، اور عبادت کو قبول کرتے ہیں، اور گناہ کو معاف فرماتے ہیں، اور آخرت کے عذاب سے بچاتے ہیں،[2] زانی کے غسل اور اس کے چھینٹوں

---

[1] عالمگیری، ج ۱ /ص ۲۷۴ / (مطبوعه کوئٹه) کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی فی المحرمات بالصهرية، شامی کراچی ص ۳۲ ج ۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، فتح القدير ص ۲۱۹ ج ۳ فصل فی بيان المحرمات، مطبوعه دار الفکر بيروت.

[2] عن علی رضی اللّٰه عنهٗ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ان اللّٰه يحب العبد المؤمن المفتن التواب. مشکوٰة شريف، ص ۲۰۶ / (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث.

ترجمه: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ گنہگار توبہ کرنے والے مومن بندوں سے محبت کرتا ہے۔

سے شیاطین کا پیدا ہونا جو ہمیشہ زنا کرتے رہیں کسی حدیث سے ثابت نہیں، البتہ رجم اور دروں کی سزا ثابت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

زنا کی سزا

سوال:۔ایک شخص روزے کی حالت میں رنڈی کے ساتھ زنا کاری کرتا ہے، اس کی تعزیر کیا ہوگی؟ کس طرح اس کا گناہ معاف ہوسکتا ہے؟ اس کام میں چھ آدمی شریک تھے، دو آدمی اس بات کی شہادت دیتے ہیں، کہ انہوں نے اس کام کو کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

زنا کا ثبوت زانی کے اقرار سے ہوتا ہے، وہ بھی جب کہ چار مرتبہ اقرار کرے مجلس قاضی میں چار ہی شاہد ہوں جن کی شہادت کا قبول کرنا شرعاً لازم ہے، یعنی ثقہ اور عادل ہوں ایسے ثبوت کے بعد اگر مرد شادی شدہ ہوں تو اس کو سنگ ساری کی سزا دی جاتی ہے، ورنہ اس کو سو کوڑے مارے جاتے ہیں[2] لیکن یہ سزا دارالاسلام میں مسلم امام بادشاہ ہی کی طرف سے دی جاسکتی ہے ،اور کسی کو یہ سزا دینے کا حق نہیں ہے،[3] یہ سزا تو دنیا میں ہے، آخرت کا گناہ معاف ہونے کیلئے سچے

---

[1] عن جابر رضی الله عنه ان رجلاً زنا بامرأة فأمربه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فجلد الحدثم اخبر انه محصن فأمربه فرجم. مشکوٰة شریف، ص ۳۱۲/ کتاب الحدود، الفصل الثانی.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور اس کے کوڑے لگائے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ وہ شخص شادی شدہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور اس کو رجم کیا گیا۔

[2] ویثبت بشهادة أربعة رجال فی مجلس واحد بلفظ الزنا وعدلو سراً وعلنا ویثبت ایضاً باقراره اربعاً فی مجالسه الیٰ قوله ویرجم محصن وغیر المحصن یجلد مائةً ان حراً الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا مختصراً، ج۶/ص۸-۱۷/. اول کتاب الحدود، عالمگیری ص۱۴۳ ج۲ الباب الثانی فی الزنا، مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص ۲۳۸/۳۲ ج۲، کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ آئندہ پر)

دل سے استغفار کرنے کی ضرورت ہے، قوم کا کسی مجرم سے جرمانہ (نقد روپیہ یا کھانا) طلب کرنا جائز نہیں ہے، اگر مجبور کر کے کھانا طلب کیا جائیگا، تو اس کا کھانا درست نہیں ہوگا، بلکہ یہ ظلم ہوگا حدیث شریف میں ہے "**لایحل مال امری مسلم الابطیب نفس منه**[1]"، قوم کو لازم ہے کہ پردہ کا انتظام کرے عورتوں کو نامحرموں سے ملنے کا موقع نہ ملے، اور دینی تعلیم کا انتظام کرے، تاکہ حدود شرع سے واقفیت سب کو ہو جائے، اور وعظ وتلقین کا انتظام کرے، تاکہ اللہ کے خوف سے متعلقہ احادیث وآیات سامنے آئیں اور تازہ ہوتی رہیں، امید ہے کہ اس سے قوم اصلاح پذیر ہوکر دین اسلام کو زیادہ فروغ ہوگا، اور احکام اسلام کی اشاعت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۲/۲۶ھ

زنا کی سزا

سوال:۔ایک شخص مسمیٰ زید نے مسماۃ سکینہ کے ساتھ زنا کیا، زید کی شادی ہوچکی ہے، اس کے دو بچے بھی ہیں، سکینہ کی شادی ہوچکی ہے، لیکن رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی اور حمل قرار پا گیا، پنچایت میں سوال کرنے پر لڑکی نے یہ اقرار کیا یہ حمل زید کا ہے، اور زید نے بھی اقرار کیا کہ جب

(گذشتہ کا بقیہ) [3] (۱) دار الاسلام لانه لا حد بالزنا فی دار الحرب الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۶ ج ۶ کتاب الحدود، مجمع الأنهر ص ۳۴۸-۳۴۹ ج ۲ کتاب الحدود، باب الوطئ الذی یوجب الحد الخ دار الکتب العلمية بیروت، بحر ص ۱۷ ج ۵ باب الوطی الذی یوجب الحد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. (۲) فیشترط الامام لاستیفاء الحدود، شامی کراچی ص ۵۴۹ ج ۶ کتاب الجنابات، مبحث شریف عالمگیری ص ۱۴۳ ج ۲ کتاب الحدود، الباب الاول مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص ۲۳۵ ج ۵ کتاب الحدود، فصل فی الحد الخ دار الفکر بیروت.

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۵ / مطبوعه یاسر ندیم دیوبند باب الغصب، والحاصل ان المذهب عدم التعزیر یأخذ المال الخ بحر ص ۴۱ ج ۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۱۰۵ ج ۶، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر یأخذ المال، عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۲ فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه.

ترجمۂ حدیث: کسی مسلمان کا مال حلال نہیں ہے مگر اس کی خوشدلی سے۔

لڑکی کہتی ہے کہ تو میرا ہے، اب سوال یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حرکت کا معصیت کبیرہ ہونا ظاہر ہے[۱] جس پر دونوں کو انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار لازم ہے[۲] اور دونوں کے درمیان گہرا پردہ ضروری ہے، تاکہ آئندہ کبھی ایک جگہ نہ ہوسکیں، اگر وہ دونوں اس چیز کے عادی ہوں اور باز نہ آئیں تو ان کی اصلاح کے لئے ترک تعلق کردیا جائے، تاکہ آئندہ دونوں سچی توبہ کرلیں[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ

زنا کی سزا جبکہ امام وقت نہ ہو

سوال:۔ جبکہ امام وقت نہ ہو اس شہر یا قصبہ یا محلّہ کے لوگوں کا زانی زانیہ کے لئے کوئی سزا دینا مثلاً بائیکاٹ یا جرمانہ کردینا صحیح ہوگا یا نہیں؟

---

[۱] والزنا کبیرة الخ الزواجر ص ۹۷۷ ج ۴ الکبیرة الثامنة والخمسون بعد الثلاث مأة : الزنا الخ مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة، شرح فقه اکبر ص ۴۸ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[۲] ومن یعمل سوءً ا اویظلم نفسه ثم یستغفر اللّٰه یجد اللّٰه غفوررحیما. (الایة سورة النساء آیت ۱۱۰) والحاصل ان الواجب علی العاصی فی نفس الامر التوبة بینه وبین اللّٰه والانابة الخ بحر ص ۳ ج ۵ کتاب الحدود مطبوعه کوئٹه.

ترجمہ: جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا، بڑی رحمت والا پاویگا۔ (از بیان القرآن)

[۳] قوله نهیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة تلخیص هو دلیل علیٰ وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح المسلم، ج ۷/ص ۹۸/ (مطبوعه دار ابن کثیر بیروت) کتا ب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته، مرقات ص ۱۶۷ ج ۴ باب ما ینهٰی من التهاجر الخ نووی علی المسلم ص ۳۶۱ ج ۲ کتاب التوبة، با ب حدیث توبة کعب بن مالک الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

الجواب حامداً ومصلیاً

مال کا جرمانہ ناجائز ہے، لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو بائیکاٹ وغیرہ کی سزا دینا درست ہے[۱]
اگر مال کا جرمانہ کیا ہو تو اس کو واپس کردیا جائے۔ کذا فی البحر، ج ۵/ص ۱۴۱/[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲/ربیع الاول ۵۸ھ

ثبوت زنا

سوال:۔ زید نے بکر پر تہمت زنا لگا کر دو گواہ بمعہ اپنے پیش کئے دو گواہوں کی شہادت لیکر بکر پر بکرا یا نقد روپیہ جرمانہ بطور کفارہ لگا کر فیصلہ دیا، التماس ہے کہ تہمت زنا کے ثبوت کے لئے دو گواہ کافی نہیں، یا شرعی طور پر مذکورہ کفارہ ہوسکتا ہے، اگر وہ گواہ کافی نہیں تو گواہوں کے لئے کیا حکم ہے؟ اور جو مال تہمت زنا والے سے لیا گیا، وہ کھانا حلال ہے، یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فیصلہ شریعت کے خلاف ہوا ثبوت زنا کے لئے دو گواہ کافی نہیں، چار عینی گواہ ضروری ہیں، اگر چار عینی گواہ موجود نہ ہوں تو تہمت لگانے والے اور گواہی دینے والوں پر دار الاسلام میں

---

[۳] نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علٰی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص۹۸ ج۷ کتاب الرقاق باب یهجر من ظهرت معصیته، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص۱۶۷ ج۴ باب ما ینهٰی من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص۱۶۳ ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک رضؓ الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وأفادفی البزازیة أن معنیٰ التعزیر بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عندمدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه الیٰ قوله اذلایجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احدبغیر سبب شرعی الخ . البحرالرائق ،ج۵ص ۱۴۱، مطبوعه کوئٹه، کتا ب الحدود فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۵ ج۶ باب التعزیر مطلب فی التعزیر یأخذ المال عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ فصل فی التعزیر مطبوعه کوئٹه.

حاکم اسلام حد قذف جاری کرے گا، اگر شرعی شہادت سے زنا کا ثبوت ہو جائے ،تو حاکم اسلام دارالاسلام میں حدزنا جاری کرے گا "**ویثبت (الزنا) بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحد بلفظ زنا لا مجرد لفظ الوطء والجماع فیسألهم الامام عنه ماهو؟ وکیف هو؟ واین هو؟ ومتی زنی؟ فان بینوه وقالوا رائیناه وطئها فی فرجها کالمیل فی المکحلة وعدلوا سرا وعلاینة حکم به اھ درمختار ، ج۲/ص ۲۱۹/**[۱] **ولو شهدوا بالزنا ولکن هم عمیان او محدودون فی قذف او ثلاثة او احدهم محدود او عبد او وجد احدهم کذلک بعد اقامة الحد حدوا للقذف ان طلبه المقذوف ای دون المشهود علیه لعدم اهلیة الشهادة فیهم اوعدم النصاب فلایثبت الزنا اھ درمختار ، ج۴/ص ۴۴۶/.**[۲]

نیز مال کا جرمانہ شرعاً ناجائز ہے،خواہ وہ مال نقد روپیہ ہو یا بکرا، وغیرہ کوئی جانور ہو جو کچھ بھی لیا ہے،اس کو واپس کرنا ضروری ہے " **والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال** اھ درمختار، ج۲/ص۲۶۵/۔[۳]

ہمارے ملک میں حدود جاری کرنے کی شرائط متحقق نہیں،اس لئے حد زنا یا حد قذف کا جاری کرنا دشوار ہے، پس گواہوں کو ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے زنا کی گواہی دی ، ان کے

---

[۱] درمختار علی الشامی ، ج۴/ص۷/مطبع کراچی،مطبوعہ زکریا ، ج۶/ص۸/اول کتاب الحدود، عالمگیری ص۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقی الابحر ص۲۳۲ تا ۲۳۴ ج۲ کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] درمختارعلی الشامی ، ج۶/ص۵۰/ مطبوعہ زکریا، کراچی ، ج۴/ص ۳۳/کتاب الحدود، باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها، ملتقی الابحر ص۳۵۶ تا ۳۵۷ ج۲ کتاب الحدود، باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۱۵۳ ج۲، الباب الخامس فی الشهادة علی الزنا والرجوع عنها، طبع کوئٹہ.

[۳] شامی زکریا، ج۶ ص۱۰۶ مطبوعہ کراچی ، ج۴ص۶۲ ، کتاب الحدود، باب التعزیر ،مطلب فی التعزیر، بأخذ المال، بحر ص۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ.

سامنے توبہ کریں، اور معافی چاہیں، اسی طرح تہمت لگانے والے کے ذمہ بھی واجب ہے، توبہ کرے اور معاف کرائے، اور فیصلہ کرنے والے کے ذمہ لازم ہے، کہ جو کچھ جرمانہ لیا ہے، اس کو واپس کرے، اور یہ سب لوگ آئندہ کو ایسی گواہی تہمت اور فیصلہ سے پختہ عہد کریں، اور جو شخص اس توبہ کیلئے تیار نہ ہوں اس کو مناسب سزا دیجائے، مثلاً ترک تعلق کر دیا جائے، تاکہ وہ تنگ آ کر توبہ کرے[1] اور جس پر تہمت لگائی گئی ہے، اس کو بھی چاہئے کہ اپنے طرز عمل کو بدل دے، یعنی کسی سے اس قسم کا تعلق اور معاملہ نہ رکھے، جس سے دوسروں کو بدگمانی تہمت کا موقع ملے، اگر واقعۃً اس سے یہ فعل صادر ہوا ہے، تو خدا تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۱/۵۹ھ

زنا کی سزا

سوال:۔ زنا کا کفارہ کیا ہونا چاہیئے؟ لڑکی اور لڑکے کو الگ الگ کرنا ہوگا، یا صرف لڑکے کو؟

---

[1] نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة هو دليل علىٰ وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته الخ المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم ص ۹۸ ج۷ باب يهجر من ظهرت معصته الخ مطبوعه دار ابن كثير بيروت، مرقات ص ۱۶۷ ج۴ باب ما ينهى من التهاجر الخ، مطبوعه بمبئى، نووى على المسلم ص ۳۶۱ ج۲ كتاب التوبة، حديث توبة كعب بن مالک الخ مطبوعه رشيديه دهلى.

[2] ومن يعمل سوءً او يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيما الاية سورة النساء آيت ۱۱۰، والحاصل ان الواجب على العاصى فى نفس الامر التوبة فيما بينه وبين الله والإنابة بحر ص ۳ ج۵ اول كتاب الحدود، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کی سزا بہت سخت ہے، وہ یہ ہے کہ شادی شدہ سے اگر حرکت ہوجائے، تو سنگسار کردیا جائے، یعنی پتھروں سے مار مار کر بالکل ختم کردیا جائے، غیر شادی شدہ اگر زنا کرے تو سو کوڑے مارے جائیں[1] لیکن یہ سزا دینے کا ہر ایک کو اختیار نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے جو شرائط ہیں ان میں سے یہ بھی شرط ہے کہ بادشاہ مسلمان ہو، اس کے حکم سے شرعی ثبوت کے بعد یہ سزا دی جاسکتی ہے، اس لئے یہاں اب یہ سزا نہیں دی جاسکتی[2] مال کفارہ اس کی سزا نہیں، لہٰذا مال کفارہ لازم نہیں ہوگا[3] اب توبہ و استغفار کریں، اور آئندہ پورا عہد کرلیں کہ کبھی ایسا کام نہیں کریں گے[4] روزے رکھیں، صدقہ دیں، از خود اپنے نفس کی اصلاح کیلئے لازمی حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

زنا کے معاف کرانے کا طریقہ

سوال: ۔کلو نے ملو کی بیوی سے زنا کیا، ملو کو کچھ خبر نہیں، مگر کلو اس کو خبر کرنا چاہتا ہے، اور اس سے معافی کا طالب بھی ہے، اب عورت بھی توبہ کرتی ہے، تو اب کلو کس طرح ملو سے معاف کرائے یا کس طرح ملو کا حق ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معافی مانگ لے کہ میں نے جو تمہارے حقوق لئے یا ضائع کئے خواہ تم کو اس

---

[1] ویرجم محصن فی فضاء حتی یموت الی أن قال وغیرہ المحصن یجلد مائة الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۶/ص ۱۳-۱۷/کتاب الحدود.

[2] راجع حاشیه (۲) تحت عنوان ''زنا کی سزا'' نمبر۲۷۔

[3] راجع حاشیه (۱) تحت عنوان ''زنا کی سزا جبکہ امام وقت نہ ہو''۔

کا علم ہو یا نہ ہو، اللہ کے واسطے معاف کردو، شوہر معاف کردے، بس انشاء اللہ کافی ہے، اللہ پاک سے مستقل معافی مانگے اور سچے دل سے نادم ہو کر پختہ توبہ کرے اور آئندہ اس سے بالکل تعلق نہ رکھے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۳؍۴؍۸۶ھ

زانی کی سزا اور زنا کیا حقوق العباد سے ہے؟

سوال:۔ (۱) مریم کی لڑکی صابرہ کا عقد نکاح عبداللہ کے ساتھ ہوا صابرہ کے بطن سے عبداللہ کے دو بچے، ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے، صابرہ کی عمر ۳۵؍سال اور عبداللہ کی عمر ۴۳؍سال ہے، زید کی پہلی بیوی مریم کے انتقال کے بعد زید نے دوسری شادی عائشہؓ سے کی، اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کا نام خالدہ ہے، خالدہ کا نکاح عمر سے ۱۹۵۶ء میں ہوا، خالدہ بعد بلوغیت کے عمر نابالغ کے گھر آئی، عمر اور خالدہ سے شب باشی نہیں ہوئی، دوسرے دن دوپہر کو عمر موقعہ پاکر خالدہ کی چارپائی پر بیٹھا صرف گفتگو ہوئی، شرم کی وجہ سے ہمبستری نہیں ہوئی، خالدہ سے بچپن سے جوانی تک کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، اس کے بعد خالدہ اپنے میکہ واپس آگئی، خالدہ کے والد انتقال کر گئے، اپریل ۱۹۵۸ء میں خالدہ اپنی سسرال دوبارہ گئی، عمر اس وقت بالغ ہو چکا تھا، اپنی بیوی خالدہ سے ہمبستر بھی ہوا، خالدہ اس وقت تک پاکدامن رہی، پھر خالدہ اپنے میکہ واپس آئی، پھر ماہ نومبر ۱۹۵۸ء میں خالدہ اپنی سسرال آئی اور فروری ۱۹۵۹ء میں میکہ واپس آئی، پھر خالدہ اپریل کے شروع میں سسرال آئی، جولائی ۱۹۵۹ء تک ساتھ رہی اس وقت تک خالدہ سے کوئی حرکت سرزد نہیں ہوئی، پھر ۱۹۵۹ء ماہِ اکتوبر میں اپنے خاوند عمر کے گھر گئی، اس سفر میں

---

[۱] وقيد قبول التوبة عن الزنا بما اذا لم يكن للمزنى بها زوج فان كان فلابد من اعلامه لكونه حق عبد ولابد من ابرائه قال السيد فى شرحه وليس المراد اعلامه مخصوص قول انى فعلت بزوجتك كذا بل ان يذكر له كلاما اخر توطئة لان يجعله فى حل الخ طحطاوى على المراقى ص ۵۴۷؍ (مطبوعه مصرى) كتاب الصوم، باب مايفسد به الصوم وتجب به الكفارة.

خالدہ نے عبداللہ کی شکایت عمر کی ماں سے کی کہ اب میں اپنے میکہ کبھی نہیں جاؤنگی، اور نہ آج تک گئی عمر کو اپنی بیوی کی لغزش کا پتہ امسال ۱۹۷۵ء میں ہوا، خالدہ اپنی ماں عائشہ کے پاس سوئی تھی، رات کو قضائے حاجت کے لئے گئی، تو دیکھا عبداللہ اس کا بہنوئی چارپائی پر سو رہا ہے، عبداللہ کی چارپائی سے ۱۸/ قدم کی دوری پر اپنی حاجت پوری کی بعد حاجت پوری کرنے کے جب خالدہ واپس ہوئی تو دیکھا عبداللہ اس کے پیچھے آرہا ہے، اور خالدہ کو پکڑ کر دالان میں زمین پر پٹک کر اسے مجبور ولاچار کردیا، جب وہاں سے موقع ملا غصہ ہوکر خالدہ بھاگی،

خالدہ یہ بیان دے رہی ہے، ایسی شکل میں شریعت عبداللہ کو کیا سزا دیتی ہے، اور خالدہ کو کیا سزا دیتی ہے؟ خالدہ بری ہے یا نہیں؟

(۲) عبداللہ وخالدہ کا اپنا اپنا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟

(۳) زنا حقوق اللہ ہے یا حقوق العباد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زنا کی شرعی سزا دینے کے لئے نہ یہاں شرائط موجود ہیں، .... نہ اتنا بیان کافی ہے[1]، اگر واقعہ اسی طرح ہے تو عبداللہ کی یہ حرکت نہایت کمینی اور خلاف شرع حرکت ہوئی، اس کو توبہ کرنا ضروری ہے، خالدہ سے بھی معافی مانگے اور اس کے شوہر سے بھی، اور ہمیشہ کے لئے ان دونوں میں پردہ کرایا جائے، کبھی ایک جگہ دونوں تنہائی میں جمع نہ ہونے پائیں، نہ ایک دوسرے کے سامنے آئیں[2]، خالدہ کا قصور بھی ہے کہ اس نے عبداللہ سے پردہ نہیں

[1] ویثبت بشهادة اربعة رجالٍ فی مجلس واحد بلفظ الزنالیٰ قوله ویثبت ایضاً باقراره صریحا صاحیاً ولم یکذبه الاٰخر الخ .درمختار مع الشامی زکریا، ص۸تا۱۰ ج۶، کتاب الحدود،مطلب احکام الزنا، النهر الفائق ص ۱۲۶ ج۳ کتاب الحدود، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، مطبوعه کوئٹه.

[2] الخلوة بالأجنبیة حرام، الأشباه والنظائر ص ۱۵۹ الفن الثانی، کتاب الحظر والإباحة، طبع اشاعت الإسلام دهلی، قال فی احکام القرآن، الخامس : وجوب الحجاب علی النساء فلا یظهرن للرجال وتقضی الحوائج من وراء الحجاب، احکام القرآن للتهانوی ص ۴۰۱ ج۳ تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب، یجب الحجاب علی النساء، طبع ادارة القرآن کراچی.

کیا، جس کی وجہ سے یہاں تک نوبت آئی، اور عبداللہ سے بچنے کے لئے اگر کوشش وتدبیر میں کمی کی، مثلاً اپنی ماں کو فوراً آواز نہیں دی، جو کہ قریب ہی تھی، تو یہ بھی اس کا قصور ہے۔

(۲) اس سب حرکت کے باوجود خالدہ کا نکاح اپنے شوہر سے اور عبداللہ کا نکاح اپنی بیوی سے فسخ نہیں ہوا، بلکہ بدستور باقی ہے۔

(۳) جس عورت کی عزت کو خراب کیا جائے، جس کی وجہ سے اس کے شوہر کی بھی عزت خراب ہوئی، ان دونوں سے معافی مانگنا ضروری ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۱۰/۱۹ھ

زانی بالجبر کو زہر سے مارا جائے؟

سوال:۔ زید دوسروں کی بہو بیٹیوں کی عزت زبردستی لوٹ رہا ہے، عورتوں کو بے موقع پکڑ لیتا ہے، زنا بالجبر کی کوشش کرتا ہے، لوگ پریشان ہیں کیا ایسے شخص کو زہر دینا یا جان سے مارنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی کمینہ حرکات کو روکنے کی اخلاقی وقانونی تدبیر کی جائیں زہر دیکر نہ مارا جائے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وقيد قبول التوبة عن الزنا بمااذالم يكن للمزنى بها زوج فان كان فلابد من اعلانه لكونه حق عبد فلا بد من ابرائه عنه الخ طحاوى على المراقى، ص۵۴۷/ (مطبوعه مصرى) كتاب الصوم باب مايفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء.

[۲] من رایٰ منكم منكرافليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه، مشكوٰة شريف، ص۴۳۶/ باب الامر بالمعروف، طبع ياسر نديم، وينبغى للآمر والناهى ان يرفق ليكون اقرب الیٰ تحصيل المطلوب مرقاة، ج۵ص۵، باب الأمر بالمعروف الخ مطبوعه بمبئى، عالمگيرى ص۳۵۳ ج۵ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زنا بالجبر کو منع نہ کرنے کی صورت میں کون لوگ گنہگار ہیں

سوال:۔ عبدالمتین اپنے سالے کی بیوی کو بھگا کر اپنے گھر لے گیا ،مگر ان کے خسر یا سالے وغیرہ کوئی اعتراض نہیں کرتے ، برابر اس کی خاطر تواضع داماد جیسی ہی کیا کرتے ہیں ،عبدالمتین کے خسر کے گھر والے بھی کھاتے پیتے ہیں،لہٰذا اس زنا بالجبر کے کتنے لوگ گنہگار ہیں صاف تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کرنے کا گنہگار تو زانی ہی ہے[1]،اگر اس کی کسی نے اس میں مدد کی ہے تو مدد کا گنہگار وہ بھی ہے، جو شخص اس کے فعل سے خوش ہے خوش ہونے کا گنہگار وہ بھی ہے[2] جو شخص اس سے روک سکتا ہے،مگر روکتا نہیں ہے،تو نہ روکنے کا گنہگار وہ بھی ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۸/۱۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) كتاب الكراهية الباب السابع عشر الخ مطبوعه كوئٹه، (٢) عن عبد الله بن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرىءٍ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا باحدى ثلث النفس بالنفس والثيب الزانى والمارق لدينه التارك للجماعة، مشكوٰة شريف ص ٢٩٩ كتاب القصاص الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:. جو شخص تم میں سے کسی منکر کو دیکھے تو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اتنی قدرت نہیں ہے تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اتنی بھی استطاعت نہیں ہے تو اپنے دل میں اس کو برا جانے۔

(صفحہ ہذا) [1] ولاتزر وازرة وزر اخرى.الاية سورة فاطر آيت ١٨/

ترجمہ:. اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا۔

[2] ولاتعاونوا على الاثم والعدوان .الاية ،سوره مائدة ،آيت ٢/

ترجمہ:۔اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

[3] عن ابى سعيد الخدرى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من راىٰ منكم منكر فليغيره بيده وان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه بان لايرضىٰ به (**بقيه اگلے صفحه پر**)

زانیہ لڑکی، لڑکے سے برتاؤ کیسا ہو؟

سوال:۔ ہمارے گاؤں کی لڑکی جس کی عمر پندرہ یا سولہ سال ہے ابھی سماج کے موافق شادی نہیں ہوئی ہے، ادھر ایک بچہ پیدا ہو گیا، جس کو چار ماہ ہو گئے ہیں، گاؤں کے لوگوں نے اس سے سوال کیا تو جواب میں ایک شخص معین کا نام بتلایا اور وہ معین شخص انکار کر رہا ہے، اب اس لڑکی کے ساتھ اور اس کے بچہ کے ساتھ سماج میں چلنا پھرنا کیسا ہے، اور وہ شخص معین جس کے زنا سے یہ بچہ پیدا ہوا اس کے ساتھ سماج میں چلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بچہ بے قصور ہے، اس کو ترک تعلق کی سزا نہیں دی جاسکتی[1]، البتہ اس کی ماں قصوروار ہے، اگر وہ سچے دل سے اپنی خطا کا اقرار کر کے توبہ کرے اور اپنے حالات درست کر لے تو حق تعالیٰ سے بھی توبہ قبول کرنے کی پوری توقع ہے[2]، ایسی حالت میں اس کا جلد از جلد کسی مناسب جگہ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) وذلک اضعف الایمان قال القاری تحت هذا الحدیث : فمن غیر المراتب مع القدرة، کان عاصیا الخ مرقاة شرح مشکوٰة ، ج۵/ص ۲/باب الامر بالمعروف، مطبوعه بمبئی.

ترجمہ:. حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے بدلے اور اگر طاقت نہ رکھے تو پھر اپنی زبان سے اس برائی پر نکیر کرے، اور اس کی طاقت نہ رکھے، تو پھر دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔

(صفحہ ہذا) [1] هذا الحمل (ای ماهو الزنا) محترم لا جنایة منه ولهذا لم یجز اسقاطه هدایه، ج ۲/ص ۲ ۱ ۳/ کتاب النکاح ،فصل فی بیان المحرمات، مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر الرائق ص ۱۰٦ ج ۳ کتاب النکاح فصل فی المحرمات، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۹۸ ج ۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللّٰه علیه، متفق علیه مشکوٰة شریف، ص ۲۰۳/ باب الاستغفار والتوبة".

ترجمہ:. رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

اس کی مرضی سے نکاح کرادیا جائے، اور کوئی سزا اس کو نہ دی جائے، اگر توبہ پر آمادہ نہ ہو اور ترک تعلقات سے اس کی اصلاح کی امید ہو تو اس سے ملنا بولنا ترک کردیا جائے تا کہ وہ تنگ آکر توبہ کرے "**فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیاۃ الدنیا**" **الایۃ**[1] جس شخص کا وہ نام لیتی ہے کہ اس سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے، تو اس شخص کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا، نہ اس کو سزا دی جاسکتی ہے، نہ اس کو زانی کہنا درست ہے[2]، البتہ اگر اس شخص کا اس عورت سے تعلق ہو تو وہ تعلق ختم کرادیا جائے، یا پھر اسی سے نکاح کرادیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۹/۳/۷ھ

جبراً زنا کی وجہ سے حد

سوال:۔زید کے گھر میں فوج کے لباس میں دو مرد داخل ہوئے، اس سے زید سمجھا کہ فوج آگئی، اور گھر چھوڑ کر بھاگ گیا، ان دونوں شخصوں نے اس کی عورت کے ساتھ زنا کیا، تو ایسی

---

[1] سورۂ نجم آیت ۲۹، نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة وهو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخيص المسلم ص ۹۸ ج۷ باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار ابن كثير بيروت، مرقات ص ۱۷۶ ج۴ باب ما ينهى عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئى.

ترجمۂ آیت شریفہ:۔تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی مقصود نہ ہو۔ (بیان القرآن)

[2] ويثبت بشهادة اربعة فى مجلس واحد بلفظ الزنا الىٰ قوله ويثبت باقراره صريحا صاحيا ولم يكذبه الآخر قوله ولم يكذبه (الآخر) وان اقرت بالزناء بفلان فكذبها فلاحدعليها ايضا عنده(الدرالمختار مع الشامى كراچى، ج۴/ص۷-۸-۹/ اول كتاب الحدود، النهر الفائق ص ۱۲۶ ج۳ كتاب الحدود، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ص ۱۴۳ ج۲ كتاب الحدود الباب الثانى فى الزنا، مطبوعه كوئٹه.

صورت میں عورت پر کوئی حد آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت کی طرف سے اس عورت پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی، اس واسطے کہ وہ عورت مکرہ تھی، اور مکرَہ پر حد نہیں آتی، کذافی الهدایه، ج ۲/ص ۳۳۵[1] وفتح القدیر، ص ۲۰۶[2]

بخلاف المرأة فانها محل الفعل ومع الخوف يتحقق التمكين منها فلايكون التمكين دليل الطواعية انتهىٰ۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۰/۸۸ھ

زانی کا زنا کی حد کو طلب کرنا اور اگر حد نہ لگائی گئی تو خودکشی

سوال:۔ زید نے چند لڑکوں اور چند لڑکیوں کے ساتھ زنا کیا زید کہتا ہے کہ مجھ کو حد لگادو تاکہ میرا گناہ معاف ہوجائے، اور کہتا ہے کہ اگر مجھ کو حد نہیں لگائی گئی تو میں زہر یا خودکشی سے مرجاؤں گا، اور میں زہر یا خودکشی کرنا حد کے درجہ سمجھوں گا، کیا زہر کھانا خودکشی کرلینا حد کے درجہ میں درست ہے، اگر حد لگاتے ہیں تو کہاں لگاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کی حد شرعی کے لئے جو شرائط ہیں وہ اس وقت یہاں موجود نہیں، اس لئے حد لگانے کا کسی کو حق نہیں[3] خودکشی کرنا بھی حرام ہے[4] زید پر لازم ہے کہ سچی توبہ کرے، نادم ہو خدا کے

---

[1] هدایه مع هامشه، ج۳/ص ۳۵۱/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب الاکراه.

[2] فتح القدیر، ج۹/ص ۲۴۹/(مطبوعه دارالفکر) کتاب الاکراه، عنایة علی فتح القدیر ص ۲۴۹ ج۲ کتاب الإکراه، مطبوعه دار الفکر بیروت. **(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)**

سامنے روئے اورزندگی بھر ان خبیث حرکتوں کے پاس نہ جائے ،حق تعالیٰ کی مغفرت سے مایوس نہ ہوکہ وہ اس کے گناہوں سے بہت زیادہ ہے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے ''انی لغفار لمن تاب[۱]'' الایۃاور''اِنَّ اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء ''[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زنا کا ثبوت اور تہمت لگانے والے کی سزا

سوال:۔ ہمارے ایک بزرگ کے پاس جمال الدین کی ہمشیرہ آئی اوراس بزرگ سے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۱] فیشترط الإمام لاستیفاء الحدود الخ شامی کراچی ص ۵۴۹ ج ۲ کتاب الجنابات، مبحث شریف، عالمگیری ص ۱۴۳ ج ۲ کتاب الحدود، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ، النھر الفائق ص ۱۲۴ ج ۳ کتاب الحدود، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، فی دار الاسلام لأنہ لا حد بالزنا فی دار الحرب الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۲ ج ۲ کتاب الحدود، النھر الفائق ص ۱۲۶ ج ۳ کتاب الحدود، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بحر ص ۱۷ باب الوطی الذی یوجب الحد، الخ مطبوعہ کوئٹہ.

[۲] عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تردی من جبل فقتل نفسہ فھو فی نار جھنم یتردیٰ فیھا خالداً مخلداً فیھا ابداً، ومن تحسی سمًّا فقتل نفسہ فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جھم خالداً مخلد فیھا ابدا ومن قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہ یتوجأ بھا فی بطنہ فی نار جھم خالداً مخلداً فیھا ابداً الخ مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۹ کتاب القصاص الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [۱] سورۂ طٰہٰ آیت ۸۲، ترجمہ:۔ میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو (کفر و معصیت سے توبہ کرلیں (بیان القرآن)

[۲] سورہ نساء آیت ۴۸، ترجمہ:. بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے، کہ ان کے کسی کو شریک قرار دیا جاوے، اوراس کے سوااور جتنے گناہ ہیں، جس کے لئے منظور ہوگا، وہ گناہ بخش دیں گے۔(ترجمہ تھانویؒ)

عرض کیا مجھے تکلیف ہے، جھاڑ پھونک کے لئے کہا وہ صاحب گاہ گاہ دم وغیرہ کیا کرتے ہیں، آج دس ماہ بعد جمال الدین نے ایک عجیب بہتان گڑھ لیا کہ بزرگ صاحب نے میری بہن کو پھونک وغیرہ مارنے کے بعد گالیاں دی تھیں، (مراد زنا کاری) بہن سے بھی یہی بیان دلوائے ہیں، حالانکہ برادری کے ذمہ داروں نے تحقیق کی بزرگ حلفاً کہتے ہیں کہ میں نے ایسی غلطی نہیں کی ہے، اور میں ان باتوں سے اپنے رب سے پناہ مانگتا ہوں، اور توبہ کرتا ہوں، مگر جمال صاحب نے برسر عام کہہ دیا کہ بزرگ موصوف کا حلف معتبر نہیں، اور شرعی لحاظ سے موصوف کو سنگسار کرنا برادری کا فرض ہے، اس کے بارے میں شرعی فیصلہ تحریر فرمائیں؟۔

الجواب حامداً ومصلياً

زنا کا ثبوت امام المسلمین کے سامنے چار مرتبہ اقرار یا چار چشم دید عادل شاہدوں کی شہادت سے ہوتا ہے، اور وہ مقام دارالاسلام ہو تب زنا کی سزا رجم یا سو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے[1]، ورنہ جو شخص کسی کو زانی کہے وہ سخت مجرم قرار پاتا ہے، اور امام المسلمین اس کو اسّی کوڑوں کی سزا دیتا ہے، اور پھر ہمیشہ کے لئے ایسا شخص مردود الشہادت قرار پاتا ہے، کہ کسی معاملہ میں کبھی اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، سورہ نور میں ہے "**والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوباربعة شهداء فاجلد وهم ثمانين جلدة ولاتقبلوا لهم شهادة ابدا**"[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۶/ ۹۶ھ

---

[1] ویثبت ای الزنا عند القاضی بشهادة اربعة رجال بلفظ الزنا فان بینوه وقالوا رأیناه وطئها فی فرجها کالمیل، فی المکحلة، ویرجم محصن، وغیر المحصن یجلد مائة الخ در مختار مع الشامی زکریا مختصراً ص ۸ تا ۱۷ ج ۶ کتاب الحدود، بحر ص ۴ ج ۵ کتاب الحدود، مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص ۳۳۲ ج ۲ کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] سورة النور آیت ۴/ اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی درے لگاؤ۔ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو۔ (بیان القرآن)

شراب کے نشہ میں زنا کا حکم

سوال:۔ اگر شراب پی کر نشہ کی حالت میں زید نے بے خبر ہوکر زنا کرلیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے، جبکہ لڑکی ہوش میں ہے، اور بیدار بھی ہے، تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شخص دوہری سزا کا مستحق ہے، شراب کی الگ[1]، زنا کی الگ[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰؍۱؍۹۴ھ

کفارۂ زنا

سوال:۔ رحمت ایک غیر شادی شدہ لڑکی تھی، جب وہ سن بلوغ کو پہنچی، ابھی اس کا شوہر بالغ نہیں ہوا تھا، کہ اس کا خالہ کے لڑکے بکر کے ساتھ محبت کا تعلق استوار ہوگیا، اور ناجائز طور پر ایک دوسرے کا اختلاط ہونے لگا، جب سرپرستوں کو اس کا علم ہوا، اور اس لڑکی کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے بکر سے ملنا جلنا ترک کردیا، اس مذکورہ واقعہ کے دوران جبکہ خلط ملط ہوتے تو باہمی جنسی پیاس بھی بجھتی رہی، اب وہ لڑکا بھی شادی کے لئے آمادہ نہیں ہے، اب سوال

---

[1] شراب کی حد اسّی کوڑے ہیں ”وحدالسکر والخمر ولوشرب ثمانون سوطاً (عالمگیری، ج۲/ص ۱۶۰/) الباب السادس فی حدالشرب، بحر ص۲۸ ج۵ کتاب الحدود باب حد الشرب، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] اگر زانی محصن ہے تو اس کی سزا سنگساری ہے اور اگر غیر محصن ہے تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں ”اذا وجب الحد وکان الزانی محصناً رجمہ بالحجارۃ حتی یموت الی قولہ وان کان غیر محصن فحدہ مأۃ جلدۃ (عالمگیری، ج۲/ص ۱۴۵-۱۴۶) الباب الثالث فی کیفیۃ الحد واقامتہ، کتاب الحدود، بحر ص۸-۹ ج۵ کتاب الحدود، مطبوعہ کوئٹہ، در مختار علی الشامی زکریا ص۱۳-۱۷ ج۶ کتاب الحدود، مجمع الأنہر ص ۳۶۱ ج۲ باب حد الشرب، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

یہ ہے کہ سنگسار کرنا یا دوسال کے لئے شہر بدر کرنا ممکن نہیں ہے، تو کفارہ اس گناہ کا کیا ہے؟ کیا فقیروں کو کھانا کھلا پلادیں، یا روزہ رکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنسی ناجائز تعلق کی سزا بہت سخت ہے،[1] اور شرائط بھی سخت ہیں، مگر وہ شرائط آج کے دور میں یہاں موجود نہیں، اس لئے وہ سزا نہیں دی جاسکتی،[2] روزہ یا کھانا کھلانا اس کی سزا نہیں، اب تو بس یہی ہے، کہ خدا کے سامنے روکر انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کریں،[3] تطہیر نفس کے لئے روزہ رکھیں تو یہ بھی مفید ہے، مگر یہ شرط شرعی حکم نہیں، جس قدر روزے رکھیں زیادہ فائدہ ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۹۲ھ

زنا کی معافی کی صورت

سوال: ۔اگر کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے، اور کونسا ایسا کام کرے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سچے دل سے توبہ کرے خداوند تعالیٰ کے سامنے روئے، معافی مانگے، آئندہ کو بچنے کا پختہ

---

[1] الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة، سورۂ نور آیت ۲.

[2] راجع حاشیه (۲) تحت عنوان ''زنا کی سزا'' عنوان نمبر (۲)۔

[3] ومن یعمل سوأً اویظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفوراً رحیماً. سورة نساء آیت ۱۱۰، والحاصل ان الواجب علی العاصی فی نفس الأمر التوبة فیما بینه وبین الله والإنابة الخ بحر ص ۳ ج ۵ کتاب الحدود، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

ترجمہ: . اور جو شخص برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے، پھر اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا۔ (از بیان القرآن)

عہد کرے، انشاء اللہ تعالیٰ توبہ قبول ہوگی، " ومن يعمل سوء اويظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفورا رحيما الاية " [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف ۲۹/ج ۱/۵۸ھ

زنا کس کا حق ہے؟

سوال:۔ زنا حق اللہ ہے یا حق العبد ہے؟ اگر حق اللہ ہو تو اس صورت میں کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا، تو کیا اس صورت میں اللہ سے معافی مانگنے کے بعد اس عورت سے معافی مانگنا پڑے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جبراً بغیر عورت کے رضا مندی کے زنا کیا ہے تو اس عورت سے بھی معافی طلب کرے، اگر وہ شوہر والی ہے تو شوہر سے بھی معافی مانگے، گو صاف لفظوں میں نہ ہو، گول مول مجہول طریقے پر ہو [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۲ھ

---

[۱] سورۂ نسا آیت ۱۱۰/. (ترجمہ اوپر گذر چکا)

[۲] وقيد قبول التوبة عن الزنا فى بحر الكلام بما اذا لم يكن للمزنى بها زوج فان كان فلابد من اعلامه لكونه حق عبد ولابد من ابرائه عنه قال السيد فى شرحه، وليس المراد اعلامه بخصوص قول انى فعلت بزوجتك كذا بل ان يذكر كلاماً اخر توطئة لان يجعله فى حل الخ طحطاوى على المراقى الفلاح ،ص ۵۴۷/ (مطبع مصرى) كتاب الصوم باب مايفسد به الصوم وتجب به الكفارة الخ .

زنا کس ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے؟

سوال:۔ (۱) انہیں دونوں مسئلوں کے تحت ضمیر مذکور کو امام بنانا مکروہ ہے یا نہیں؟ عیدین کی نماز اذان، تکبیر، جنازہ کی نماز سب مکروہ ہے یا نہیں؟

(۲) کونسا ثبوت ہونے سے زنا کاروں کے پیچھے نماز درست نہیں ہے؟

(۳) خواہ کسی قسم کا معاملہ ہو، معاملہ بغیر ثبوت کے ہو تو کیا شریعت کے اعتبار سے مدعیٰ علیہ کو قسم کھلا کر، ہاتھوں میں قرآن دیکر معاملہ کی تحقیق کی جائے، یا مدعا علیہ قسم یا ہاتھ میں قرآن لینے سے انکار کرے اور کہے کہ اگر میں قصوروار ہوں تو دلیل پیش کریں، مجرم ہونگا، اور دوسروں کے کہنے سے قسم نہیں کھاؤنگا، تو کیا قسم نہ کھانے سے مدعا علیہ کو مجرم گردانا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) محض کسی عورت کے کہنے سے ضمیر کو زانی اور مجرم کہنا درست نہیں[۱] اس کی اذان، امامت، نماز جنازہ وغیرہ سب درست ہے۔

(۲) زنا کے گواہ موجود ہوں یا وہ خود اقرارِ زنا کرے تب اس کی امامت مکروہ ہوگی[۲] جب تک سچی توبہ نہ کرلے۔

---

[۱] اس لئے کہ زنا کے ثبوت کے لئے چار مردوں کی گواہی شرط ہے، ''ویثبت ای الزنابشھادۃ اربعۃ رجال لانہ لامدخل لشھادۃ النساء فی الحدود ''الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۶ص ۸، النھر الفائق ص۱۲۶ ج۳ کتاب الحدود، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، مجمع الأنھر ص۳۳۳ ج۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[۲] ویکرہ امامۃ عبدواعرابی وفاسق ولعل المرادبہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۲/ص ۲۹۸/کتاب الصلوٰۃ ،باب الامامۃ، قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام، حلبی کبیری ص۴۷۹ فصل فی الإمامۃ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، النھر الفائق ص۲۴۲ ج۱، باب لإمامۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

(۳) اگر معاملہ قاضی کے پاس عدالت میں یا شرعی پنچایت میں فیصلہ کے لئے جائے ،تب مدعی ثبوت پیش کرے، اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی، ہر شخص کو قسم لینے کا حق نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۲ھ

بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کا حکم

سوال:۔ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو کسی مسلم یا غیر مسلم سے زنا کراتے دیکھا تو غصہ میں آ کر اپنی زوجہ وزانی کو قتل کر دیا، تو اس قاتل پر شریعت میں کیا حکم ہے؟ جبکہ شرع میں حاکم وقت کو فیصلہ دینے کا حق ہوتا ہے، اور ہمارے ملک میں ظاہر ہے کہ شرع کے مطابق فیصلہ نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں تفصیل ہے جو کہ فتاویٰ عالمگیری، ج ۲/ص ۲۳۶/[۲] میں مذکور ہے، "سئل الهند وانی عن رجل وجد مع امرأته رجلاً ایحل لهٗ قتله قال ان کان یعلم انهٗ ینزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بمادون السلاح لایحل وان علم انهٗ لاینزجرالا بالقتل

[۱] لان التحلیف حق القاضی الخ مجمع الانهر، ج۳/ص ۳۴۸/ مطبع دارالکتب العلمیة بیروت، کتاب الدعویٰ، در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۵ ج۸، کتاب الدعویٰ، بحر ص ۲۰۳ ج۷ کتاب الدعویٰ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] عالمگیری، ج ۲/ص ۱۶۷/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الحدود، الباب السابع، فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۷ ج۶، باب التعزیر، مطلب یکون التعزیر بالقتل، النهر الفائق ص۱۶۵ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۳۷۲ج۲ فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

حل له القتل وان طاوعته المرأة حل لهٗ قتلها ایضاً کذافی النهایة۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۹۳ھ

زوجہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کرنا

سوال:۔اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور غصہ میں آکر زانی مرد وزوجہ کو قتل کردیا، تو اس صورت میں دیت لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسلام کا قانون نافذ ہوتو ایسی حالت میں دیت لازم نہ ہوگی، "**ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امرأةٍ الیٰ قوله ولو کان مع امرأته ویزنی بها اومع محرمه وهما مطاوعان قتلهما جمیعاً**" **درالمختار ج۳[1] ص ۱۷۹** ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹۳ھ

اولادالزنا کا کیا قصور ہے؟

سوال:۔کسی مرد وعورت کے ناجائز تعلقات سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ برادری میں حرامی کہی جاتی ہے، اور برادری سے خارج کردی جاتی ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ قصور والدین کا ہے، لڑکے پر دھبہ کیوں قیامت تک آخر کار لگا رہتا ہے؟

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا، ج۶ ص ۱۰۷/ کتاب الحدود، باب التعزیر. بحر ص ۴۱ ج۵ فصل فی التعزیر ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۳۷۲ ج۲ کتاب الحدود فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی اولاد کا قصور نہیں[1]، جو کچھ سزا ہے وہ ناجائز حرکت کرنے والوں کے لئے ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۸/۸ھ

طلاق کے بعد عورت کو رکھنے کی سزا

سوال:۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے اور عدت گذارنے کے بعد بلا نکاح اپنے یہاں رکھے اور عورت رہے تو شرع شریف میں ایسے مرد وعورت کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حکومت اسلامیہ ہو اور قواعد شرعیہ کے موافق ان دونوں کا جماع کرنا ثابت ہوجائے، تو چونکہ یہ زنا ہے، اس لئے حد زنا (رجم یا جلد) جاری کی جائے[2]۔ اگر جماع کرنا ثابت نہ ہو تو ان پر تعزیر ہوگی[3]۔ اور حکومت اسلامیہ نہ ہونے کی صورت میں ان سے عام مسلمین کو قطع تعلق کردینا چاہئے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلیں[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] وهٰذا الحمل محترم لأنه لا جناية منه ولهذا لم يجز اسقاطع، بحر كوئٹه ص ۱۰۶ كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، هداية ص ۳۱۲ ج۲ كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، مطبوعه تهانوى ديوبند، شامى زكريا ص ۱۲ ج۶ اول كتاب الحدود.

[2] فان كان محصنا رجمه فى فضاء حتى يموت الىٰ قوله ولو غير محصن جلده مائة الخ البحر الرائق ، ج ۵/ص ۸-۷، اول كتاب الحدود، مطبوعه الماجديه كوئٹه ، شامى زكريا ص ۱۳-۱۷ ج۶ كتاب الحدود، ملتقى الابحر ص ۳۳۶/۳۳۸ ج۲ كتاب الحدود، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] كل من ارتكب منكرا وجب عليه التعزير .البحر الرائق ،ج۵/ص ۴۳/(مطبع الماجديه كوئٹه) كتاب الحدود فصل فى التعزير، در مختار على الشامى زكريا ص ۱۱۳ ج۶ باب التعزير.

[4] هو دليل علىٰ وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الاان يقلع (بقیہ اگلے پر)

جو شخص لڑکی سے زنا پر اصرار کرے اسکی ہلاکت کی تدبیر کا حکم

سوال:۔ زید اپنی حقیقی لڑکی سے زنا بالجبر کرنا چاہتا ہے، اور اس کی لڑکی اور اس کی بیوی دونوں اس بات کے لئے قطعاً آمادہ نہیں ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی اور لڑکی کو ہر وقت مارتا پیٹتا ہے، اب زید کی بیوی چونکہ اپنے بداطوار شوہر سے بالکل تنگ آ چکی ہے، جس کی وجہ سے وہ چاہتی ہے کہ یہ کسی طرح مر جائے، تاکہ اس قسم کی بدنامی اور گناہ کبیرہ سے نجات مل جائے، تو اس شوہر کو قتل کرنے کے لئے کیا اس کی بیوی کے لئے یہ جائز ہے، کہ اس کی ہلاکت کی یا اپنے ہلاکت کی کوئی تدبیر کرے؟ ،مثلاً خفیہ طور پر زہر وغیرہ کھالینا یا دیدینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے، تو اب اس پریشانی کی حالت میں اس کی بیوی کیا کرے اگر شوہر کے کردار کی لوگوں کو اطلاع دیتی ہے تو اس کی جان کا بھی خطرہ ہے، اور زید کے اس اصرار کی وجہ سے اس کے ایمان میں کوئی فتور آیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کو نہ خود زہر کھانے کی اجازت ہے، نہ اس کمینہ شوہر کو زہر کھلانے کی اجازت ہے[1]، بلکہ شوہر سے لڑکی کو علیحدہ رکھنا ضروری ہے، کہ وہ قابو نہ پا سکے، اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے خاندان میں اس کا نکاح کر دیا جائے، اگرچہ والد رضامند نہ ہو[2]، زید اس بے حیائی

(**گذشتہ کا بقیہ**) وتظهر توبتة الخ المفهم شرح تلخيص مسلم ،ج۷/ص ۹۸/ كتاب الرقاق باب يهجر من ظهر معصيته، مرقات ص ۱۶۷ ج۴ باب ما ينهٰى من التهاجر الخ، مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص ۳۱۶ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك رضی الخ مطبوعه رشيديه دهلی.

[1] والفتوىٰ علىٰ انه ليس لها قتله ولا تقتل نفسها .شامی زکریا، ج۴/ص ۴۶۳/ مطبوعه کراچی ، ج۳/ص ۲۵۱/ كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب فی قول البحر ان الصريح يحتاج فی وقوعه ديانة الى النية، البحر الرائق ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق ای الفاظه، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر ص ۹۲ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولی الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ، ج۴/ص ۱۵۵/ مطبوعه کراچی ، ج۳/ص ۵۵/ كتاب النكاح، باب الولی، ملتقى الابحر ص۴۸۸ ج۱ كتاب النكاح، باب الاولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۲۰۲ ج۲، باب الأولياء والأكفاء، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

اور بدترین معصیت پر اصرار کر رہا ہے، تو نہایت خطرناک حالت ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے ، اگر زید خدانخواستہ ایسی حرکت کر گزرے گا، یا لڑکی کو شہوت سے بوس وکنار کرلے گا، تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی[۱]　　فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۱ھ

بیوی اجنبی کے ساتھ زنا میں ملوث ہو تو دونوں کو ہلاک کرنا

سوال: ۔اس وقت اسلامی حکومت کا نفاذ تو ممکن ہی نہیں، اگر شوہر کو یہ معلوم ہوجائے کہ بیوی نے فلاں شخص کے ساتھ زنا کرلیا ہے، تو دونوں کو گولی مار کر ہلاک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق دیکر تعلق زوجیت کو ختم کردینا چاہئے، کذا فی سنن ابی داؤد[۲] یہ اصل حکم ہے، لیکن اگر بغیر اس بیوی کے گزارہ دشوار ہو تو پھر اس کو رکھ بھی سکتا ہے، جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے،

۱؎ فلو ایقظ زوجته فمست یده بنتها المشتهاة حرمت الأم ابداً .شامی زکریا ، ج۴/ص ۱۱۲/ مطبوعه کراچی ، ج۳/ص ۳۵/کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، النهر الفائق ص ۱۹۲ ج۲ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۴۸۱ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت.

۲؎ عن ابن عباسؓ قال جاء رجل الیٰ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقا ل ان امراتی لاتمنع یدلامس قال غربها قال اخاف ان تتبعها نفسی قال فاستمتع بها ،ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۲۸۰/ کتاب النکاح ،باب فی تزوج الابکار ،مطبوعه رشیدیه دهلی .

ترجمہ: ۔حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو نہیں روکتی ہے، آپؐ نے فرمایا اس کو علیحدہ کردو، اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ میرا نفس اس کے پیچھے چلے (آرزو کرے) آپؐ نے فرمایا تو اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔

درمختار[۱] میں بھی ایسا ہی ہے قتل کرنا یا بذریعہ سحر ہلاک کرنے کی اجازت نہیں[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۹۵ھ

منکوحہ سے زنا میں حق العبد بھی فوت ہوا

سوال: ۔ایک عالم زنا کو حق العبد بتاتے ہیں، اور دوسرے نہیں بتاتے کس کا قول درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فتح المبین[۳] میں لکھا ہے، جس عورت کا شوہر موجود ہو اس سے زنا کرنا حق العبد بھی ہے حق اللہ ہونا تو ظاہر ہے، لہٰذا دونوں عالموں کا قول صحیح ہے، ایسا شخص حق اللہ اور حق العبد ہر دو کا ضائع کرنے والا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۸۶ھ

---

[۱] لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة، الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص۱۴۳ / ۱۴۴ ج۴ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات.

[۲] ولو غاب سحرته وردته الیها لایحل له قتلها الخ ،الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ، زکریا ،ج۵/ص ۵۶/ آخرباب الرجعة، کما انه لیس له قتلها اذا حرمت علیه وکلما هرب ردته بالسحر الخ، شامی زکریا ص ۲۳۲/۴ ج۴ کتاب الطلاق، باب السحر، البحر الرائق ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق ای الفاظه الخ مطبوعه کوئٹه.

[۳] وقید قبول التوبة عن الزنا (فی بحر الکلام)بما اذالم یکن للمزنی بها زوج فان کان فلابدمن اعلامه لکونه حق عبد ولابد من ابرائه عنه الخ طحطاوی علی المراقی ، ص۵۴۷/ (مطبوعه مصری) کتاب الصوم،باب مایفسد به الصوم وتجب به الکفارة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

حدقذف وغیرہ کے احکام

زنا کی تہمت کی سزا

سوال:۔ایک شخص نے ایک لڑکی پر عیب لگایا کہ اس نے زنا کرایا ہے، لیکن بعد تحقیق معلوم ہوا کہ وہ اس عیب سے بری ہے، تو ایسے شخص کی کیا سزا ہونی چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بلاثبوت شرعی اگر زنا کی تہمت لگائے تو اس کی سزا شرعاً اسی کوڑے ہے[1]، لیکن یہ سزا ہر کوئی نہیں دے سکتا، نہ ہر جگہ دی جاسکتی ہے، اسلامی بادشاہ کو اس کا اختیا رہے[2] اسلئے یہ شخص توبہ

---

[1] والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوباربعة شهداء فاجلد وهم ثمانین جلدة الاية (سورة النور آیت ۴) بحر ص ۳۰ ج۵ باب حد القذف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۵۳ ج ۳ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۸۰ ج ۶ باب حد القذف.

ترجمہ:. اور جولوگ تہمت لگائیں، پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ۔ (از بیان القرآن)

[2] فیشترط الإمام لإستیفاء الحدود، شامی کراچی ص ۵۴۹ ج ۶ کتاب الجنایات، مبحث شریف، فتح القدیر ص ۲۳۵ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی الحدود الخ، دار الفکر بیروت، عالمگیری ص ۱۴۳ ج ۲، کتاب الحدود الباب الاول الخ مطبوعه کوئٹه.

اور استغفار کرے[۱] جس پر تہمت لگائی اس سے معافی مانگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جھوٹا الزام لگانے کی سزا

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان بیجا طور پر کسی مسلمان پر جھوٹا الزام قائم کرے، تو اس کا کیا حکم ہے، ازروئے قرآن وحدیث بحوالہ کتب دلائل بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص کو ضروری ہے کہ جس شخص پر جھوٹا الزام لگایا ہے اس سے معافی چاہے[۲] اگر وہ معاف کردے، اور یہ آئندہ ایسی حرکت سے صدق دل سے توبہ کرلے، تو خیر ورنہ اس کو ترک تعلقات وغیرہ کی سزا دیجائے، حتی کہ تنگ آکر توبہ کرلے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] ولو أنه قال بهتاناً لم يكن ذالک فيه فانه يحتاج الى التوبة فى ثلاثة مواضع ...... الثانى أن يذهب الى الذى قال عليه البهتان، ويطلب منه أن يجعله فى حل. والثالث : أن يستغفر الله تعالىٰ ويتوب إليه، تنبيه الغافلين للسمرقنديؒ ص ۹۲ باب الغيبة، طبع عباس احمد البابز مكة المكرمة، شرح فقه اكبير ص ۱۹۶ بيان اقسام التوبة، طبع مجتبائى دهلى.

[۲] واما ان كانت المظالم فى الاعراض كالقذف والغيبة فيجب فى التوبة فيها مع ما قدمناه فى حقوق الله ان يخبر اصحابها بما قال ذلک ويتحلل منهم الخ شرح فقه اكبر ص ۱۹۵، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[۳] وقوله (نهىٰ رسول اللهﷺ عن كلامنا ايها الثلاثة) هو دليل علىٰ وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته. المفهم شرح تلخيص مسلم، ج۷/ص ۹۸/كتاب الرقاق باب يهجر من ظهرت معصيته الخ، مرقات ص ۲۱۷ ج۴ باب ما ينهىٰ من التهاجر الخ، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، نووى على المسلم ص ۳۶۱ ج ۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالکؓ الخ، مطبوعه رشيديه دهلى.

افتراء اور بہتان کی سزا

سوال: ۔افتراء پرداز واتہام طراز کی شرعی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتان کی سزا اس کی نوعیت اور سزا دینے والوں کی قدرت کے اعتبار سے مختلف ہے جس پر بہتان لگایا جاوے، تو اس کی حیثیت کا خیال ہوتا ہے، کلی حکم علی الاطلاق دشوار ہے، جیسا کہ باب التعزیر میں ہے[1] اس لئے اس کا گناہ کبیرہ ہونا ظاہر ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

شبہ کی بناء پر تہمت لگانا

سوال: ۔ایک شخص کے متعلق لوگ کہتے ہیں شبہ کی بناء پر یعنی (زنا کرنیکا) اور زنا کرتے کسی نے نہیں دیکھا اور دس آدمی شبہ کرتے ہیں، اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے، اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض شبہ سے اس کو زنا کی تہمت لگانا حرام ہے[2] اور اس کو تہمت کی جگہ سے بچنا واجب

---

[1] یختلف ذالک بإختلاف الأشخاص فلا معنٰی لتقدیره مع حصول المقصود بدونه فیکون مفوضاً إلٰی رأی القاضی الخ شامی زکریا ص۱۰۴ ج۶ طبع کراچی ص۶۰ ج۴ کتاب الحدود، اول باب التعزیر، منحة الخالق علی البحر الرائق کوئٹه ص۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مجمع الأنهر ص۳۷۲ ج۲ فصل فی التعزیر طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] **تنبیه:** عد هذا هو ما صرح به بعضهم مع عده الکذب کبیرةً اخریٰ الخ، الزواجر ص۵۷۶ ج۳ الکبیرة الرابعة والخمسون بعد المائتین، البهت، مطبوعه نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة، نوی علی مسلم ص۳۲۲ ج۲ کتاب البر والصلة والادب، باب تحریم الغیبة مطبوعه رشیدیه دهلی.

[3] ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المؤمنٰت لعنوافی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم. سورة النور آیت ۲۳/۴۳. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے[۱]، اس کے پیچھے نماز درست ہے۔　　فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

زوال بکارت کی وجہ سے تہمت

سوال:۔ زید نے نئی شادی کی باکرہ لڑکی سے، تو زید جب اول شب میں اس لڑکی کے پاس ہمبستری کے واسطے جاتا ہے، تو اس کی بکارت کو زائل پاتا ہے، تو شریعت کی رو سے اس پر کیا گمان کرنا چاہئے؟ یعنی کس قدر فرج کی کشادگی محل بدگمان ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی وجہ سے اس باکرہ کو قطعی طور پر بدکار نہیں کہا جا سکتا[۲]، زوال بکارت کے بعد کشادگی کی مقدار کوئی متعین نہیں، جس سے اس کو متہم ہی کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

(گذشتہ کا بقیہ)　ترجمہ:۔ جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں پر جو پاکدامن ہیں، ایسی باتوں سے بے خبر ہیں، ایمان والیاں ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے، اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ (از بیان القرآن)

"انه عام لجميع الناس القذفة من ذكر وانثىٰ ويكون التقدير ان الذين يرمون الا نفس المحصنات فدخل فى هذاالمذكر والمؤنث الخ ،تفسير قرطبى ، ج٦/ص ١٩٤/ (مطبع دارالفكر) سورة النور"

الرمى بالزنا، وهو من الكبائر باجماع الأمة، البحر الرائق ص ٢٩ ج٥، باب حد القذف، مطبوعه كوئٹه، شامى، زكريا ص ٩٧ ج٦، باب حد القذف، النهر الفائق ص١٥٣ ج٣ باب حد القذف دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] اتقوامواضع التهم .الحديث كشف الخفاء ، ج ١/ص ٤٤/ رقم الحديث ٨٨/، (دار احياء التراث العربى)

[۲] اس لئے کہ زوال بکارت کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، مثلاً کودنے پھاندنے کی وجہ سے یا زیادہ حیض آنے کی وجہ سے اس لئے اس کو حسن ظن پر محمول کرنا چاہئے" لانها تذهب باشياء فليحسن الظن بها .الدر المنتقىٰ على مجمع الانهر، ص٥٢٢/ج ١/ (مطبع دارالكتب العلميه بيروت) باب المهر ،كتاب النكاح، حملاً لامرها على الصلاح بان زالت بوثبة ،شامى زكريا، ج٤/ص ٢٦٦/ كتاب النكاح باب المهر ، بزازيه على الهندية ص١٣٤ ج٤ كتاب النكاح، الفصل الثانى عشر فى المهر الخ، نوع آخر تزوجها بمهر سراً الخ مطبوعه كوئٹه.

چوری وزنا کا الزام

سوال:۔ ایک رات زبیدہ قریب آٹھ بجے رات کو اپنے گھر کے بغل والے گوہال (مویشیوں کے باندھنے کی جگہ) کچھ آواز سن کر اپنے بیٹے وبیوی کو چراغ جلا کر دیکھنے کا حکم دیا، ان لوگوں کی گفتگو سن کر آس پاس کے لوگ کیفیت پوچھنے چلے آئے، زید بھی ان ہی لوگوں میں تھا، اور پوچھ رہا تھا مذکورہ بالا پڑوسیوں نے چاروں طرف دیکھا مگر آدمی یا چور کا کوئی ثبوت نہیں پایا، اورسب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے، دن کے ایک بجے زبیدہ نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ رات میرے گھر میں زید گھسا تھا، بات آہستہ آہستہ زبیدہ کے گھر سے پھیلنی لگی، عین اسی وقت محمود کے گھر میں ایک لڑکے کا ختنہ ہوا تھا، جس میں محمود نے پوری جماعت کو مدعو کیا اور زید کو مدعو نہیں کیا، زبیدہ کو بھی خطبہ میں مدعو کیا، مگر نہیں معلوم کیوں زید کو الگ کر دیا، اس موضوع کو لے کر زید چند آدمیوں کے ساتھ مولانا کے پاس مسئلہ دریافت کرنے گیا، مولانا نے بتایا کہ جب زید ہی چور تھا تو اسی وقت رات کو زبیدہ اوراس کی بہو کو ان سب کو مل کر سامنے کہنا چاہئے تھا، کہ ہم لوگوں نے زید کو اپنے گھر میں گئے ہوئے دیکھا ہے، اور زید کا ہاتھ پکڑنا چاہئے تھا، اس لئے میرا فیصلہ ہے کہ زید بے گناہ ہے، اور سزا کا حقدار نہیں ہے، چند لوگ اس فیصلہ سے مطمئن نہ ہوکر دوسرے مولانا سے مسئلہ دریافت کیا، مولانا نے بتایا کہ زید کو غسل کر کے باوضو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر مسجد کے اندر منبر پر بیٹھ کر قسم کھانا ہوگا، پھر اس مسئلہ پر بھی اختلاف ہوگیا، دوسرے مولانا نے زبیدہ کی باتوں پر یقین کر کے زید پر زنا کا الزام سرزد کر دیا شرعی فیصلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا دلیل کسی پر زنا کا الزام لگانا حرام ہے[۱] اسی طرح چوری کا بھی الزام حرام ہے، اگر کوئی

---

[۱] القذف فی شرع الرمی بالزنا وهو من الکبائر بإجماع الأمة الخ البحر الرائق ص ۲۹ ج۵ باب حد القذف، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۷۹ ج۶ باب حد القذف، النهر الفائق باب حد القذف، ص ۱۵۳ ج۳ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

دعویٰ کرے کہ فلاں شخص نے چوری کی ہے، اور اس پر گواہ شرعی پیش نہ کر سکے، تو پھر دوسرے شخص پر کہ جس پر الزام لگایا گیا ہے، قسم لازم ہوگی، مگر قسم کے لئے نہ منبر شرط، نہ قرآن شریف ہاتھ میں لینا شرط ہے[1] کسی مسلمان کو ذلیل کرنا جائز نہیں، ثبوت زنا کے لئے چار عینی شاہدوں کی گواہی چشم دید ضروری ہے[2] اگر یہ شہادت نہ ہو تو الزام لگانے والے کے لئے نہایت سخت سزا ہے، وہ اسّی کوڑے ہے،[3] مگر اس سزا کو دینے کا حق ہر ایک کو نہیں، اس کے لئے سخت شرائط ہیں[4] اس لئے کسی کے متعلق زنا کی تہمت لگانا بہت بڑا جرم ہے[5] انتہائی احتیاط لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

کسی کو حرامزادہ کہنا

سوال: ۔کسی مسلمان کو شرعاً حرام زادہ کہنا کیسا ہے؟ اور کہنے والے پر کیا حکم عائد ہوگا؟

---

[1] قال ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ فيمن ادعىٰ على الآخر سرقةً وانكر المدعىٰ عليه يستحلف الخ عالمگيری ص ۱۷۵ ج ۱ كتاب السرقة، قبيل الباب الثانى الخ در مختار على الشامى زكريا ص ۱۴۶ ج ۶ كتاب السرقة.

[2] ويثبت بشهادة اربعة رجال فى مجلس واحد بلفظ الزنا فان بينوه وقالوا رأيناه وطئها فى فرجها كالميل فى المكحلة وعدلو سراً وعلنا حكم به الخ در مختار على الشامى زكريا مختصراً ص ۸ تا ۱۰ ج ۶ كتاب الحدود، ملتقى الابحر ص ۳۳۲-۳۳۴ ج ۲ دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص ۴ تا ۶ ج ۵ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[3] والذين يرمون المحصنٰت ثم لم يأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة الاية سورة النور آيت ۴، بحر ص ۳۰ ج ۵ باب حد القذف، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الانهر ص ۳۶۳ ج ۲ باب حد القذف، دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ۸۰ ج ۶ باب حد القذف.

ترجمہ :. جولوگ تہمت لگائیں، پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ۔ (بیان القرآن)

[4] تقدم تخريجه : تحت عنوان ''زنا کی سزا'' نمبر (۲)۔

[5] الرمى بالزنا وهومن الكبائر الخ البحرالرائق ، ج۵/ص ۲۹ / كتاب الحدود باب حدالقذف، شامى زكريا ص ۹۷ ج ۶ ، باب حد القذف، النهر الفائق ص ۱۵۳ ج ۳ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

گناہ ہے[۱] اگر تمام شرائط متحقق ہوں تو کہنے والے پر حدقذف جاری کی جائے گی "ولو قال یاولد الزنا اوقال یاابن الزنا وامه محصنة حد لانه قذفها بالزنا ،کذافی التمر تاشئی فتاویٰ هندیه[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ ۱۹/۲/۵۹ھ

بلاثبوت کسی کو زانی اورسارق کہنا

سوال:۔زید ایک زبردست عالم وفاضل ہے، دسیوں ادارے چلاتا ہے، ہزاروں لوگ اس کے مرید ہیں، منکرات کی مجالس میں شرکت نہیں کرتا ہے، کسی کی دعوت قبول نہیں کرتا، حلال کی کمائی کھاتا ہے، اب بعض لوگ بغیر کسی ثبوت کے اس کو زانی ، بدکار اور چور کہتے ہیں، توان کہنے والوں کی شرعاً کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر شرعی ثبوت کے کسی کو زانی کہنا سخت جرم ہے، جسکی سزا حدقذف (اسّی کوڑے) ہے،[۳]

---

[۱] عن عبد اللّٰه مسعود رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم سباب المسلم فسوق الحدیث،مشکوٰة شریف ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] عالمگیری، صفحه ۱۶۲ ج۲، مطبوعه کوئٹه، کتاب الحدود الباب السابع فی حد القذف الخ، بدائع ص ۴۲ ج۷ کتاب الحدود واما الذی یرجع الی المقذوف به فنوعان الخ، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی، حاشیة الشلبی ص ۲۰۱ ج۳، باب حد القذف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۳] اذاقذف الرجل رجلاً محصناً اوامرأة محصنةً بصریح الزنا وطالب المقذوف با لحد حده الحاکم ثمانین سوطاً الخ عالمگیری ،ج ۲/ص ۱۲۰/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الحدود الباب السابع فی حد القذف الخ ، البحر الرائق ص ۳۰ ج۵ باب حد القذف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، ملتقی الابحر ص ۳۶۳ ج۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اور دوسرے جھوٹے الزام لگانا بھی کبیرہ گناہ ہے[۱] مگر حد قذف جاری کرنے کی شرائط یہاں موجود نہیں، اس لئے جاری نہیں کی جاتی ،جس پر تہمت لگائی ہے،اس سے معافی مانگنا اورتوبہ کرنا ضروری ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

اپنے ولدالحرام ہونے کا اقرار

سوال:۔ایک شخص کہتا ہے کہ میں ولدالحرام ہوں یہ گناہ میرے اوپر ہے یا یہ کہ میری والدہ پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا اس کہنے والے کو تحقیق ہے کہ وہ ولدالحرام ہے،اگر تحقیق کر چکا ہے، اوروالدہ نے زنا کا اقرار کرکے اس کو بتایا ہے تب تو والدہ گنہگار ہے،اگر تحقیق نہیں کیا تو کہنے والا خود گنہگار ہے کہ اپنی والدہ پر زنا کا الزام لگاتا ہے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمو گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف یکم جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

---

۱ وفی شرع الرمی بالزنا وهومن الكبائر باجماع الامة الخ ،البحرالرائق ،ج۵/ص ۲۹/ (مطبع الماجديه كوئٹه) كتاب الحدود ،اول باب حدالقذف، شامی زكريا ص ۷۹ ج۶ باب حد القذف، النهر الفائق ص۵۳ ا ج۳ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۲ واما ان كانت المظالم فی الاعراض كالقذف والغيبة فيجب فی التوبة فيها مع ما قدمناه فی حقوق اللّٰه ان يخبر اصحابها بما قال من ذلک ويتحلل منهم الخ شرح فقه اكبير ص۱۹۵ بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

۳ الرمی بالزنا وهومن الكبائر باجماع الامةالخ البحرالرائق ،ج ۵/ ص ۲۹/(مطبع الماجديه كوئٹه) كتاب الحدود باب حد القذف، شامی زكرا ص ۷۹ ج۶ باب حد القذف، النهر الفائق ص۵۳ ا ج۳ باب حد القذف، دار الكتب العلمية بيروت.

تہمت زنا لگانے والے سے ترک تعلق

سوال:۔زید نے بکر کی لڑکی پر ناجائز حمل کے گرائے جانے کا الزام لگایا بکر نے افواہ سنکر قرب وجوار کے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ یہ الزام قطعی جھوٹ اور غلط ہے، جس پر پنچایت نے زید سے ثبوت پہنچانے کا مطالبہ کیا، زید نے پنچوں کے سامنے بیان دیا کہ پہلے سے کچھ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ہم گواہی دیں گے، لیکن جب میں نے برادری کے سامنے ظاہر کیا تو جو لوگ ثبوت میں تھے وہ کہنے پر تیار نہیں ہیں، میں تنہا حلف دے سکتا ہوں کہ بات سچ ہے، اور دوسرا کوئی گواہ ہمارے پاس نہیں ہے، زید کے اس بیان پر پنچایت نے فیصلہ دیا کہ تنہا زید کا بیان یا حلف قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ زید اور بکر میں خانگی رنجش چل رہی ہے، اور زید بذات خود صوم وصلوٰۃ کا پابند بھی نہیں ہے، اور پنچایت نے بہتان تراشی کے جرم میں متفقہ طور پر زید کو ترک برادی رکھنے کا فیصلہ کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں شرعاً زید کو کاذب قرار دیا جائے گا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "**فان لم یاتو ابالشهداء فاولئک عند الله هم الکاذبون**"[1]، اگر شرعی حکومت ہوتو ایسے شخص کے اسّی کوڑے لگائے جائیں، اور آئندہ کے لئے بھی کسی معاملہ میں اسکی گواہی قبول نہیں ہوگی[2]، اب جب کہ یہاں اس کی قدرت نہیں تو اس کو ترک تعلق کی سزا دینا درست ہے یہاں تک کہ وہ اپنی

---

[1] سورۃ النور آیت ۱۳/ ترجمہ:۔سوجس حالت میں یہ لوگ نہیں لائے گواہ تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[2] والـذين يرمون المحصنٰت ثم لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولاتقبلوا لهم شهادة ابداً الاية . (سورة النور، آیت ۴) بحر ص ۳۰ ج۵ باب حد القذف، مطبوع کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۵۳ ج۳ باب حد القذف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

حرکت پر نادم ہوکر سچی توبہ کرے، اور اپنی اصلاح کرے، اور اطمینان ہوجائے کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۹/۱۰/۲۹ھ

شراب نوشی کی سزا

سوال: ۔شراب نوشی کی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ۔

اسلامی حکومت ہو تو کوڑے لگائے جائیں۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[۱] نهىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن كلا منا ايهاالثلاثة هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخيص المسلم ،ج۷/ص ۹۸/ (مطبوعه دار ابن كثير بيروت) كتاب الرقاق باب يهجرمن ظهرت معصيته، مرقات ص۱۶۷ ج۴ باب ما ينهٰى من التهاجر الخ مطبوعه اصح المطابع بمبئى، نووى على المسلم ص۱۶۳ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالكؓ الخ مطبوعه رشيديه دهلى.

[۲] وحدالسكر والخمر ولوشرب قطرةً ثمانون سوطاً الخ البحر الرائق، ج۵/ص۲۸/ مطبوعه الماجديه كوئٹه، كتاب الحدود باب حدالشرب، ملتقى الابحر ص۶۰-۳۵۹ ج۲ كتاب الحدود، باب حد الشرب، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ص۱۶۰ ج۲ كتاب الحدود، الباب السادس فى حد الشرب، مطبوعه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب سوم

قصاص اور دیت کے احکام

خون کی دیت

سوال:۔زید عام راستے سے چلا جا رہا تھا، پیچھے سے اسکوٹر سوار کے اسکوٹر کی ٹکر سے ایکسڈینٹ ہوگیا، جس سے زید فوت ہوگیا، لہٰذا مقتول کے اولیاء کو قاتل اور قاتل کے اولیاء سے صلح علی المال کا حق ہے، یا نہیں؟ اگر زید کے اولیاء کو مال لے کر صلح کرنے کا حق ہے تو اس کی آخری حد کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صلح علی المال کا حق ہے، قتل خطاء میں دیت کی مقدار متعین ہے، اس سے زیادہ پر صلح کا حق نہیں، اگر سونا دیت میں لیا جائے، تو ایک ہزار دینار سے زائد نہ ہو، اگر دیت مقررہ کی جنس کے علاوہ لی جائے، تو اس میں کوئی قید نہیں، مثلاً غلہ لیا جائے۔

''وصح (الصلح) فی العمدباکثر من الدیة والارش اوباقل لعدم الربافی الخطاء کذالک لاتصح الزیادة لان الدیة فی الخطاء مقدرة حتی لوصالح بغیر مقادیر ها صح کیف ماکان بشرط المجلس لئلا یکون دیناً

بدین اھ (درمختار)حتی لوصالح افاد ان الکلام فیما اذاصالح علیٰ احدمقادیر الدیة وصح مائة بعیرا والف دینار اوعشرة آلاف درھم (شامی مختصراً[1]، ج۴/ص ۶۴۷/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۹۳ھ

قتل کی سزا

سوال:۔ جو مسلمان کسی مسلمان کو کسی دنیوی معاملہ میں بر سبیل دشمنی وعداوت قتل کردے، اور اس قاتل کو موجودہ حکومت ثبوت قتل ہوجانے پر سزائے موت یعنی پھانسی دیدے، تو کیا قاتل کے ذمہ سے قصاص شرعی ادا ہوجائے گا، اور آخرت کے مواخذہ سے کچھ بچت ہوجائے گی، یا کیونکر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ قاتل کو سزائے موت مل گئی اور مقتول کے ورثاء نے حکومت سے سزا دلائی ہے تو قصاص ہوگیا، اگرچہ شرعاً قصاص میں قتل کیا جاتا ہے، پھانسی نہیں دی جاتی[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ج۵/ص ۶۳۴/ مطبوعہ زکریا، ج۸/ص ۴۱۴/ اول کتاب الصلح. مجمع الانھر ص۴۲۹ ج۳ کتاب الصلح تحت فصل یجوز الصلح الخ دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۳۱۰ ج۸ کتاب الجنایات، باب القصاص الخ فصل فی الصلح علیٰ مال الخ مطبوعہ کوئٹہ.

[2] ویقتله بالسیف ویحزرقبته واذا أراد ان یقتله بغیر السیف منع عن ذٰلک ولوفعل ذٰلک یصیر مستوفیا حقه بأ ی طریق قتله الخ عالمگیری، ج۶/ص۷/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الجنایات الباب الثالث فیمن یستوفی القصاص، در مختار علی الشامی زکریا ص ۱۷۹ ج ۱۰ کتاب الجنایات فصل فیما یوجب القود الخ، سکب الانھر علی ھامش المجمع ص۳۱۷ ج۴ کتاب الجنایات، فصل ما یوجب القصاص الخ، دار الکتب العلمیة بیروت.

اگر تادیباً مارنے سے موت واقع ہوجائے

سوال:۔ایک شخص نے اپنی بیوی کے مرجانے کے بعد بیوی مرحومہ کی بیوہ بہن سے نکاح کیا، بیوہ بہن کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی تھی کسی معاملہ پر ایک روز اس شخص نے اس لڑکی کو مارا دفعتاً لڑکی چند گھنٹے بعد مرگئی، درحقیقت اس شخص کا ارادہ جان سے مارنے کا نہ تھا، تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے مارنے سے وہ لڑکی مرجائے، اس کے ذمہ ضمان واجب ہے، ”**کضرب المعلم اجماعاً وان الضرب باذنهما لاضمان على المعلم اجماعاً. كذافى الدرالمختار والمحيط، ردالمحتار، ج ا ص۴۰۱**“[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] درمختار کراچی ،ج۶/ص ۵۶۲/ مطبوعه زکریا ،ج۱۰/ ص۲۳/کتاب الجنایات قبیل باب الشهادات فی القتل الخ ، سکب الانهر ص۳۳۳ج۴ کتاب الجنایات، قبیل باب الشهادة فی القتل الخ، فتاویٰ قاضیخان ص۴۴۴ج۳ کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیة، مطبوعه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

تعزیر کے احکام

کسی کو شیطان کہنا

سوال: ۔ کسی شخص کو شیطان کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص شیطانی کام کرتا ہے، تب بھی اس کو شیطان نہیں کہنا چاہئے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

گالی دینے کی سزا

سوال: ۔ مسمیٰ احمد یٰسین نے اپنی ماں، اپنی بہن، اپنی بھانجی اور اپنے بہنوئی کو گالیاں دی ہیں، جس کے گواہ موجود ہیں، ایسے شخص کی کیا سزا ہے؟ تا کہ اس کو برادری شرعی سزا دے سکے؟

---

[1] قال النووی اتفق العلماء علیٰ تحریم تلقیب الانسان بمایکرہ سواء کان صفة لهٗ الخ تفسیر روح المعانی ،ج۲۶/ص۱۵۴/ تحت قوله تعالیٰ ولاتنابزوا بالالقاب الاية سورۂ حجرات آیت ۱۱.

الجواب حامداًومصلیاً

گالی دینا بہت بری بات ہے، فسق ہے[۱]، اسکی عادت ڈالنا منافق کی علامت ہے[۲] گالی دینے والے کو لازم ہے، کہ ایسی عادت سے باز آئے، توبہ کرے، جس کو گالی دی ہے، اس سے معافی مانگے، آئندہ کو عہد کرے کہ آئندہ کبھی گالی نہیں دونگا، [۳] جس کا جس قدر شریعت نے احترام لازم قرار دیا ہے، برابر احترام ملحوظ رکھے، بعض گالی ایسی ہیں کہ جس پر تعزیر آتی ہے، جو کہ قاضی شرعی کا حق ہے، کہ جتنے کوڑے مناسب سمجھے لگائے، حد کے کوڑے تک نہ پہنچے[۴] بعض گالی ایسی ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے حد لازم آتی ہے، جس کا حق امام اعظم سلطان وقت کو ہوتا ہے، اوروں کو نہیں ہوتا،[۵] اسلئے ایسی سزا اس ملک میں دینا دشوار ہے، نیز اس کے لئے شرائط ثبوت بھی ہیں کہ بغیر ان کے تحقق کے ثبوت نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۵ھ

---

[۱] عن عبداللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر. مشکوٰۃ شریف، ص۴۱۱ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، الفصل الاول.

[۲] عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ کان منافقا خالصاً ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا أؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر، مشکوٰۃ شریف ص۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۳] وأما إن کانت المظالم فی الاعراض کالقذف والغیبۃ فیجب فی التوبۃ فیھا مع ما قدمناہ فی حقوق اللّٰہ ان یخبر اصحابھا بما قال ذلک ویتحلل منھم الخ شرح فقہ اکبر ص۱۹۵، بحث التوبۃ، مطبوعہ مجتبائی دھلی.

[۴] التعزیر ھوضرب دون الحد للتأدیب (وقال بعد ورقۃ) کل من ارتکب منکراً اواذیٰ مسلماً بغیر حق بقولہ اوبفعلہ وجب علیہ التعزیر الخ البحر الرائق، ج۵/ص ۴۰-۴۳/ (مطبوعہ الماجدیہ کویٹہ) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ، النھر الفائق ص۱۶۴ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[۵] فیشترط الإمام لإستیفاء الحدود، شامی کراچی ص۵۴۹ ج۶ کتاب الجنایات، مبحث شریف، عالمگیری ص۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ، النھر الفائق ۱۲۴ ج۳ کتاب الحدود، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

گالی دینا

سوال: ۔ ہماری برادری میں ایک شادی غیر شرعی رسوم اور ڈھول باجوں کے ساتھ ہوئی، اب ایسے رشتہ کی وجہ سے چار بھائی محمد بشیر، گلاب الدین، عبدالخالق، محمد صادق ولد ناصر الدین ایک دوسرے کو گالی گلوچ ماں باپ کو دیتے ہیں، ان میں سرفہرست ہیں، محمد صادق گالی دیتا ہے، عبدالخلالق کی بیوی کو اور عبدالخالق گالی دیتا ہے، محمد صادق کی بیوی کو گلاب الدین کی رپورٹ ہے کہ میں ان سب کا بڑا بھائی ہوں، جو کہ باپ کی جگہ ہے، ماسٹر محمد بشیر صاحب جب کوئی بات کہتا ہے تو کہتا ہے کہ تیرے منہ میں پیشاب کروں، لہٰذا ایسے آدمیوں کے لئے قرآن وحدیث میں کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

گالی دینا اور کسی کی بیوی پر بہتان لگانا خاص کی بڑے بھائی کو گالی دینا شرعاً نہایت برا ہے، اس کی معافی مانگنا ضروری ہے[1] آئندہ کو پورا پرہیز کریں، احادیث میں آتا ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور یہ منافق کی علامت ہے۔ (کذافی مسلم)[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرک وبدعت کی سزا

سوال: ۔ جان بوجھ کر شرک وبدعت کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، جوابات

---

[1] وأما ان كانت المظالم فى الاعراض كالقذف والغيبة فيجب فى التوبة فيها مع ما قدمناه فى حقوق اللّٰه ان يخبر اصحابها بما قال ذلك ويتحلل منهم الخ، شرح فقه اكبر ص۱۹۵ بحث التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[2] عن عبد اللّٰه ابن مسعود رضى اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر الخ مسلم شريف، ج ۱/ص ۵۸/ (مطبوعه رشيديه دهلى) كتاب الايمان.

ترجمہ :. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

مع حوالہ اقوال نبی علیہ السلام وفقہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ سند ونص صریح سے عنایت فرمائیں، نیز کسی کے منع کرنے پر جواب دیتے ہیں کہ برا ضرور ہے منع ہے، مگر باپ دادا کے وقت سے ہوتا آتا ہے، کیسے چھوڑا جائے، چھوڑنے پر لوگ ندامت بنائیں گے، اور باپ دادا کا نام مٹ جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرک سب سے بڑا گناہ ہے[1] اس کی عدم مغفرت کی قرآن کریم میں وعید ہے[2]، اگر اسلامی حکومت ہو اور کوئی مسلمان شرک یا کفر کرے، جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو جائے، اور توبہ نہ کرے، بلکہ اپنے ارتداد پر باوجود فہمائش کے جما رہے، تو حکومت اسلامی اس کو قتل کرادے گی، اور بدعت اگر شرک وکفر تک نہ پہنچی ہو تو اس کے مرتکب کو تعزیر کرے گی، اب جبکہ اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ان احکام کا نفاذ دشوار ہے، تو مشرک سے بالکل تعلق قطع کر دیا جائے، رشتہ داری، سلام کلام، میل جول، سب کچھ اس سے ترک کر دیا جائے، "**لقوله تعالیٰ فاعرض عمن تولیٰ عن ذکرنا**[3]" **الایة ولقوله تعالیٰ یاایها الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة وقد کفروا بما جاءکم من الحق**[4]" **الایة**.

حدیث شریف میں آتا ہے "**من بدل دینه فاقتلوه** "**رواه البخاری**[5]، بحر الرائق

---

[1] قال اللّٰہ تعالیٰ إِنَّ الشركَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ الآیة، سورۂ لقمان آیت ۱۳ .

[2] ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک به الایة .سورة النساء آیت ۴۸/ .

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے، الخ (از بیان القرآن)

[3] سورۃ النجم، آیت ۲۹/ **ترجمہ**:۔ تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے (از بیان القرآن)

[4] سورۂ ممتحنه آیت ۱/.

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو، حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ (از بیان القرآن)

[5] بخاری شریف، ج ۲/ص ۱۰۲۳/رقم الحدیث ۶۹۵۵/باب حکم المرتد الخ کتاب استتابة المعاندین والمرتدین وقتالهم.

ترجمہ:۔ جو اپنے دین کو بدل دے اس کو قتل کر ڈالو۔

میں ہے، "یعرض الاسلام علیٰ المرتد وتکشف شبهته ویحبس ثلٰثة ایام فان اسلم والا قتل،بحر، ج۵/ص ۱۲۵/[1] وکل مرتکب معصیة لاحدفیها فیها التعزیر،درمختار ، ج۳/ص ۲۸۱/[2] اور بدعتی سے بھی قطع تعلق کردیا جائے،تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلے[3] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ج ۱/۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور // // // //

بیوی سے وطی فی الدبر کی سزا

سوال:۔ایک شخص نے اپنی منکوحہ بالغہ اور زوجہ کی بہن نابالغہ سے اغلام کا قبیحہ گناہ کیا، تو اس کی سزا کیا ہے؟ (لیکن قانون سرکاری کی رو سے باہر ہو) نکاح بھی ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اس گندے فعل کے کرنے اور تائب ہونے کے دوسال بعد یہ نکاح کس طرح سے ہوسکتا ہے، دوسرے مرد سے نکاح ہوسکتا ہے یا اسی شوہر سے نکاح درست ہے؟ ایسی صورت میں طلاق کا حاصل کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ آیا طلاق پڑجائے گی یا نہیں،شوہر زوجہ،سالی تینوں سزا کے

---

[1] البحر الرائق ص ۱۲۵ ج۵ (مطبوعه الماجدیه کوئٹه) باب احکام المرتدین، کتاب السیر)، درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۵۹ ج۶ کتاب الجهاد، باب المرتد، النهر الفائق ص ۲۵۳ ج۳ کتاب الجهاد، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] در مختار زکریا، ج۶ ص ۱۱۳، کتاب الحدود، باب التعزیر، بحر ص ۴۲ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] قوله نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص ۹۸ ج۷ کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته عنه مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص ۱۶۷ ج۴ باب ما ینهی من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص ۳۱۶ ج۲، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالکؓ الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

مستحق ہیں، یانہیں؟ اور تائب ہونے کی صورت میں سزاء عقبیٰ سے محفوظ رہنے کی کیا سبیل ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ایسے شخص کی سزاامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام یعنی حاکم وقت کی رائے پر ہے، کہ خواہ اس کوحبس دوام کی سزا دیوے خواہ کوڑے لگائے، خواہ کسی بلند جگہ سے گرا کر اس پر پتھر مارے، خواہ اس کے اوپر دیوار گرادے، خواہ اس کو آگ میں جلادے، اوراگر یہ فعل اس کی عادت بن گیا ہو، تواس کوقتل کرڈالے، نابالغہ پرسزا کچھ نہیں، البتہ ایسے فعل سے بچنا ضروری ہے، زوجہ نے اگرخوشی سے یہ فعل کرایا ہے، یاباوجودقدرت کےاس سے بچنے کی کوشش نہیں کی، تواس کی بھی یہی سزا ہے، اگراس کے ساتھ جبراً ایسا کیا گیا ہے، تو پھراس کے لئے یہ سزانہیں، اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، بلکہ بدستور باقی ہے، اگر طلاق دے گا، توبعدعدت دوسرے شخص سے نکاح درست ہوگا، ورنہ دوسرے سے نکاح درست نہیں، صدق دل سے توبہ کرلینے کے بعدسزاء عقبیٰ سے محفوظ رہنے کی توقع ہے۔

(ولايحد) بوطء دبر(قالا ان فعل في الاجانب حد وان في عبده اوامته اوزوجته فلاحدا جماعاً بل يعزر قال في الدر : ربنحو الاحراق بالنار وهدم الجدار اوالتنكيس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفي الحاوى : والجلد اصح وفى الفتح : يعزرويسجن حتىٰ يموت اويتوب ولواعتاد اللواطة قتله الامام سياسة قلت وفي النهر : معز ياللبحر التقييد بالامام يفهم ان القاضي ليس له الحكم بالسياسة، درمختار ،ص ۲۴۰ر[1]

---

[1] شامی زکریا، ج٦/ص ٣٨/ مطبوعه كراچی ،ج٤/ص ٢٧/كتاب الحدود، باب الوطی الذی یوجب الحد الخ ، بحر ص ١٦ ج٥ كتاب الحدود، باب وطیء الذی یوجب الحد الخ مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ٥٠-٣٤٩ ج٢ كتاب الحدود، باب وطی الذی یوجب الحد الخ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

یہ سزا شرعی قانون کی رو سے ہے اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے اس سزا کو جاری نہ کیا جا سکتا ہو تو پھر ایسے شخص سے تعلقات ترک کئے جائیں، تا کہ وہ تنگ آکر توبہ کر لے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/شوال ۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/شوال ۵۳ھ

وطی بہیمہ

سوال:۔ زید نے حیوان سے ارتکاب زنا کیا اور حدیث شریف میں وارد ہے "من اتی البھیمة فاقتلوہ واقتلوا البھیمة" اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حیوان موطوءة سے انتفاع وغیرہ حاصل کیا جا سکتا ہے یا نہ؟ اور زید سے بحکم شرع شریف کیا معاملہ کیا جاوے گا، تمام شقوں کو مبرہن بحوالہ کتب وصفحہ تحریر فرمادیں، اور معنی حدیث موصوف بھی واضح کیا جاوے، اور حیوان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ولایحد بوطی بهیمة بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکره الانتفاع بها حیة ومیتة، مجتبی، وفی النهر : الظاهر انه یطالب ندبا لقولهم تضمن بالقیمة اھ درمختار، ج۳/ص ۲۳۸/[2] وماروی عن عمر انه اتی برجل وقع فی بهیمة

[1] قوله نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة، هو دلیل علیٰ وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه إلا ان یقلع وتظهر توبته، المفهم شرح تلخیص المسلم، ص۹۸ ج۷ کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته الخ مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص۲۱۶ ج۴ باب ما ینهیٰ عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص۳۱۶ ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالکؓ الخ مطبوعه رشیدیه دهلی. (حاشیہ ۲ آئندہ صفحہ پر)

فعزر الرجل و امر البهيمة فاحرقت كان لقطع التحدث به لانه مادامت باقيةيتحدث الناس به فيحرقه بالنار بذٰلك لالان الاحراق واجب ثم ان كانت الدابة ممالايؤكل لحمها تذبح وتحرق لماذكرنا وان كانت مما يؤكل لحمها تذبح توكل عندابى حنيفةؒ وقالاتحرق هذه ايضاً هذا ان كانت البهيمة للفاعل وان كانت لغيره يطالب صاحبها ان يدفعها اليه بقيمتها ثم تذبح هكذا ذكروا، ولايعرف ذٰلك الاسماعافيعمل عليه اھ زيلعى، ج۳/ص ۱۸۱/[۱] قال الاتقانى وقال شمس الائمة السرخسى الاحراق جائز وليس بواجب فان كانت الدابة مما يؤكل لحمها تذبح وتوكل ولاتحرق بالنار على قول ابى حنيفةؒ وقال ابويوسفؒ تحرق بالنار اھ شلبى‘‘[۲]

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ زید پر حدزنا تو واجب نہیں البتہ مستحق تعزیر ہے، حیوان مذکور اگر ماکول اللحم ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا ذبح کرنا اور کھانا شرعاً درست ہے اگر غیر ماکول اللحم ہے اور وہ خود زید کا ہے تو زید کو چاہئے کہ اس کو ذبح کر کے جلادے، لیکن یہ جلانا واجب نہیں، بلکہ جائز یا مستحب ہے، جس کی بعض مصالح زیلعی سے منقول ہوئیں، اگر زید کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے، تو اس سے قیمت لے کر جلادے، اوراس مالک پر جبر کرنا درست نہیں بلکہ مالک کو مستحب

(گذشتہ کا حاشیہ) ۱؎ درمختار کراچی، ج۴/ص ۲۶/ مطبوعه زكريا، ج۶/ص ۳۶/ كتاب الحدود، باب الوطى الذى يوجب الحد الخ، مجمع الأنهر ص۳۴۸ ج۲ كتاب الحدود، باب وطى الذى يوجب الحد الخ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۱۷ ج۵ باب وطى الذى يوجب الحد الخ مطبوعه كوئٹه، بدائع كراچى ص۳۴ ج۷ كتاب الحدود، فصل واما بيان اسباب وجوبها الخ.

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ زيلعى، ج۳/ص ۱۸۱/ (مطبوعه امداديه ملتان پاكستان) كتاب الحدود باب الوطئ الذى يوجب الحد الخ .

۲؎ شبلى علىٰ الزيلعى، ج۳/ص ۱۸۲/ (مطبوعه امداديه ملتان) كتاب الحدود باب الوطى الذى يوجب الحد، بحر ص۱۷ ج۵ باب الوطى الذى يوجب الحد الخ مطبوعه كوئٹه، بذل المجهود ص۱۵۳ ج۵ كتاب الحدود، باب فى من اتى بهيمة، طبع رشيديه سهارنپور.

ہے کہ زید کو دیدے!

حدیث مذکور کی شرح میں لکھا ہے ”قیل انما امر بقتلها لئلا یتولد منه حیوان علی صورة انسان اوانسان علی صورة حیوان وقیل کراهیة ان یلحق صاحبها خزی فی ابقائها وقیل یقتل ویحرق وذهب الائمة الاربعة ان من اتی بهیمة یعزرولا یقتل والحدیث محمول علی الزجروالتشدید اھ بذل المجهود شرح ابی داؤد شریف، ج۵/ص۵۳ ا/[۱] قال صاحب العنایة : ومارویٰ ان من اتی بهیمة فاقتلوه شاذ ولوثبت فتاویله مستحل ذٰلک الفعل وقال ابن الهمام بعد الکلام علی تضعیف الحدیث : وضعفه ابوداؤد بطریق اٰخر وهوانه روی عن ابن عباسؓ موقوفاً علیه لیس علی الذی اتی البهیمة حدو هوالذی روی عنه الرفع عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بقتلها ومحال ان یرفع عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم القتل ثم یخالفه وکذا اخرجه الترمذ والنسائی وقال الترمذی هذا اصح من الاول، الکوکب الدری، ج ۱/ص ۴۰۵/[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱۹/ ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپو ۲۰/ ذی الحجہ ۵۸ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ ذی الحجہ ۵۸ھ

۱؎ بذل المجهود ص۵۳ ا ج۵، مطبع یحیوی سهارنپور، کتاب الحدود، باب فی من اتیٰ بهیمةً.

۲؎ الکوکب الدری، ج ۱/ص ۴۰۵/ (مطبوعه یحیوی سهارنپور) ابواب الحدود، باب المرأة استکرهت علیٰ الزنا.

بہوؤں کو سخت لفظ کہنے پر حد

سوال:۔ مسمیٰ ایوب شاہ نے روبرو دو آدمیوں کے اپنی حقیقی بہو اور اپنے حقیقی بھتیجے کی عورت کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا کہ میں قبل ازاں ان کو نصیحت کرتا رہا کہ پردہ کیا کرو، لیکن انہوں نے میری نصیحت پر عمل نہیں کیا، اب میں بجائے نصیحت کے ان بہوؤں پر پیشاب کرونگا، تو کیا ایسے شخص پر حد واجب ہوگی، ایسے شخص کے متعلق از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے الفاظ کا استعمال کرنا سخت مذموم وناپسند ہے[1] آئندہ ہرگز ایسے الفاظ نہ کہیں، استغفار کریں، کوئی حد ان کو نہ لگائی جائے کہ حد واجب نہیں،[2] البتہ بہوؤں کے ساتھ نرمی وشفقت کا معاملہ کرنے کی تاکید کی جائے، اوران کو بھی تاکید کی جائے، کہ وہ شریعت کے مطابق پردہ کا اہتمام رکھیں، بے پردگی میں بہت فتنے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۶/۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۶/۲ھ

بچوں کو تادیباً مارنا

سوال:۔ بچوں کو جو حضرات تعلیم دیتے ہیں، وہ ان کو مارتے بھی ہیں، مرغا بناتے ہیں

---

[1] عن عب اللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] اس لئے کہ اس پر حد کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، ”والحدفی الشریعۃ العقوبۃ المقدرۃ حقا للّٰہ تعالیٰ. عالمگیری، ج۲/ص ۱۴۲/ (مطبع کوئٹہ) اول کتاب الحدود، البحر الرائق ص۲ ج۵ کتاب الحدود، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقی الابحر ص ۳۳۱ ج۲، کتاب الحدود، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

تو اس میں کس قدر گنجائش ہے، اور اگر کسی کو مارا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بے خطا ہے، تو کیا صورت تلافی کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں کے اولیاء کی اجازت سے بضرورت تعلیم مارنا سزا دینا شرعاً درست ہے، مگر بچوں کے تحمل سے زائد نہیں، ایک دفعہ تین ضربات سے زیادہ نہ مارے لکڑی وغیرہ سے نہ مارے۔ **کذافی ردالمحتار، ج۵/ص ۴۴۵[1]/قبیل احیاء الموات.**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الاول ۶۴ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ربیع الاول ۶۴ھ

استاذ شاگرد کو کتنا مار سکتا ہے

سوال:۔ استاذ اپنے شاگرد کو کتنا مار سکتا ہے؟ کیا شریعت نے اس کی کوئی حد مقرر کی ہے، ایک مولوی صاحب فرمار ہے تھے کہ استاذ اپنے شاگرد کو تین چھڑی سے زائد نہیں مار سکتا، اگر مارا تو یہ ظلم ہوگا، احقر کہتا ہے کہ اگر طالبعلم تین چھڑی کھانے کے باوجود سبق یاد نہ کرتا ہو

---

[1] أما المعلم فله ضربه لان المامور بضربه نيابة عن الاب لمصلحة والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك ابيه لمصلحة التعليم وقيده الطرسوسى بأن يكون بغير آلة جارحة وبأن لايزيد علىٰ ثلاث ضربات الىٰ قوله يضرب الصغير باليد لابالخشبة الخ شامى زكريا، ج۹/ص ۶۱۲/ مطبوعه كراچى، ج۶/ص ۴۳۰/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، قبيل احياء الموات، طحطاوى على الدر ص ۱۷۰ ج ۱ كتاب الصلاة، مطبوعه دار المعرفة، بيروت، البحر الرائق ص ۴۹ ج۵ باب حد القذف، فصل فى التعزير، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

،شرارت سے باز نہ آتا ہو، تو اس صورت میں استاذ اگر اپنے شاگرد کو نیک نیتی سے اور اس کی خیرخواہی کی خاطر اور اس کی اصلاح کی خاطر اور اس کو سبق یاد ہونے کی خاطر اور طالبعلم اپنی شرارت سے باز آنے کی خاطر اپنے شاگرد کو تین چھڑی سے زائد مارے تو کیا یہ جور وظلم ہوگا، اور عنداللہ ظالم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹے بچوں کو بغیر چھڑی وغیرہ کے صرف ہاتھ سے وہ بھی انکے تحمل کے موافق تین چپت تک مارسکتا ہے، وہ بھی سر اور چہرہ کو چھوڑ کر یعنی گردن اور کمر پر، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، ورنہ بچہ قیامت میں قصاص لیں گے، بچوں پر شفقت اور نرمی کی جائے، اب پیٹنے کا دور تقریباً ختم ہوگیا، اس کے اثرات اچھے نہیں ہوتے، بچے بے حیا اور نڈر ہوجاتے ہیں، مار کھانے کے عادی ہوکر یاد نہیں کرتے، بلکہ اکثر تو پڑھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں، شامی میں یہ مسئلہ مذکور ہے، اس سلسلہ میں حدیث بھی نقل کی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۲ھ

بچوں کو سزا دینے کی حد

سوال:۔ اساتذہ تلامذہ کو لکڑی سے مارتے ہیں، اور بعض حضرات تو بڑی بے رحمی

---

[1] وان وجب ضرب ابن عشر علیها بیدلابخشبة (قوله بید) ای ولا یجاوز الثلاث وکذا المعلم لیس له ان یجاوز هاقال علیه الصلوٰة والسلام لمرداس المعلم ایاک ان تضرب فوق الثلاث فانک اذاضربت فوق الثلاث اقتص اللّٰه منک، درمختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۳۵۲/ اول کتاب الصلوٰة، ایضا شامی زکریا ص ۶۱۶ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، قبیل احیاء الموات، طحطاوی علی الدر ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الصلوة، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

سے مارتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''ھی فرض عین علیٰ کل مکلف وان وجب ضرب ابن عشر علیھا بید لابخشبة لحدیث مرواولادکم بالصلوٰة وھم ابناء سبع واضربواھم علیھا وھم ابناء عشر اھ درمختار قال الشامی : فی قوله بیدای ولا یجاوز الثلاث وکذالک المعلم لیس له ان یجاوزھا قال علیه الصلوٰة والسلام : لمرد اس المعلم ایاک ان تضرب فوق الثلاث فانک اذاضربت فوق الثلاث اقتص اللّٰه منک اھوظاھره انه لایضرب بالعصافی غیرالصلوٰة ایضاً(قوله لابخشبه) ای عصا ومقتضی قوله بید ان یراد بالخشبة ماھوالا عم منھا ومن السوط افاده (قوله لحدیث الخ)استدلال علی الضرب المطلق واما کونه لابخشبة فلان الضرب بھا وردفی جنایة المکلف اھ ردالمحتار ، ج ۱ / ۲۳۵ / ''[۱]

عبارت منقولہ سے امر مسئول عنہ کا حکم بالتفصیل معلوم ہوگیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بچوں کو سزا دینے کی حد

سوال:۔ تعلیم وتربیت دونوں کے لئے بسا اوقات تضریب کی ضرورت پڑتی ہے، تو کیا اس پر عنداللہ مواخذہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بقدرِ ضرورت ایک دوتین چپت تحمل کے موافق گردن اور کمر پر مارنے کی گنجائش ہے

[۱] درمختار مع الشامی زکریا ، ج ۲ ص ۵ ومطبوعہ کراچی، ج ۱ ص ۳۵۲ اول کتاب الصلوٰة.

لکڑی یا کوڑے یا جوتے وغیرہ سے اجازت نہیں، حق سے زائد مارنے پر یہ بچے قیامت میں قصاص لیں گے [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرارت پر بچوں کو سزا کتنی دیجائے

سوال: ۔طلباء کو ان کی شرارت پر یا سبق یاد نہ کرنے پر ہاتھ سے قمچی سے پٹائی کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کی جاسکتی ہے تو کتنی قمچی تک، جواب سے براہِ کرم مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قسم شرارت اور مزاج کے ساتھ قوت برداشت کی رعایت لازم ہے، چھوٹے بچے کو تین چپت سے زیادہ نہ ماریں، وہ بھی سر اور چہرے پر نہیں اور قمچی سے سزا نہ دیں، بڑوں کو زیادہ کی سزا بھی دے سکتے ہیں، جب کہ کم سزا مفید نہ ہو اور زیادہ کے مفید ہونے کی توقع ہو اور زیادہ سزا اقل حد تک نہ پہنچے [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱/۲/۸۹ھ

---

[۱] والخامس أن لایضرب الصبیان ضربا مبرجاً ولایجاوز الحد فانه یحاسب یوم القیامة، عالمگیری، ج۵/ص ۳۷۹/ مطبوعه کوئٹه)کتاب الکراهیة الباب الثلاثون فی المتفرقات) یضرب الصغیر بالید لابالخشبة ولایزید علیٰ ثلاث ضربات الخ شامی زکریا، ج۹/ص ۶۱۶/مطبوعه کراچی، ج۶/ص ۴۳۰/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، قبل احیاء الموات، طحطاوی علی الدر ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الصلوة مطبوعه دار المعرفة بیروت.

[۲] وان وجب ضرب ابن عشر علیها بید لابخشبة (قوله بید) ای لا یجاوز الثلاث وکذا المعلم لیس لهٗ ان یجاوز ها، درمختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۳۵۲/اول کتاب الصلوٰة، والخامس ان لا یضرب الصبیان ضربا مبرجا ولا یجاوز الحد فانه یحاسب یوم القیامة الخ عالمگیری ص ۳۷۹ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون، فی المتفرقات، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی الدر ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الصلوة، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھانے کی سزا

سوال:۔ ہم لوگ کریشر میں کام کرنے گئے تھے، ایک روزہ چند مسلمانوں اور غیر مسلموں نے مل کر کھانا کھایا، میں نے پہلے کھایا، بعد میں سب نے کہا کہ یہ تو چماروں کا کھانا تھا، میری برادری نے حقہ پانی بند کر دیا ہے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ چمار ہیں، میرا ایمان باقی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلطی سے ناواقفیت کی بناء پر اگر خدانخواستہ ناپاک یا مردار کھالے، تب بھی ایمان ضائع نہیں ہوتا ہے[۱]، ہاں معلوم ہونے پر توبہ استغفار کرے، اگر ناپاک یا مردار نہیں تو معاملہ بالکل صاف ہے[۲]، برادری کو چاہئے کہ حقہ پانی بند نہ کرے، بلکہ بلا کراہت اپنے ساتھ رکھے۔[۳]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۳/۴/۹۰ھ

---

[۱] ان اللّٰہ تجاوز عن امتی الخطأ والنسیان الحدیث ابن ماجه شریف، ص ۱۴۸/ ابواب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی.

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی امت سے خطاء اور نسیان کو درگذر فرما دیا ہے۔

[۲] ولم یذکر محمد الا کل مع المجوس ومع غیرہ من اھل الشرک انه ھل یحل ام لا، وحکی عن الحاکم الامام عبد الرحمن الکاتب انه ان بتلی به المسلم مرة اومرتین فلابأس به الخ عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۷/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراھیة، الباب الرابع عشر الخ، البحر الرائق ص ۲۰۴ ج۸ کتاب الکراھیة، فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۳] قال رسول اللّٰه ﷺ لایحل للرجل أن یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال الحدیث، مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۷/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب ماینھٰی عنه من التھاجر الخ.

ترجمہ:۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

غیروں سے تعلق رکھنے پر ترک تعلق کی سزا

سوال:۔ایسے مسلمانوں کے ساتھ جو غیرمسلموں کے ہرایک کام میں حصہ لیتے ہیں، یا حصہ لے رہے ہیں، کیاان کے ساتھ ترک تعلقات کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر وہ خوش ہوکر حصہ لیتے ہیں توان کو سمجھا یا جائے، کہ کتنی خطرناک بات ہے، مگر ہر شخص خود سمجھانے کاارادہ نہ کرے، بلکہ کسی بزرگ یاعالم کے ذریعہ فہمائش کرادی جائے، آج کل عموماً ترک تعلقات سے اصلاح نہیں ہوتی ،نہ اس کا نباہ ہوتا ہے، بلکہ آہستہ آہستہ لوگ ملنا شروع کردیتے ہیں، پھربعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ترک تعلق کرنے والوں ہی سے لوگ کٹ جاتے ہیں ہاں اگر کسی جگہ اصلاح مظنون ہوتو ترک تعلق کی اجازت ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲/۸/۹۰ھ

بدچلنی سے روکنے کے لئے کسی عضوکو معطل کردینا

سوال:۔ایک شریف خاندان کی لڑکی آوارہ اورسخت بدچلن ہوگئی ہے، بہر چند روک تھام کی جاتی ہے، مگرکوئی تدبیر کارگرنہیں ہوتی، ایسی صورت میں کسی دواسے یاکسی عمل سے لڑکی مذکورہ کے جسم کے کسی حصہ کو بے حس وحرکت بنادینا جائز ہے یانہیں؟

---

[۱] وقولہ (نہیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن کلامنا ایھا الثلاثة) ھو دلیل علیٰ وجوب ھجر ان من ظھرت معصیتہ فلایسلم علیہ الا ان یقلع وتظھر توبتة .المفھم شرح تلخیص المسلم ، ج۷/ص ۹۸/ کتاب الرقاق، باب یھجر من ظھرت معصیتہ، مرقات ص۱۶۷ج۴ باب ما ینھٰی عنہ من التھاجر الخ مطبوعہ بمبئی، نووی علی المسلم ص۳۱۶ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالکؓ الخ مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال بہت مجمل ہے، جس سے صاف طور پر مطلب حل نہیں ہوتا، اگر یہ مقصود ہے کہ کسی عضو کو معطل کر دیا جائے یا قطع کر دیا جائے، تا کہ اس کی بدچلنی موقوف ہو جائے، تو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختصاء کی اجازت نہیں دی، ''واما خصاء الأدمی فحرام اھ درمختار، ج۵/ص ۲۷۵/[1]

''عن ابی ہریرۃؓ قال قلت یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انی رجل شاب وانا اخاف علی نفسی العنت ولا اجد ماأتزوج بہ النساء کانہ یستاذنہ فی اختصاء قال فسکت عنی ثم قلت مثل ذٰلک فسکت عنی ثم قلت مثل ذٰلک فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یااباہریرۃ جف القلم بما انت لاق فاختص علیٰ ذٰلک اوذر ''رواہ البخاری، اھ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۰/[2] قولہ فاختص علیٰ ذٰلک اوذرلیس ھذا اذناً فی اختصاء بل توبیخ ولوم علیٰ الاستیذان فی قطع عضو بلا فائدۃ. مرقاۃ[3] حاشیہ مشکوٰۃ، ص ۲۰/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

بیوی کو خطا پر سزا دینا

سوال:۔ اپنی بیوی کو کس کس کام کے لئے مارنا جائز ہے، اور کس جگہ جائز ہے، اور کس جگہ ناجائز ہے، اگر مارے تو شریعت شریف میں کیا حکم ہے؟ مرد اپنی بیوی سے کیا کیا خدمت لے سکتا ہے؟

---

[1] درمختار مع علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۵۷/مطبوعہ کراچی، ج۶/ص ۳۳۸/ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، سکب الانہر ص ۲۲۲ ج۴ کتاب الکراھیۃ، فصل فی المتفرقات، ھدایہ ص ۴۷۴ ج۴ کتاب الکراھیۃ، مسائل متفرقۃ، مطبوعہ تھانوی دیوبند.

[2] مشکوٰۃ، ص ۲۰/ (مطبع یاسر ندیم دیوبند) کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، الفصل الاول.

[3] مرقاۃ، ج۱/ص ۱۳۳/ (مطبوعہ بمبئی) المصدر السابق.

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ زوجہ اپنے شوہر کی بے حرمتی کرے یا کسی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولے اور اس سے ہنسی مذاق کرے، یا چھوٹے بچے کو رونے کی وجہ سے مارے، یا شوہر کے حقوق میں حکم عدولی کرے، یا کوئی ایسا گناہ کرے، جس پر شرعاً حد مقرر نہیں ہے، تو ان سب صورتوں میں مارنا جائز ہے، اور جب شوہر ناحق مارے گا تو گنہگار ہوگا۔ والبسط فی البحر، ج ۵/ص ۴۹/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۹ھ

شوہر کو حق تعزیر

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی اشرف علی صاحبؒ اپنے بہشتی زیور میں بچہ کو دودھ پلانا عورت پر واجب کہتے ہیں اور عورت کے انکار پر مرد کو جبر کرنے کا حکم نہیں تو اس لئے جب واجب پر جبر کرنے کا حکم نہیں، تو نماز روزہ فرض ہے، اس پر عمل کرانے میں کیا حکم ہے، اور عورت کہنے سے عمل نہ کرے، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں عبارتیں بحوالہ حصہ وصفحہ تحریر کریں، نماز، روزہ، اگر ترک کرے تو مرد کو حق ہے کہ

---

[1] وینبغی ان یلحق به ما اذا ضربت الولد الذی لایعقل عند بکائه ومنه اذا شتمته اومزقت ثیابه اوأخذت لحیته اوقالت له یاحمار ومنه مااذا کشفت وجهها لغیر محرم او کلمت اجنبیاً الخ البحر الرائق، مختصراً، ج۵/ص ۴۹ (مطبوعه الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، النهر الفائق ص۱۷۲-۱۷۳ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۲۱۱ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی کراچی، ص۷۷ ج۴ باب التعزیر، شامی زکریا ص۱۲۸ ج۶.

اس کو مناسب سزا دے، ایسے ہی ہر معصیت پر جس میں کہ حد مقرر نہیں۔کذا فی البحر الرائق، ج ۵ / ص ۵۳ / [2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

سور کا گوشت بکرے کا بتا کر فروخت کرنیوالے کا حکم

سوال:۔ یہاں پر ایک دردناک واقعہ رونما ہوا، ایک مسلم قصائی نے سور کا گوشت عرصہ تک بکرے کا گوشت کہہ کر فروخت کیا، اچانک یہ راز فاش ہوگیا، اوراس کو پولیس کے حوالہ کردیا گیا، اب آپ سے گذارش ہے کہ آپ شریعت محمدی کی رو سے اس کے لئے سزا بیان فرمائیں، اور جن لوگوں نے دھوکہ سے وہ گوشت کھایا ہے ان کے لئے کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مسلمان نے جھوٹ بول کر سور کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر مسلمانوں میں فروخت کیا اور یہ بات واقعۃً صحیح ثابت ہے تو یہ شخص خدا کا بھی مجرم ہے، اور مسلمانوں کا بھی مجرم ہے، اگر شرعی حکومت ہوتو اس کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو [2]، جن لوگوں نے بے خبری میں ایسے گوشت کو کھایا ہے، وہ استغفار کریں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۸/۶ھ

---

[1] والمعنیٰ الجامع للکل انها اذاارتکبت معصیة لیس فیها حد مقدر فان للزوج أن یعزرها الخ البحر الرائق، ج۵/ص ۴۹/(مطبع کوئٹه) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، بدائع زکریا ص ۲۵۱ کتاب النکاح، حکم النکاح الصحیح الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۱۲۹ ج۶ باب التعزیر.

[2] کل من ارتکب منکراً او آذی مسلما بغیر حق بقوله اوبفعله وجب علیه التعزیر البحر الرائق، ج ۵/ص ۴۳/(مطبوعه الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۱۳ ج۶ باب التعزیر.

دھوکہ سے خنزیر و کتّے کا گوشت لوگوں کو کھلانا

سوال:۔ جو شخص خنزیر یا کتے کا گوشت لوگوں کو کثرت سے دھوکہ دیکر کھلا چکا ہو تو معلوم ہونے کے بعد اس کی شریعت میں کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ سخت تعزیر کا مستحق ہے[1]، جس کی تعیین امام کی صواب دید پر ہے، جس کو تعزیر کا حق ہے، عوام تو اتنا ہی کر سکتے ہیں آئندہ اس پر اعتماد نہ کریں، اس سے میل جول نہ رکھیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۴ھ

شادی میں گولہ داغنے کی سزا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ منصرف کے لڑکے کی شادی تھی ، بارات کے دن جب کہ منصرف گھر پر موجود نہیں تھے، تین چار میل کے فاصلہ پر ایک بازار گئے ہوئے تھے، ان کے بھانجے نے جو دوسرے گاؤں کا رہنے والا ہے، ایک گولہ داغ دیا، شام کو قریب

---

[1] کل مرتکب معصیة لاحد فیها، فیها التعزیر الخ ،الدرالمختار علی الشامی زکریا ،ج۶/ص ۱۱۳/ کتاب الحدود، باب التعزیر ، البحر الرائق ص۴۳ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة، هو دلیل علیٰ وجوب هجران من ظهرت معصیته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ،ج۷/ص۹۸/(مطبوعه دارابن کثیر بیروت) کتاب الرقاق باب یهجر من ظهرت معصیته، مرقات ص۱۶۷ ج۴ باب ما ینهٰی عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص۳۱۶ ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعبؓ بن مالک الخ مطبوعهه رشیدیه دهلی.

بارات روانہ ہوئی، اور راستہ میں ان کے ساتھی مسمیٰ جمیل الدین نے منصرف سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے ساتھ گولے بھی ہیں، اور مکان پر داغے جائیں گے، اس کی تحقیق کرلو، اگر ایسا ہے تو میں نہیں جاؤنگا، چنانچہ منصرف نے اس شخص کا پتہ لگایا تو اس کے پاس گولہ برآمد ہوا، جس کو انہوں نے چھین لیا، اور پھر داغا نہیں گیا، اس سلسلہ میں گاؤں والوں نے ۵۱؍روپیہ جرمانہ کیا اور ان کے ساتھیوں پر پانچ جمعہ مسجد میں پانی بھرنے کی سزا دیدی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صورت مسئولہ میں جب کہ منصرف کسی طرح ان کا
معاون وحامی نہ تھا، اس پر یہ تعزیر جائز ہے یا نہیں؟

(۲) گاؤں ایک برادرانہ پنچایت میں جھگڑے کے اندیشہ سے منصرف حاضر نہیں ہوا، تو گاؤں نے اس کی غیر حاضری کی بناء پر برادری سے خارج کر دیا، اس کا یہ اخراج شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟ منصرف کسی خطا اور جرم کی بناء پر مطلوب بھی نہ تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر واقعہ اسی طرح ہے تو منصرف کو تعزیر کرنا سزا دینا شرعاً درست ہی نہیں[۱]

(۲) بلا جرم برادری سے خارج کرنے کا حق نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶؍۷؍۱۳۹۹ھ

---

[۱] الالایجنی جان الاعلی نفسه الحدیث، ترمذی شریف، ج ۲؍ص ۳۸؍ابواب الفتن، باب ماجاء فی تحریم الدماء والاموال (مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ:. آگاہ ہوجاؤ کہ ہر مجرم کے گناہ کا وبال صرف اسی کے اوپر پڑتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل : مالی جرمانہ کے احکام

گناہ پر مالی جرمانہ

سوال:۔اگر کسی مسلمان سے گناہِ کبیرہ یا صغیرہ صادر ہوجائے، تو توبہ شرعی کے بجائے، تاوان یا جرمانہ اس سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ جرمانہ شریعت کے اندر ہے، یا نہیں؟ لیکن صحیح احادیث نبویہ وقدسیہ وکتب فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ دین اسلام کے اندر جرمانہ نہیں بلکہ گناہ کی جزا صرف توبہ اور قصاص کے بدلہ قصاص ہے، اور اگر کسی کو توبہ کے بجائے جرمانہ عائد کیا جائے، مثلاً کسی نے زنا کیا یا نماز وغیرہ کو ترک کردیا تو ایسے فاسق آدمی پر جرمانہ عائد کیا جائے، بدون توبہ شرعی کے تو اس جرمانہ کے روپیہ کو کہاں خرچ کیا جائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً

تعزیر اپنے ماتحت پر گناہوں کی وجہ سے حسب حال کی جاسکتی ہے، مالی جرمانہ درست نہیں، ابتداء میں مالی جرمانہ تھا، پھر منسوخ ہوگیا"**في المجتبیٰ کانت في ابتداء الاسلام ثم نسخ الخ** درمختار، **والحاصل ان المذهب عدم التعزير بأخذ المال الخ** شامی[1]،

امام طحاویؒ نے حدیث "**لايحل مال امرء مسلم الابطيب نفس منه**" کو ناسخ بتایا ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج ۶/ص ۱۰۶/ مطبوعه کراچی، ج ۴/ص ۶۱/ کتاب الحدود باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج ۵ کتاب الحدود،(بقیہ آئندہ پر)

مالی جرمانہ لینا اور اس کو مسجد میں صرف کرنا

سوال: ۔ایک برادری میں چند قوانین مقرر ہیں، اور وہ ان کی خلاف ورزی سے سیاسۃً بطور جرمانہ کچھ رقم وصول کرتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ رقم مذکورہ کو مصارف مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سوال تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذہب معتمد علیہ یہ ہے کہ ایسا جرمانہ ناجائز ہے، اگر کچھ رقم بطور جرمانہ وصول کرلی ہے، تو اس کی واپسی ضروری ہے، مسجد وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں، ''قال فی الفتح وعن ابی یوسف رحمة اللّٰه تعالیٰ يجوز التعزير للسطان بأخذالمال وعندهما وباقی الائمة لايجوز ومثله فی المعراج وظاهره ان ذٰلک رواية ضعيفة عن ابی يوسف قال فی الشرنبلا ليه : ولايفتیٰ بهٰذا لمافيه من تسليط الظلمة علیٰ أخذ المال للناس فيما ياكلونه اھ ومثله فی شرح الوهبانية عن ابن وهبان وافادفی البزازية : ان معنی التعزير بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عنده مدةً لينزجرثم يعيد الحاكم اليه لاأن يأخذه الحاكم بنفسه اولبيت المال كمايتوهمهٔ الظلمة ولايجوز لاحدمن المسلمين اخذ مال احدبغير سبب شرعی وفی المجتبنی : لم يذكر كيفية الاخذ واری ان يأخذ هافيمسكها فان أيس من توبته يصرفها الی مايری وفی شرح الأثار التعزير بالمال كان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ والحاصل ان المذهب عدم التعزير بأخذ

(گذشتہ کا بقیہ) فصل فی التعزير، مطبوعه كوئٹه، سكب الانهر ص۳۷۶ ج۲ فصل فی التعزير، دار الكتب العلمية بيروت.

۲ وفی شرح الآثار التعزير بالمال كان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ الخ البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ كتاب الحدود، فصل فی التعزير، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص ۱۶۴ ج۳ دار الكتب العلمية بيروت.

المال اھ ردالمختار، ج۳/ص ۲۷۵[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۳/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ج ۲/۶۰ھ

انسداد جرائم کے لئے مالی جرمانہ

سوال:۔ جب کہ حالات بگڑ چکے ہیں جرائم مختلف ہیں اس کے انسداد کے لئے جسمانی سزا (زدوکوب) کے بجائے مالی سزا (جرمانہ) کر سکتے ہیں یا نہیں، چونکہ مار پیٹ میں شدید اختلاف خطرات کا سامنا ہے، اس لئے مالی سزا (جرمانہ) کر کے معاشرہ کو سدھارنے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ بھی علماء متاخرین میں مولانا عبدالحی صاحبؒ کا فتویٰ موجود ہے، جواز کا اور امام ابو یوسف کا قول ہے، مالی سزا کا پھر جرمانہ سے متعلق چند علماء بر بناء قول جمہور ائمہ عدم جواز کے قائل ہیں، علماء حق کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز اور کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ ابن نجیم نے تعزیر کی تعریف وتنویع کے بعد لکھا ہے:۔

’’ولم یذکر محمد التعزیر باخذ المال وقد قیل روی عن ابی یوسف ان التعزیر من السلطان باخذ المال جائز کذافی الظهیرة وفی الخلاصة: سمعت عن ثقة ان التعزیر باخذ المال ان رای القاضی ذالک والوالی جاز ومن جملة ذٰلک رجل لا یحضر الجماعة یجوز تعزیرہ باخذ المال اھ وافاد فی البزازیة : ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساک شئی من مالهٗ

[۲] ردالمحتار، ج۴/ص ۶۱/ مطبع کراچی مطبوعہ زکریا، ج۶ص ۱۰۵ کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، النهر الفائق ص ۱۶۴ ج۳ فصل فی التعزیر، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر، فصل فی التعزیر، ص ۳۷۱ ج۲، دار الکتب العلمیة بیروت.

عندمدة لينزجر ثم يعيده الحاكم اليه لا ان ياخذه الحاكم لنفسهٖ اولبيت المال كما يتوهمه الظلمة اذلايجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعي وفي المجتبىٰ : لم يذكر كيفية الاخذ وارى ان ياخذ هافيمسكها فان أيس من توبته يصرفها الىٰ مايرىٰ وفى شرح الآثار التعزيربالمال كان فى ابتداء الاسلام ثم نسخ الخ والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال الخ[1] **البحر الرائق ، ج۵/ص ۶۸/ .**

منقولہ عبارات سے معلوم ہوا کہ تعزیر بالمال (مالی جرمانہ) منسوخ ہے، اور مذہب معتمد قابل عمل اس کا عدم جواز ہے، اور امام ابو یوسفؒ کی طرف اس کی نسبت ضعیف ہے، منسوخ پر نہ عمل کیا جاسکتا ہے، نہ فتویٰ دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ شرح عقود رسم المفتی میں ہے[2] منکر اور فاحشہ سے روکنے کے لئے ترک تعلق کی سزا دی جاسکتی ہے[3] (اگر مفید ہو) "**لقوله تعالىٰ فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين**" **الاية**[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۱۴۰۰ھ

---

[1] البحر الرائق، ج۵/ص ۴۱/ فصل فى التعزير كتاب الحدود طبع ايچ ايم سعيد پاكستان، شامى زكريا ص۱۰۵ ج۶ باب التعزير، مطلب فى التعزير بأخذ المال، النهر الفائق ص۱۶۴ ج۳ فصل فى التعزير، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ومذهب الحنيفية المنع عن المرجوح حتى لنفسه لكون المرجوح صار منسوخاً، وهو معنى مامر من قول العلامة قاسم ان المرجوح فى مقابلة الراجح ،بمنزلة العدم (شرح عقود رسم المفتى، ۱۸۷/ طبع زكريا ديوبند)

[3] هواى (حديث كعب بن مالک)دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (المفهم ،ج۷/ص ۹۸ / كتاب الرقاق باب يهجر من ظهرت معصيته)، طبع دار ابن كثير دمشق بيروت، مرقات ص۱۶۷ ج۴ باب ما ينهٰى عنه من التهاجر الخ، مطبوعه بمبئى، نووى على المسلم ص۳۱۶ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالکؓ الخ مطبوعه رشيديه دهلى.

[4] سورة انعام ،الاية ۶۸/

ترجمہ: . پس یاد آ جانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھے۔

قاضی وغیرہ کا مالی جرمانہ لینا

سوال: ۔کیا تعزیراً خذ المال جائز ہے، اور "**ویعزر کل مرتکب منکر الخ**" کونسی تعزیر مراد ہے، مالی یا بدنی، کیا علاقہ کے قاضی کو تعزیر کے طریقہ پر کچھ مال لے لینے کا اختیار ہے؟ ہمارے یہاں پر معمول ہے کہ اگر کسی سے کوئی حرکت خلاف ہو جائے، تو مولوی پیر یا سید اس کو تعزیر لگاتے ہیں، مثلاً یک صد کی روٹی یا روٹی مقرر کر کے اس کے حساب سے نقد دام وصول کر کے یا تو بذات خود خرچ کر دیتے ہیں، یا کسی مکتب مدرسہ میں داخل کر دیتے ہیں، اور سوائے اس کے اور کوئی طریقہ اس لئے چارہ کار نہیں ہوسکتا، اگر تعزیر مالی نہ کی جائے تو بہت کم عبرت ہوتی ہے، کیا طریقہ مسئولہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

تعزیر کے متعلق درمختار[1] میں ہے "**لا باخذ مال فی المذهب بحر**" یعنی تعزیر ضرب، حبس، فرک اذن وغیرہ سے ہے، تعزیراً خذ المال جائز نہیں آگے فرماتے ہیں، "**وفيه عن البزازية وقيل يجوز معناه ان يمسكه مدة لينزجر ثم يعيده له فان آئيس عن توبته صرفه الى مايرى وفى المجتبى انه كان فى ابتداء الاسلام ثم نسخ**"، (ج ۲/ص ۴۱۰) مجتبیٰ کی عبارت بتلاتی ہے، کہ تعزیر باخذ المال ابتداء اسلام میں جائز تھی، پھر منسوخ ہوگئی، "**قال الطحطاوی تحت قول الدرثم نسخ لئلا یکون ذریعة الیٰ اخذ الظلمة اموال الناس بغیر حق**"، (ج ۲/ص ۴۱۱)[2]

---

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج۴/ص ۶۱/ مطبوعه زکریا، ج ۶/ص۱۰۵/ کتاب الحدود باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۶۴ ج۳ فصل فی التعزیر دار الکتب العلمية بیروت.

[2] طحطاوی علی الدر ص ۴۱۱ج۲ کتاب الحدود، باب التعزیر.

[3] عالمگیری، ج ۲/ص ۱۶۷/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الحدود، الباب السابع فی حدالقذف والتعزیر، فصل فی التعزیر، مجمع الانهر ص ۳۷۱ج۳ کتاب الحدود (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صرف امام ابویوسفؒ کے نزدیک شرعی قاضی اور والی کے لئے تعزیراً اخذ المال جائز ہے وہ بھی جب کہ بعد توبہ مال واپس کردیا جائے، اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج۲رص ۱۶۷/۲ میں ہے "عن ابی یوسفؒ یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الائمة لایجوز کذافی فتح القدیر ومعنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساک شئی من مالهٗ عنده مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه لاان یاخذ ہ الحاکم لنفسه اولبیت المال کمایتوهمه الظلمة اذلا یجوز لأحد من المسلمین اخذ مال احدبغیر سبب شرعی کذا فی البحر الرائق "

اگراس اطراف کے قاضی سید پیر مولوی شرعی قاضی اور والی کا تسلط اور حکم رکھتے ہیں توان کے لئے صرف امام ابویوسفؒ کے نزدیک تعزیراً خذا لمال جائز ہے، شرعی طور پر بشرطیکہ مرتکب فعل شنیع کا مال اس کے توبہ کرنے کے بعد واپس کردیں، یا اگر وہ توبہ نہ کرے تو وہ مال اپنے کام میں نہ لاویں بلکہ صرف مصرفِ خیر پرخرچ کردیں[1] ورنہ تعزیراً خذ المال جائز نہیں، قاضی شرعی کے شرائط پرنظر کرتے ہوئے ہرگز توقع نہیں کہ وہاں کے سید اور پیر قاضی شرعی کا حکم رکھتے ہیں، لہٰذا تعزیراً خذ المال ان کیلئے جائز نہیں، اور تعزیر میں مال لے کر اپنے خرچ میں لانا کسی کے نزدیک کسی کے لئے جائز نہیں، اگر تنبیہ کی ضرورت ہو تو مقاطعہ اور ترک موالات سے کرنا چاہئے، "ویعزر کل مرتکب منکر " کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فصل فی التعزیر ع دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۳۴۵ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر ص ۴۱ ج۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه.

(صفحه هذا) [1] فان أیس من توبته یصرفها الیٰ مایریٰ الخ. البحرالرائق، ج۵/ص ۴۱/ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مجمع الأنهر ص۳۷۲ ج۲ دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۶۱ ج۴ باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال.

اس سے کونسی تعزیر مراد ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۱/۵۱ھ

الجواب صحیح عبداللطیف عفا اللہ عنہ، صحیح عبدالرحمٰن عفی عنہ مفتی مظاہر علوم ۲/۱۱/۵۱ھ

ناجائز تعلق کی بنا پر مالی جرمانہ عائد کرنا

سوال:۔زید کی بیوی اور بکر میں ناجائز تعلق پیدا ہو گیا، گاؤں والوں نے بکر پر کچھ روپیہ جرمانہ کے طور پر عائد کیا، بکر نے وہ روپیہ دیدیا، تو کیا وہ روپیہ دین کے کام میں لگایا جا سکتا ہے؟ مثلاً مسجد کی تعمیر یا بچوں کے معلم کی تنخواہ میں دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالی جرمانہ درست نہیں، جو لیا ہے واپس کر دیا جائے، کسی اور کام میں خرچ نہ کیا جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ

مالی جرمانہ اور اسکا مصرف

سوال:۔گاؤں میں جو پنچایت کے ذریعہ زانی، مجرم، ظالم، موذی پر جرمانہ کیا جاتا ہے، یہ جرمانہ کرنا اور تاوان لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو یہ رقمیں کہاں اور کن کاموں میں صرف کرنا چاہئے؟ یا انہی لوگوں کو واپس کر دینا چاہئے، اس صورت میں پنچایت کی کوئی وقعت نہیں رہے گی، اور نہ انہیں کوئی خوف دامن گیر ہوگا، بتلایئے ان لوگوں کا کیا کیا جائے، جو یہ راہ راست پر آ جائیں، پھر کسی برائی پر آمادہ نہ ہوں۔

---

[1] وعند ابی یوسفؒ یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الائمة الثلاثة لایجوز ومعنی التعزیر بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عنده مدةً لینز جر ثم یعیده ه الخ عالمگیری، ج۲/ص ۱۶۷/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الحدود، الباب السابع الخ فصل فی التعزیر، البحر الرائق ص ۱۴ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۳۷۱ ج۲ مطبوعه دار الکتب بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

مالی جرمانہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں منسوخ ہے، اگر لیا ہو تو اسکی واپسی لازم ہے[1]، انسداد جرائم کے لئے ارشاد تلقین، تذکیر، تزکیۂ باطن کی ضرورت ہے، تاکہ دل میں خوف وخشیت پیدا ہو، جنت ودوزخ کا استحضار، قبر قیامت، حشر، حساب، کتاب، خدائے قہار کی عظمت اوراس کے انعامات کا مراقبہ لازم ہے، تاکہ اعمال صالحہ اوراخلاق فاضلہ کی رغبت ہو ورنہ محض سختی سے اصلاح نہیں ہوتی، اگر ہوتی ہے تو عارضی ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸ ؍ربیع اول ۷۰ھ

برادری والوں کا مالی جرمانہ عائد کرنا

سوال:۔ یہاں پر بعض برادریوں میں ایسا ہے کہ اگر کسی شخص سے گناہ سرزد ہوجاتا ہے، تو اس سے کچھ روپئے بطور کفارہ کے لیتے ہیں، اوراس کے اوپر یہ بھی لازم کردیتے ہیں کہ مثلاً فلاں جامع مسجد میں پانی بھرو کچھ دنوں تک، مجھے روپیہ لینے پر اشکال تھا، اوراسے تعزیر بالمال سمجھتا تھا، اور تعزیر بالمال حنیفہ کے نزدیک حرام ہے، آج ہی فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ میں دیکھ رہا تھا، تو مولانا جلد ثالث، ص ۴۸ ؍میں لکھتے ہیں ''تنبیہ کے لئے یہ جرمانہ لینا جائز ہے''

الجواب حامداً ومصلیاً

تعزیر زجر وتوبیخ ہی کے لئے ہوتی ہے، خواہ چپت مار کر ہو یا کان پکڑوا کر، اسی مقصد کے لئے روپیہ لیا جاتا ہے، اس کی اجازت نہیں، جو سزا شریعت کی حد کی طرح متعین نہ ہو وہی تعزیر

---

[1] وفی شرح الأثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال الخ شامی کراچی، ج۴؍ص ۶۱ ؍ مطبوعه زکریا، ج۶؍ص ۱۰۶ ؍ کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۶۴ ج۳، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے،[۲] اوراس سے مقصود اصلاح ہے، اسی ذیل میں فقہاء نے مال لینے کو منع فرمایا ہے، جیسا کہ بحر[۱] شامی وغیرہ میں ہے، مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ سے جو کچھ آپ نے نقل کیا ہے، وہ ان سب کتب کے خلاف ہے، اوراس پر مولانا کے دستخط بھی نہیں، اگراس پر فتویٰ دیدیا جائے تو قوم (پنچ) شیر مادر کی طرح ایسا روپیہ کھاتے رہیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۸۸ھ

مالی جرمانہ

سوال: ۔مجرم پر مالی جرمانہ کرنا کیسا ہے اوراسکے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال کا جرمانہ شرعاً ناجائز ہے، اگر مجرم کے ذمہ حقوق العباد ہے تو ان کو ادا کرے یا معاف کرائے، اورخدا کے سامنے صدق دل سے توبہ کرے، امید ہے کہ قصور معاف ہوجائے گا،[۳] اگر آئندہ بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس کو ترک تعلقات کی سزا دیجائے[۴] وفی

---

[۱] والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال الخ البحر الرائق ، ج۵/ص ۴۱/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الحدود فصل فى التعزير

[۲] شامی زكريا ، ج۶/ص۱۰۶/ كتاب الحدود باب التعزير مطلب فى التعزير بأخذ المال، النهر الفائق ص۱۶۴ ج۳ كتاب الحدود، فصل فى التعزير، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] وإن كان عما يتعلق بالعباد فان كانت من مظالم الأموال فيتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فى حقوق اللّٰه على الخروج عن عهدة الأموال وارضاء الخصم فى الحال او الاستقبال بان يتحلل منهم او يردها اليهم او الٰى من يقوم مقامهم من وكيل الخ شرح فقه اكبر ص۱۹۴ بحث التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[۴] نهٰى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عن كلامنا ايها الثلاثة : هو دليل علٰى وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع عنه وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخيص المسلم ص۹۸ ج۷ باب يهجر من ظهرت معصيته الخ، مطبوعه دار ابن كثير بيروت، مرقات ص۱۶۷ ج۴ باب ما ينهٰى عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئى، نووى على المسلم ص۳۱۶ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعبؓ بن مالك مطبوعه رشيديه دهلى.

شرح الأثار التعزير بالمال كان فى ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ والحاصل أن المذهب عدم التعزير باخذ المال، ردالمحتار، ج۳/ص ۲۴۶ /[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف بقلم خود یکم ذی الحجہ ۵۴ھ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مالی جرمانہ

سوال:۔ میرے گھر میں ہرن پلا ہوا تھا، کہ پڑوس کے کتے نے اس پر حملہ کردیا اس پر ہرن بھاگ کر تالاب میں جا گھسا اس کے پیچھے کتا بھی ہولیا، اور وہ بھی تالاب میں گھس گیا، اس کے بعد کتا تو نکل گیا، مگر میرے ہرن کی حالت خراب ہوگئی، لوگوں نے کہا کہ مرجائیگا، اس لئے میں نے اس کو ذبح کردیا، اور لاکر پڑوسیوں کے گھر پر ڈال کر تھانہ میں رپوٹ لکھوادی، تھانہ دار آیا اور پکڑ کر لے گیا، بعد میں چیرمین نے صلح کرادی، کہ ہرن کا گوشت وغیرہ بھی میرے پاس رہے گا، اور ستر ۷۰/روپیہ جرمانہ بھی مجھے دلوادیئے، تو یہ ۷۰/روپیہ جرمانہ لینا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہ لوں تو پڑوسی نادم ہونے کے بجائے اور مزید سرکش ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً

ان لوگوں نے قصداً اپنے کتے کو آپ کے ہرن کو شکار کرنے کے واسطے نہیں چھوڑا اور پکڑنے کے لئے برانگیختہ نہیں کیا، بلکہ کتا از خود اس پر حملہ آور ہوا، اور ہرن جان بچانے کے لئے

---

[1] شامی کراچی، ج۴/ص ۶۱/ مطبوعہ زکریا، ج۶/ص ۱۰۶/ کتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فى التعزير بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ باب حد القذف، فصل فى التعزير، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص ۱۶۴ ج۳ فصل فى التعزر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بھاگا، کتا اس کا تعاقب کرتا رہا، حتی کہ تالاب میں گھس گیا، پھر اس کی حالت خراب دیکھ کر دوسروں کے کہنے پر آپ نے اس کو ذبح کرلیا، فیصلہ میں وہ ہرن بھی آپ کے پاس رہا، اور ہرن کا جرمانہ ۷۰/روپیہ بھی آپ کو ملا، اس صورت میں شرعاً وہ آپ کو لینا درست نہیں ہے، واپس کرنا ضروری ہے[۱]، آپ ایسے طریقہ پر اس کو دیدیں جس سے وہ احسان مند ہوجائے، اوران کو احساس ہو کہ آپ ان کا روپیہ باوجود فیصلہ کے رکھنا نہیں چاہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۸۹ھ

مالی جرمانہ

سوال:۔قومی پنچائت میں یہ قانون سرپنچ اور دیگر اشخاص نے مقرر کیا کہ جس شخص سے کوئی خطا سرزد ہو تو اس کی سزا روپیہ کا جرمانہ ہوگی، لہٰذا یہ جرمانہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال کا جرمانہ ناجائز ہے، احکام شرعیہ کی پابندی کے لئے کوئی دوسری سزا ترک تعلقات وغیرہ کی دی جائے، ''وفرک الاذن وبالکلام العنیف وبنظر القاضی لہٗ بوجہ عبوس وشتم غیرالقذف لابأخذ مال فی المذهب، تنویر والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال ،شامی ،۵/۳۷۵''[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف ۱۲/ذی قعدہ ۵۵ھ

---

[۱] والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال الخ شامی زکریا ،ج۶/ص ۱۰۶/ وکراچی، ج۴ص ۶۲ کتاب الحدود باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، مجمع الانهر ص ۳۷۱ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۳۴۵ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه.

[۲] شامی مطبع زکریا، ج۶ ص۱۰۵ وکراچی، ج۴ص ۶۱ کتاب الحدود باب التعزیر، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گورکنی میں شرکت نہ کرنے والے پر مالی جرمانہ

سوال:۔ جب کوئی فوت ہوجاتا ہے، سب مل کر بلا اجرت قبر کھودتے ہیں، یہاں کے ذی اثر حضرات تنبیہاً وسیاسۃً وانتظاماً تجویز کیا کہ جو شخص گورکنی میں شرکت نہ کرے اس سے ۴؍روپیہ جرمانہ وصول کیا جائے، اور اس سے قطع تعلق ترک موالات کیا جائے، چنانچہ لوگ اس کی وجہ سے جنازہ وغیرہ میں شرکت کرنے لگے وعلی ہذا نماز وغیرہ میں۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ تجویز صرف مصلحت دینی کے اعتبار سے انتظاماً مباح ہے، یا مکروہ یا حرام؟ اگر مکروہ ہے تو اس مصلحت کی وجہ سے اس کا تحمل درست ہے یا نہیں؟ سوم اس جرمانہ کو کسی کی طرف سے تصدق کردیا جائے، تو کیا حکم، چہارم اگر صاحب جرمانہ سرپنچ کو تصرف جائز کی اجازت دیدے برضا ورغبت تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر اجرت پر کھدوانا بھی جائز ہے،[1] مگر آپس میں بلا اجرت کھودنا ہمدردی ومروت کی بات ہے، جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے،[2] اس میں سستی کرنا غفلت اور ناعاقبت اندیشی ہے، نماز پنجوقتہ فرض عین ہے، اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، اگر استخفاف کی وجہ سے چھوڑے تو کفر تک نوبت پہنچ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) البحر الرائق ص ۴۰-۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ، عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ.

(صفحہ ہذا) [1] یجوز الاستئجار علیٰ حمل الجنازۃ وحفر القبور الخ قاضیخاں ص ۱۹۰ ج ۱ باب فی غسل المیت وما یتعلق بہ، مطبوعہ کوئٹہ، بحر ص۱۷۴ ج۲ کتاب الجنائز، مطبوعہ کوئٹہ. در مختار مع الشامی زکریا ص ۹۲ ج۳ باب صلاۃ الجنازۃ.

[2] الصلاۃ علی الجنازۃ فرض کفایۃ الخ عالمگیری ص ۱۶۲ ج ۱ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت، مطبوعہ کوئٹہ، بحر ص ۱۷۹ ج۲ کتاب الجنائز، مطبوعہ کوئٹہ النہر الفائق ص ۳۹۰ ج۲ باب صلاۃ الجنائز، فصل فی الصلاۃ علی المیت، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

جاتی ہے[1]جو شخص نماز چھوڑے اس سے تعلقات چھوڑ دینے چاہئیں، جب تک وہ توبہ نہ کرے اور نماز کا پابند نہ ہو[2] مال کا جرمانہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی وحاکم کے لئے جائز ہے، اور بعد توبہ واپس کر دینا چاہئے، اگر مجرم توبہ نہ کرے تو پھر مصرف خیر پر صرف کرنا جائز ہے، خود رکھنا جائز نہیں، طرفین کے نزدیک مال کا جرمانہ جائز نہیں، لہٰذا احوط یہ ہے کہ مال کا جرمانہ نہ کیا جائے، بلکہ ترک تعلقات وغیرہ دوسری سزائیں مقرر ہوں۔

"عن ابی یوسفؒ ان التعزیر من السلطان بأخذ المال جائز کذا فی الظهیریة وفی الخلاصة سمعت عن ثقة ان التعزیر بأخذ المال ان رای القاضی ذٰلک اوالوالی جاز ومن جملة ذٰلک رجل لایحضر الجماعة یجوز تعزیره بأخذ المال اھ وافادفی البزازیة ان معنیٰ التعزیر بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عنه مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه لاان یأخذه الحاکم لنفسه اولبیت المال کمایتوهمه الظلمة اذلا یجوز لأحد من المسلمین اخذ مال احدبغیر سبب شرعی وفی المجتبیٰ لم یذکر کیفیة الأخذ واری ان یاخذ فیمسکها فان أیس من توبته یصرفها الیٰ ما یریٰ وفی شرح الاٰثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم

---

[1] هی فرض عین علٰی کلی مکلف الیٰ أن قال ویکفر جاحدها وتارکها عمداً مجانةً فاسق الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۴-۵ ج۲ کتاب الصلوة، سکب الانهر ص۱۰۳ ج۱ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۵۰ ج۱ کتاب الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

[2] نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع عنه وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص۹۸ ج۷ باب یهجر من ظهرت معصیته الخ مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص۶۱۷ ج۴ باب ما ینهٰی عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی. نووی علی المسلم ص۳۶۱ ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعبؓ بن مالک الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

نسخ اھ والحاصل ان المذهب عدم التعزير بأخذ المال بحر، ج۵/ص ۱۴۱[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۸/۱۲/۵۲ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذی الحجہ ۵۲ھ

زنا پر مالی جرمانہ

سوال: ۔ چودھری پیر محمد اور ان کے پارٹنر ملا چودھری اور حمید اور متولی مسجد عبد الستار کے بارے میں جو ایک روز نور محمد کے گھر مٹھائی دینے آئے، مٹھائی لینے پر دریافت کیا تو مذکورہ مٹھائی دہندگان نے جواب دیا یہ مٹھائی حرام ہے، ہم نے وہ مٹھائی واپس کر دی، کیونکہ مسلمان حرام نہیں کھاتا ہے، اس پر پیر محمد چودھری نے ہم کو مجرم کہہ کر کے برادری سے الگ کر دیا، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ ایک زانیہ سے لیا گیا زنا کا جرمانہ ایک سو پانچ روپیہ کی مٹھائی چودھریوں نے پوری برادری کے دوسو گھروں کو تقسیم کی مٹھائی تقسیم کرنے سے پہلے چودھری موصوف سوا روپیہ نذرانہ لیکر حرام کا نوالہ کھالیا کرتے ہیں، چودھریوں کا عرصہ دراز سے یہی طریقہ کار رہے زانی اور زانیہ سے روپیہ لیکر بقول خود چودھری موصوف حرام کی مٹھائی پوری قوم کو برادری کا تحفہ کہہ کر کھلاتے رہتے ہیں، جس سے برادری میں زنا کاری کا اضافہ اور بے شرمی اور بے حیائی کا عروج ہوتا رہتا ہے، پس اس سال حقیقت کھل گئی کہ حرام نہ کھانے والے کو برادری سے علیحدہ کر کے چودھری پیر محمد برادری کی اکثریت کو حرام خوری پر مجبور کیا ہے، اس حال میں کہ چودھری موصوف فریب دیکر حرام خوری میں شریک کر کے پوری قوم کو بے شرمی اور بے حیائی کا مرتکب کیا اور ایمان ضعیف کیا، مذکورہ چودھری امام صاحب کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتے ہیں، ہم مسلمان

[1] بحر ص ۱۴۱ ج۵، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، كتاب الحدود فصل في التعزير، شامی زکریا ص ۱۰۵ ج۶ کتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، مجمع الأنهر ص ۳۷۰ ج۲ كتاب الحدود، فصل في التعزير مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ایسے چودھریوں کو کس طرح نوازیں، جنہوں نے عرصہ سے خود حرام کھا کر پوری قوم کو جان بوجھ کر حرام کھلایا ہے، چودھریوں کا حرام کی مٹھائی نہ کھانے والے کو برادری سے بند کردینا (ترک کلام وسلام وشادی بیاہ ومعاملات وغیرہ) اوران کو طعن کرنا ذلیل کرنا غیبت کرنا مروجہ غیرشرعی طریقہ کار سے باز نہ آنے کے لئے غلط پروپیگنڈہ کرنا اورایسے فتنہ جگا کر قوم میں پھوٹ ڈالنا شرعاً کیسا ہے، ایسے لوگوں کو اپنا رہبر اور پیشوا بنانا ان کی اتباع کرنا ان کا احترام کرنا ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

زنا کاری حرام ہے،[1] مگر اس جرم پر مالی جرمانہ کرنا درست نہیں، جرمانہ لیکر اس کی مٹھائی کھانا اور کھلانا جائز نہیں "**والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال**" (شامی[2]) چودھریوں کو یہ مسئلہ بتادیا جائے کہ ان کو لازم ہے کہ اس طریق سے توبہ کریں، ایسی چیزوں میں چودھریوں کی بات پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اور ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے،[3] تمام برادری کو ضروری ہے کہ اپنے چودھریوں کو ایسے خلاف شرع طریقوں سے روکیں، اگر وہ نہ رکیں تو دوسرے متبع شریعت لوگوں کو چودھری تجویز کرلیں، جس نے حرام مٹھائی کھانے سے انکار

---

۱ ان الزنا حرام فی سائر الادیان الخ النهر الفائق ص ۱۲۶ ج۳، کتاب الحدود، دار الکتب العلمية بيروت، بحر ص ۴ ج۵ کتاب الحدود، مطبوعه الماجديه کوئٹه، والزنا کبيرة الخ الزواجر ص ۷۷۹ ج۴ الکبيرة الثامنة بعد الثلاث مائة الخ، مطبوعه نزار مصطفى الباز مکة المکرمة.

۲ شامی کراچی، ج۴/ص ۶۲/ کتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فی التعزير باخذ المال، بحر ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزير، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزير، مطبوعه کوئٹه.

۳ لو قدموا فاسقا یاثمون بناءً علی ان کراهة تقديمه کراهة تحريم لعدم إعتنائه بامور دينه (حلبی کبيری، ص ۴۷۹/ فصل فی الامامة، مطبوعه رحيميه ديوبند)، شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ باب الإمامة قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، النهر الفائق ص ۲۴۲ ج ۱ باب الإمامة، دار الکتب العلمية بيروت.

کردیا اس نے ٹھیک کیا، اس کو برادری سے نکالنا اور سلام کلام شادی بیاہ معاملات نہ کرنا اور لعن طعن کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۷/۸۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

جہاد اور ہجرت کے مسائل

مسئلہ ہجرت

استفسار واستکشاف از مفتیان عظام از جانب مہاجرین بخارا وترکستان در امور مندرجہ ذیل۔

(۱) درفرضیت ہجرت چند شروط مرتب است وکدام وقت ہجرت فرض خواہد وبکدام جائے ہجرت باید کرد۔

(۲) وبعدلزوم ہجرت مردمان آں دیار راچہ باید کرد۔

(۳) آن مہاجرین کہ ازان ملک ہجرت نمودہ اند برذمہ ایشان حق مستضعفین وطن تابچہ حدست یعنی مرد مان باقیماندہ کہ درزیرظلم واسارت کفاراند برمہاجرین بدرجۂ حق دارندیانہ کوشش نمودن مہاجرین برائے خلاصی آنہا ضروراست یانہ شرح مع حوالہ کتب تحریر فرمایند۔

مستفسر شعبہ اتحادیہ بمبئی شاخ انجمن اتحادیہ مہاجرین بخاراوترکستان ودہلی

۱۵/ جمادی الثانی ۵۵ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) چوں کسے بہ اقامت دین خود در بلدہ قادر نبود وبیقین یا بظن غالب می داند کہ در بلدہ دیگر قادر خواہد بود پس برآنکس ہجرت واجب است درآنجا رفتہ حدود دین را استوار و مستحکم کند قال النسفی فی المدارک تحت قولہ تبارک وتعالیٰ الم تکن ارض اللہ واسعة فتهاجروا فيها الآية والآية تدل على ان من لم يتمكن من اقامة دينه فى بلد كما يحب وعلم انه يتمكن من اقامته فى غيره حقت عليه المهاجرة وفى الحديث من فر بدينه من ارض الىٰ ارض وان كان شبراً من الارض استوجبت له الجنة وكان رفيق ابيه ابراهيم ونبيه صلى الله عليه وسلم[1] - درین عبارت دو امر ذکر شدہ است۔

اول من لم يتمكن من اقامة دينه فى بلد كما يحب وآن علت وجوب ہجرت است۔ پس اگر کسے بر اقامت دین قادر بود بر او ہجرت واجب نخواہد بود۔

امر دوئم۔ انه يتمكن من اقامة دينه فى غيره وآن شرط وجوب ہجرت است پس اگر کسے در بلدۂ خود بر اقامت دین خود قادر نبود وبلدہ دیگر کہ ہم درآن بر اقامت دین قادر بود ہم در نظرش نباشد یا بلدۂ چناں در نظرش باشد ولیکن دران بلدہ رفتن نتواند برآنکس ہم ہجرت واجب نیست قال فی التفسیر الاحمدی[2] ان فى بدء الاسلام كانت الهجرة البتة واجبة سواء قدر علىٰ اقامة دينه اولا ولاشك فى نسخه وفى هٰذا الزمان ان لم يتمكن من اقامة دينه بسبب ايدى الظلمة او الكفرة يفرض عليه الهجرة وهو الحق۔

(۲) جوابش از جواب سابق واضح گشت

---

[1] تفسیر مدارک علی هامش الخازن ص ۳۹۴ ج ۱ سورة نساء آیت ۹۷

[2] تفسیر احمدی ص ۲۰۲ سورة نساء آیت ۹۷ مطبوعه رحیمیه دیوبند

(۳) حسب وسعت سعی وتدبیر در تخلیص مظلومان آن دیار واجب است لو اغار اهل الحرب الذین فیهم المسلمون مستامنون علی طائفه من المسلمین فاسروا ذراریهم علی اولٰئک المستامنین وجب علیهم ان یقاتلوهم ویخلصوا المؤمنین من ایدیهم لانهم لایملکون رقابهم فتقریرهم فی ایدیهم تقریر علی الظلم ولم یضمنوا ذلک بخلاف الاموال لانهم ملکوها بالاحراز عندابی حنیفةؒ وقدضمنوا لهم ان لا یتعرضوا اموالهم اھ[۲] تفسیر مظهری.

[۱] تفسیر مظهری ص ۱۲۳ ج ۴ سورة انفال آیت ۷۳ مطبوعه رشیدیه کوئٹه

ترجمہ: سوال:۔ مندرجہ ذیل امور میں مفتیان عظام سے استفسار واستکشاف مہاجرین بخارا وترکستان کی طرف سے ہجرت کی فرضیت میں کتنی شرطیں مرتب ہیں اور کون سے وقت ہجرت فرض ہوتی ہے اور کونسی جگہ ہجرت کرنی چاہئے؟

(۲) ہجرت ہجرت لازم ہونے کے بعد اس دیار کے لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟

(۳) وہ مہاجرین جنہوں نے اس ملک سے ہجرت کی ہے ان کے ذمہ وطن کے مستضعفین کا کس درجہ حق ہے یعنی جو لوگ کفار کے ظلم اور قید میں باقی رہ گئے ہیں مہاجرین پر کس حد درجہ حق رکھتے ہیں یا نہیں۔ مہاجرین ان کے چھٹکارے کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ حوالہ کتب کے ساتھ متحرر فرمادیں۔

ترجمہ: الجواب:۔ جب کوئی شخص کسی شہر میں اپنے دین کو قائم کرنے پر قادر نہ ہو اور یقین یا ظن غالب سے جانتا ہے کہ دوسرے شہر میں قادر ہو جائے گا۔ پس اس شخص پر ہجرت واجب ہے وہاں جا کر دین کے حدود کو استوار و مستحکم کرے قال النسفی فی المدارک الخ اس عبارت میں دو امر ذکر کئے گئے ہیں۔ اول وہ شخص جو اپنے دین کو اپنے شہر میں جیسا چاہتا ہے قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور یہ ہجرت کے وجوب کی علت ہے۔

(۲) دوم دوسرے شہر میں اپنے دین کو قائم کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور یہ وجوب ہجرت کی شرط ہے۔ پس اگر کوئی شخص اپنے شہر میں اپنے دین کے قائم کرنے پر قادر نہیں اور کوئی دوسرا شہر بھی کہ جس میں دین کے قائم کرنے پر قادر ہو اس کی نظر میں نہیں۔ یا کوئی ایسا شہر اس کی نظر میں ہے لیکن اس شہر میں جا نہیں سکتا۔ تو اس شخص پر بھی ہجرت واجب نہیں۔ تفسیر احمدی میں کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت البتہ واجب تھی خواہ وہ اپنے دین کے قائم کرنے پر قادر ہو یا قادر نہ ہو اور اس کے منسوخ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور اس زمانہ میں اگر اپنے دین کو قائم کرنے پر ظالم اور کافروں کے غلبہ اور ظلم کے وقت سے قادر نہیں تو اس پر ہجرت فرض ہے حق یہ بھی ہے۔

(۲) اس کا جواب جواب سابق سے واضح ہو گیا۔

(۳) حسب وسعت اس دیار کے مظلوموں کی رہائی میں سعی وتدبیر واجب ہے لو اغار الخ **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

ازین عبارت معلوم شد کہ اگر درآن دیار مسلمانان بر طریق امن میباشند برآنہا نیز تخلیص مظلومان واجب است واگر قدرت باشد برائے تخلیص قتال ہم ضروری است وہم چنین بر ہر کس حسب وسعت خود اعانت مظلومان آن دیار واجب است و ہر تدبیر وحیلہ کہ درامکان باشد بکار باید آورد۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۵/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۹/ج ۲ ۵۵ھ

ہندوستان سے ہجرت

سوال:۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت کا اندازہ آپ کو بخوبی طور پر ہوگا۔ میرا وطن فیروز آباد میں ہے اور اپنی اس چھوٹی سی عمر میں تین بلوے دیکھ چکا ہوں دو فیروز آباد کے اور ایک علی گڑھ کا فیروز آباد میں ابھی حال کے بلوے میں پولیس اور پی اے سی نے جو جو زیادتیاں کی ہیں وہ سب میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ لہٰذا ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی بے بسی کے مناظر بھی اور اب حکومت کی خاموشی بھی دیکھ رہا ہوں ہم سے جو نفرت کا برتاؤ ہوتا ہے اس کا تجربہ روزانہ ہوتا رہتا ہے یہ باتیں دیکھ کر بڑی دل آزاری کا باعث بنتی ہے جہاں تک ملازمت کا سوال ہے وہ تو آج نہیں تو کل جائے گی اس لئے کہ روزی کا وعدہ تو اس نے کر رکھا ہے مگر دل چاہتا ہے کہ اس گھٹن کے ماحول سے نکل کر کہیں چلے جائیں کسی بھی مسلم

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) اس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ اگر اس دیار میں مسلمان امن کے طریقہ پر رہتے ہوں ان پر بھی مظلوموں کی رہائی واجب ہے اور اگر قدرت ہو تو رہائی کے لئے قتال بھی ضروری ہے۔ اسی طرح سے ہر شخص پر حسب وسعت اس دیار کے مظلوموں کی اعانت واجب ہے۔ اور ہر تدبیر اور حیلہ جو اس کے قدرت میں ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

ملک میں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہندوستان سے ہجرت جائز بھی ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے بھی تو اکیلے ہجرت کرنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور منشاء کے خلاف تو نہیں علاوہ ازیں اگر والدین کو ساتھ لے لیا جائے جو ضروری بھی ہے تب بھی اور عزیز وا قارب کے حقوق کی ادائیگی کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور سب کو ایک ساتھ کہیں اور ہجرت کر جانا ممکن ہے نہیں کوئی بھی ملک ہمیں قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا اس کے علاوہ یہاں کے ماحول سے ڈر کر بھاگ جانے والا کہیں خدا کے نزدیک بزدلانہ فعل تو نہ ہوگا یا خودغرضی میں تو شامل نہ ہوگا میں چاہتا ہوں کہ ساری دشواریوں اور مسائل کے باوجود میں وہ کام کروں جو کار ثواب ہو اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہو سکے دوسری طرف بڑی بڑی تمنائیں بھی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور جہاں آپ نے زندگی گذاری اور جہاں ہمارے بزرگوں نے لق ودق صحراؤں اور پتھریلی چٹانوں کے بیچ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا بیسوں مقامات ہیں جنہیں دیکھنے کو دل تڑپتا ہے جی چاہتا ہے کہ وہیں رہ کر زندگی گزاروں ایک طرف یہاں کی دشواریاں اور میری تمنائیں تو دوسری طرف والدین اور قوم کے حقوق ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں آیا کہیں باہر جانے کے لئے ہاتھ پیر ماروں یا یہیں رہ کر قوم کی خدمت کروں اپنی بیش قیمت رائے دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اسلامی نقطۂ نظر سے کیا صحیح ہے اور خدا میرے کون سے فعل سے خوش ہوسکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ جو پریشان کرتا ہے وہ اسرائیل سے عربوں کی جنگ مسلسل جہاد کا درجہ رکھتی ہے جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ہم ہندوستان کے مسلمان اس جہاد میں حصہ نہ لیکر کہیں خدا کی خفگی تو نہیں مول لے رہے ہیں دوسرے یہ کہ اگر دنیا میں کہیں ہو اور مکہ شریف کے مفتی اعظم نے جہاد کا اعلان کردیا تو آیا ساری دنیا کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو گیا یا الگ الگ ممالک کے مسلمان اپنے ملک کے مفتی کے اعلان کا انتظار کریں گے؟

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

جوشخص کسی مقام پر رہ کر احکام اسلام بجالاتا ہو کوئی رکاوٹ غیر کی طرف سے نہ ہو اس کے ذمہ ہجرت نہیں جو شخص اپنی جگہ احکام اسلام بجالانے پر قادر نہیں غیر کی طرف سے رکاوٹ ہے اور کسی دوسرے پرامن مقام پر جانے کی قدرت رکھتا ہے اور وہاں جاکر احکام اسلام بجالانے سے کوئی رکاوٹ نہیں اس کی ذمہ ہجرت ہے[1]۔ یہ تو اصل کلی ہے اس کو سامنے رکھ کر حالات کا جائزہ لیا جائے جن پریشانیوں میں یہاں ابتلاء ہے۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہاں سے جانے کے اسباب اگر کسی کو میسر ہوں اور دوسری جگہ کی حکومت قبول بھی کرے تب بھی کلی سکون دشوار ہے کیوں کہ وہاں دوسری قسم کی پریشانیاں ہیں ان سے گھبرا کر کسی اور جگہ ہجرت کی فکر ہوگی طریق نبوت پر آج کوئی حکومت نہیں علاوہ ازیں موجودہ پریشانیوں کے اسباب پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ اسباب ہیں خود ہمارے اپنے اخلاق واعمال یہ اخلاق واعمال ہمارے ساتھ ساتھ جہاں بھی ہوں گے وہیں پریشانیاں ہوں گی۔ جیسے کسی جسم میں آتش گیر مادہ ہو جہاں جائے گا وہیں آگ لگے گی۔ کیونکہ دنیا کا کوئی ملک آگ سے خالی نہیں ایسے شخص کے لئے نجات کی یہ صورت نہیں کہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں اور دوسرے سے تیسرے میں جان بچانے کے لئے جائے بلکہ اس کے لئے تو دانشمندانہ تدبیر یہ ہے کہ اس آتش گیر مادہ کی اصلاح کرے پھر جہاں بھی رہے گا امن میں رہے گا جن اخلاق واعمال پر خدائے پاک کا غضب جوش میں آتا اور اس کا قہر نازل ہوتا ہے وہ جب تک ساتھ رہیں گے۔ غضب اور قہر سے کوئی حکومت بچا نہیں سکتی اگر اس کی اصلاح کر کے ایسے اخلاق واعمال اختیار کئے جائیں جن پر رحمت وسکینہ کا وعدہ ہے تو ہر جگہ سکون نصیب ہوگا کوئی حکومت اس کو چھین نہیں سکتی الاعتدال فی مراتب[2] الرجال میں پوری تفصیل

[1] وهذا الزمان ان لم يتمكن من اقامة دينه بسبب ايدى الظلمة اوالكفرة يفرض عليه الهجرة وهو الحق تفسيرات احمديه ص ۲۰۲، سورة النساء آيت ۹۷ مطبوعه رحيميه ديوبند. (بقیہ آئندہ پر)

مذکور ہے انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے اس کا مطالعہ مفید ہوگا یہ بھی واضح رہے کہ عمومی بگاڑ کے وقت ایک دو شخص کا اپنی اصلاح پر قناعت کر لینا اور سمجھ لینا کہ اس سے سب کی مصیبت ٹل جائے گی صحیح نہیں بلکہ اس کے لئے عمومی جد و جہد کی ضرورت ہے آج کا جہاد یہ ہے کہ اہل اسلام کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے اور اخلاق و اعمال کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے تحت اختیار کرنے کی ان تھک کوشش کی جائے۔ واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹۳/۲/۲۱

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

حفاظت کی غرض سے مکان یا بستی چھوڑ دینا

سوال:۔ اکثر بلاد میں فساد کا سلسلہ شروع ہے کوئی شہر محفوظ نہیں شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جہاد کا حکم نہیں ہے اور سامان حرب نہ ہونے کی وجہ سے کافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے جان و مال عزت و آبرو ہر چیز کی قربانی دینی پڑتی ہے ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے کہ جب ہمارے شہر میں فساد کا خطرہ مخصوص اوقات میں ہے تو اس شہر میں رہ کر جان و مال عزت و آبرو سب کچھ قربان کر دیں کیوں کہ بلوائیوں کا مقابلہ تو کر نہیں سکتے یا مخصوص ایام میں چند دنوں کے لئے شہر چھوڑ کر محفوظ مقامات دیہات وغیرہ میں چلے جائیں اگر اس شہر میں رہنے کا حکم ہے جانے کی اجازت نہیں اگر جانے کی اجازت ہے تو شخصی طور پر یا مجموعی طور پر بھی جانے کی اجازت ہے جو حکم ہو مفصل طور پر تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ حامداً و مصلیاً!

جو شخص ایک بستی میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ نہیں پاتا بلکہ دشمنوں میں گھرا ہوا پاتا

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ ......"الاعتدال فی مراتب الرجال ص ۸۳

ہے اور اس کو اپنی جان کا ایمان کا اولاد کا مال کا خطرہ ہے تو اس کو اجازت ہے کہ اس جگہ سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پر چلا جائے خواہ اسی بستی میں دوسرے مکان یا دوسرے محلّہ میں یا پھر دوسری بستی میں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

ایسی جگہ قیام کہ جہاں کا ماحول معصیت ہو

سوال:۔ اگر کسی جگہ حرام کام بکثرت ہوتا ہے اور اس کو روکا جائے اور وہ رکے نہیں وہاں رہنا درست ہے یا نہیں جب کہ دوسری جگہ بھی رہ سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس کے ذریعہ سے اصلاح کی توقع ہے اگرچہ رفتہ رفتہ ہو تو وہیں رہنا بہتر ہے اگر خود اس کے اندر مبتلا ہو جانے کا اندیشہ معلوم ہو تو اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہیئے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۱۳۸۹ھ

ظلم کی حالت میں ہجرت

سوال:۔ خوف کے وقت میں اپنی بستی چھوڑ کر امن کی جگہ میں چلا جانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱]......فی ھذا الزمان اِن لم یتمکن من اقامة دینه بسبب أیدی الظلمة أو الکفرة یفرض علیه الھجرة وھو الحق (تفسیرات احمدیه ص ۲۰۲ سورة النساء آیت ۹۷، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

[۲]...... مستفاد:. من دعی الی ولیمة فوجدثمة لعباأوغنا، (الی قوله) وان علم المقتدی به بذلک قبل الدخول وھو محترم یعلم انه لودخل یترکون ذلک فعلیه أن یدخل والالم یدخل (عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۳ ج۵ کتاب الکراھیة، الباب الثانی عشر)

جب کہ دو چار کے چلے جانے سے بقیہ مسلمان پریشان ہوں اور ان میں کمزوری ہو جائے اور ایک سلسلہ خالی کرنے کا لگ جاتا ہے اس طرح مسلمان کم ہو جاتے ہیں تو کافر بے دھڑک لوٹ مار کر ڈالتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز تو ہے لیکن بہت بے مروتی ہے اور مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جانے کا سبب ہے اس سے دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں بھی خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے جس سے وہ مغلوب ہو جاتے ہیں یا سب یکجا ہو کر مقابلہ کریں یا ضعفاء اور کمزوروں کی حفاظت کا انتظام کر کے سب منتقل ہوں جب موت کا آنا یقینی ہے اور اس پر ایمان ہے **اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ**[1]۔ تو اس طرح ایک ایک دو دو کر کے بھاگنے سے کیا ہوگا **لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل**[2]۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ہندوستان سے ہجرت

سوال:۔ اگر کثرت ہنود اپنی حکومت کے زعم میں اقلیت مسلم کو یہ کہے کہ اگر تم کو اپنے دین اسلام کے اصول کے پابند رہنے کی خواہش ہے تو اپنے پاکستان چلے جایئے۔ اگر یہیں رہنا چاہو تو مذہب ہنود اختیار کیجئے۔ اور اگر دونوں باتیں قبول نہیں ہیں تو تمہاری جان خطرہ میں ہے۔ ایسے وقت میں بیچارے غریب مسلمان کیا کریں۔ آیا مسجدیں، مدارس نیز بزرگانِ دین کے مزارات چھوڑ کر چلے جائیں یا ہندو بن جائیں یا مر کر جان دیدیں۔ فرمایئے۔ ایسی

---

[1] سورہ نساء آیت ۷۸ ترجمہ: جہاں تم ہوگے موت تم کو آ پکڑے گی اگر چہ تم مضبوط برجوں میں ہو۔

[2] سورۃ احزاب آیت ۱۶ ترجمہ: تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہوسکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو۔ (از بیان القرآن)

ذلت وخواری سے قتل ہو کر مرجانا باعثِ شہادت بھی ہے یا نہیں، ہماری حرام موت تو نہیں ہوگی؟ جواب جلد مرحمت ہو دیر کا وقت نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مذہب تبدیل کرنا یعنی اسلام ترک کرکے (معاذ اللہ) کفر کو اختیار کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں [۱] جان اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اختیار کرنے، اس پر باقی رہنے اور اس کی اشاعت کرنے کے لئے دی ہے۔ پس اگر اسلام پر قائم رہنے اور حفاظت کرنے کی خاطر جان کام آجائے تو عین سعادت اور شہادت ہے [۲]۔ یہ حرام موت ہرگز نہیں، اس سے نہیں گھبرانا چاہئے۔ تاہم اگر کسی دوسری جگہ پاکستان وغیرہ جانے پر قدرت ہو، اور راستہ بھی مامون ہو اور یہ اطمینان ہو کہ وہاں پر ارکانِ اسلام کو آزادی سے ادا کرسکیں گے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی تو ایسے لوگوں کے لئے جو یہاں رہ کر اپنے اسلام کی حفاظت نہیں کرسکتے اور سختی کو برداشت نہیں کرسکتے یہاں سے چلا جانا بھی درست ہے۔ لیکن ان کے جانے کے بعد بقیہ ضعیف مسلمان جو جانے پر قادر نہیں، ان کو اور زیادہ مشکلات کا سامنا ہوگا جیسا کہ مسلم افسروں اور مسلمانوں کے چلے جانے سے عام مسلم رعایا کو تکالیف زیادہ پہونچ رہی ہیں اگر وہ سب لوگ یہیں موجود رہ کر آئینی اور دفاعی تدابیر اختیار کرتے تو اغلب یہ ہے کہ اس قدر مشکلات نہ ہوتیں ومسئلۃ الہجرۃ مذکورۃ فی الفتاویٰ العزیزیۃ [۳] ج ۱ ص ۵۲۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸ شوال ۶۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور — الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[۱] ومن یتبدل الکفر بالإیمان فقد ضل سواء السبیل الایة سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۸۔

[۲] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ماتعدون الشھید فیکم قالوا یا رسول اللّٰہ من قتل فی سبیل اللّٰہ فھو شھید قال ان شھداء امتی اذاً لقلیل من قتل فی سبیل اللّٰہ فھو شھید ومن مات فی سبیل اللّٰہ فھو شھید الحدیث. مشکوٰۃ ص ۳۳۱ کتاب الجہاد، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دارالحرب ودارالاسلام

سوال:۔ قبیل رمضان المبارک دارالاسلام ودارالحرب کی تعریف میں چند الفاظ میں احقر کو شبہ ہوا تھا۔ جناب کے ذریعہ سے بندے نے انہی الفاظ کو حل کیا تھا لیکن بندے نے غلطی سے نظر ''والحکم من البعض برسم التتار'' کے علاوہ ''بنی قریظۃ بالیہودیۃ'' پر نمبر نہیں دیا تھا اس عبارت کا مطلب حل نہیں ہوا۔ لہٰذا ثانیاً حضور کو تکلیف دیتا ہوں امید ہے کہ حضور اس تکلیف کو گوارہ فرمائیں۔

(۲) دیگر یہ کہ احقر کا زعم تھا کہ تحقیقات الفاظ سے ملک ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب حل ہو جائے۔ لیکن چونکہ حضور والا نے معنیٰ اجراء احکام کفر کی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ کافر اپنی مملکت میں مستقل طور سے حکم جاری کرے یعنی مراد اجراء احکام کفر ایں کہ در مقدمہ ملک داری و بندوبست رعایا وحد خراج و باج وعشر اموال تجارت وسیاست وقطع الطریق وسراق وفصل خصومات سزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند۔ سو ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب، بندہ کو اس میں شبہ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا ہے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] مراد از دارالحرب کہ از اں ہجرت فرض باشد آں دارالحرب است کہ حربیان از اظہار دین خود صوم وصلوٰۃ جمعہ وجماعات واذان وختان سکان آنجا را ممانعت نمایند اگر چنیں نباشد بلکہ مسلمانان آنجا اظہار دین خود بے دغدغہ می کنند وجمعہ وجماعات را قائم می دارند وبیان احکام دین خود بے تکلف می کنند پس از اں دارالحرب ہجرت فرض نیست وعلی تقدیر الوجوب فی الفور واجب نمی شود بلکہ عند وجدان الملجاء والمفر الخ فتاویٰ عزیزی ص ۵۸ ج ا تحت مسئلہ گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو۔ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

ترجمہ:۔ جس دارالحرب سے ہجرت فرض ہوتی ہے اس سے مراد وہ دارالحرب ہے کہ حربی لوگ اپنے دین کے اظہار روزہ نماز، جمعہ جماعت، اذان اور ختنہ سے اس جگہ کے باشندوں کو روکیں اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ مسلمان اس جگہ اپنے دین کا اظہار بلا جھجک کرتے ہیں اور جمعہ، جماعت وغیرہ قائم کرتے ہیں اور اپنے دین کے احکام بلا تکلف بیان کرتے ہیں تو اس دارالحرب سے ہجرت فرض نہیں ہے، اور واجب ہونے کی صورت میں فوراً ہجرت کرنا ضروری نہیں بلکہ جس وقت ٹھکانہ مل جائے۔

بلکہ اہل اسلام اور ہندوؤں کو لیکر حکم کرتا ہے پس ان احکام مذکورہ کا اجراء انگریز بطور خود نہیں کرتے ہیں۔

(۳) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کے کسی ایک رسالہ میں بندہ نے دیکھا ہے کہ حضرت موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ جو اراضی عشری ہے اس سے عشر ادا کرنا واجب ہے۔ اور جو خراجی ہے اس سے خراج ادا کرنا واجب ہے لیکن ہندوستان میں سرکار کو خراج دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ خراج اپنے مصرف میں خرچ ہوتا نہیں سو جس مقدار روپے سرکار کو دیا جاتا ہے اسی مقدار روپے یا اس مقدار غلہ کسی دینی مدرسہ میں یا فقراء کو دیدیں ورنہ گنہگار ہونگے اب اس میں یہ شبہ ہے کہ جو خراج سرکار میں ادا کیا جاتا ہے یہ بعوض حفظ جان ومال کے ہے۔ جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ امین الامت کا تسلط جس وقت اہل شام پر ہوا تھا۔ اس اثناء میں جب آپ مع لشکر دوسرے شہر میں محاصرہ کے قصد سے گئے تھے تو شام کے بعض شہر کی حفاظت نہیں ہوسکی اس بناء پر آپ نے اس شہر والوں کے خراج کو جو ان لوگوں نے ادا کیا تھا واپس کر دیا تھا۔ پس جو خراج انگریز کو دیا جاتا ہے یہ حفظِ جان ومال کے لئے ہے۔ پھر فقراء کو دینا ضروری کیوں ہے۔ البتہ عشری اراضی کا عشر فقراء کو دینا واجب ہے کیونکہ یہ حق فقراء کا ہے اور خراج کے مستحق لشکر ہیں پس خراج کا حقدار مدرسہ یا فقراء ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

(۴) فتح میں مرقوم ہے کہ وصول مصرفی زماننا اجرت ہے یعنی کرایہ ہے عشر، یا خراج نہیں۔ اب دریافت اس بات کی ہے کہ مصر کی اراضی جس سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے اس پر عشر واجب ہوگا یا سوائے کرایہ کے کچھ دینا ضروری نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ اصل عبارت فتاویٰ بزازیہ کی ہے مگر مولانا عبدالحیؒ نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کی

ہے اور کہیں کہیں کچھ کتابت کی غلطی بھی ہے۔ چنانچہ عبارت مسئولہ میں منشاء عدم فہم یہی کتابت کی غلطی ہے۔ عبارت اس طرح ہے اور **اعلان بیع الخمور واخذالضرائب والمکوس والحکم من البعض برسم التتار کا علان بنی قریظة بالتهود وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلة محمد علیه الصلوٰة والسلام فی عهده بالمدینة و مع ذٰلک کانت بلدة الاسلام بلاریب الخ بزازیه علی الهندیة[1] ص ۳۱۴ ج ۲.**

جن بلاد پر اس زمانہ میں کفار کا تسلط ہوگیا تھا مگر تدریس، افتاء، جمعہ، عیدین وغیرہ حکومت نے جبراً نہیں روکا تھا ان کا حکم بیان کررہے ہیں کہ وہ دارالحرب نہیں بلکہ دارالاسلام ہے کیونکہ اسلام کے آثار واحکام ہنوز کچھ باقی ہیں۔ اس پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ خلاف اسلام بھی تو بہت سی اشیاء علی الاعلان کی جاتی ہیں جیسے بیع الخمور وغیرہ نیز بعض لوگ کفار کے طریقہ پر حکم کرتے ہیں اسلام کے طریقہ پر نہیں کرتے پھر ان بلاد کے دارالاسلام ہونے کو ترجیح کیوں دی گئی۔ اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اعلان بیع الخمور وغیرہ اور حکم من البعض برسم الکفار۔ یہ لفظ من بعض ہے من البعض نہیں ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بنوقریظہ اپنے یہودی ہونے کا اعلان کرتے تھے اخفاء نہیں کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں طاغوت سے حکم طلب کرکے اس کی پیروی کرتے تھے اور پھر بھی اسکو دارالحرب نہیں کہا گیا بلکہ وہ دارالاسلام ہی رہا۔

(۲) مولانا عبدالحیؒ نے[2] ہندوستان کو دارالاسلام مانا ہے اور عبارت بزازیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز[3] صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب فرماتے ہیں اور

---

[1] بزازیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۳۱۲ ج۶ کتاب السیر الثالث فی الحظر والاباحة

[2] فتاوی عبدالحئی اردو ص ۴۷۹ مسائل شتی.

[3] فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج ۱ قبیل سوال سنن راتب . مطبوعه رحیمیه دیوبند

اجراء احکام کی تفصیل وہی بیان فرماتے ہیں جو اس سے قبل نقل کی گئی تھی اور آپ نے بھی اب اس کو سوال میں نقل کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد پر آپ کا یہ اشکال کہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر حکم کرتا ہے۔ حکم کے معنی نہ سمجھنے کی بناء پر ہے۔ اس لئے کہ جو ہندو یا مسلمان کسی جگہ ڈپٹی وغیرہ حکام انگریز کی طرف سے مقرر ہے وہ قطعاً حکم انگریز کے تابع ہیں ذرا بھی خلاف نہیں کر سکتے تو درحقیقت یہ اجراء حکم انگریز کا اثر اور ذریعہ ہے مستقل طور پر حکم صرف انگریز کا ہے اس میں کسی کی شرکت نہیں اپنے قوانین ان لوگوں کے حوالے کر دیئے کہ ان کے ماتحت حکم کرتے رہو۔ ان کے خلاف یہ لوگ ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نزدیک ہے۔ اور مولانا عبدالحیؒ چونکہ دارالاسلام مانتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک بعض احکام اسلام کا بقاء کافی ہے جیسا کہ عبارت بزازیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ غرض کہ ہندوستان کا دارالاسلام اور دارالحرب ہونا ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

(۳) حضرت حکیم الامت مدت فیوضہم کی وہ تحریر میں نے نہیں دیکھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ مسئلہ فتاویٰ[1] رشیدیہ حصہ سوم ص ۵۵ میں مذکور ہے دیکھ لیجئے۔

(۴) فتح سے کیا مراد ہے فتح القدیر یا فتح الباری یا فتح المعین یا فتح الملہم یا فتح المنان وغیرہ۔ اصل عبارت سے حوالۂ کتاب وجلد و باب وصفحہ نقل کیجئے تا کہ اس عبارت پر غور کیا جا سکے۔ صرف اتنا لکھ دینا کہ فتح میں مرقوم ہے کافی نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۵۹/۱۰/۱۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ ہذا

---

[1] فتاوی رشیدیه ص ٦٦ ج۳ کتاب الزکوٰة.

بلوائیوں سے بھاگنا

سوال:۔ بلوائیوں کے حملہ کے وقت بھاگنا جائز ہے یا حرام۔ مرد، عورت، غلام، ہر ایک پر دفاع فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فرقہ وارانہ فسادات میں بلوائیوں کا حملہ اگرچہ باقاعدہ جہاد نہیں ہے۔لیکن مسلمانوں کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ وہ مقابلہ سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ بلکہ اگر بلوائی دو چند یا اس سے کم ہیں اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی ہیں تو ہرگز نہ بھاگیں مقابلہ کریں اور اگر بلوائی دو چند سے بھی زیادہ ہیں یا مسلمانوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں تو جان بچانے کی تدبیر اختیار کریں خواہ مقابلہ کر کے ہو یا دوسری صورت سے ہو۔ ان کان عدد المسلمین نصف عدد المشرکین لایحل لھم الفرار وھٰذا اذا کان معھم اسلحة واما من لاسلاح له فلابأس بان یفر ممن معه السلاح وکذالاباس بان یفر ممن یرمی اذالم تکن معه اٰلة الرمی عالمگیری[1] ص۱۷۸ج۲۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود الحسن غفرلہٗ

ہجرت

سوال:۔ پانچویں پارہ کے نصف کے بعد والے رکوع میں جو آیا ہے کہ فرشتے ایسے لوگوں کی جانیں تکلیف سے نکالیں گے جو کسی جگہ مغلوب ہوں اور وہیں رہتے رہیں۔ باوجودیکہ اللہ کی زمین کشادہ ہے۔سوائے ان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے جن کو دوسری جگہ

[1] عالمگیری کوئٹہ ص۱۹۳ ج۲ قبیل الباب الثانی فی کیفیة القتال .

جانے کا راستہ نہ معلوم ہو'' دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ صورت کن موقعوں پر لاگو ہوتی ہے اور نزول کا پس منظر کیا ہے۔ نیز ہندوستان سے آج کل کے دور میں کسی اسلامی ملک چلا جانا شرعاً ہجرت کہلائے گا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابتداءً مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد اسلام قبول ہونے کے لئے ہجرت کرنا لازم تھا پھر جب مکہ معظّمہ فتح ہوگیا تو ہجرت کا یہ حکم بھی ختم ہوگیا۔ امام بغویؒ[1] نے تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مقام پر رہتا ہے۔ مگر وہاں احکام اسلام کا اظہار واعلان پوری طرح کرنے پر قادر نہیں اور دوسرے مقام پر اس کو جا کر احکام اسلام کے اظہار واعلان کی قدرت ہے تو آج بھی اس کو ہجرت کرنا لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

کیا برما کی لڑائی جہاد ہے؟

سوال:۔ ۱۹۴۲ء کو برما کی تھکن پارٹی بیرونی ممالک کی وساطت سے جدید اسلحہ جات سے مسلح ہو کر عموماً برما کے مسلمان اور خصوصاً ارکان کے مسلمان کو قتلِ عام کیا تھا جس میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ اور بہتیرے مسلمانوں کو جلاوطن کر دیا تھا اور اندازاً دس

---

[1] قيل اى المقام فى دارالشرک لان الله تعالىٰ لم يقبل الاسلام بعد هجرة النبى صلى الله عليه وسلم الابالهجرة ثم نسخ بعد فتح مكة فقال النبى صلى الله عليه وسلم لاهجرة بعد الفتح الخ تفسير بغوى ص ۴۶۹ ج ۱ سورة نساء آيت۹۷ مطبوعه تاليفات اشرفيه ملتان.

[2] ان فى بدء الاسلام كانت الهجرة البتة واجبة سواء قدر على اقامة دينه اولا ولاشک فى نسخه وفى هذا الزمان ان لم يتمكن من اقامة دينه بسبب أيدى الظلمة والكفرة يفرض عليه الهجرة وهو الحق. تفسير احمدى ص ۲۰۲ سورة نساء آيت۹۷ مطبوعه رحيميه ديوبند

ہزار مسلمانوں کی عورتوں کا اغواء کرلیا تھا۔

(۲) اس کے بعد تھکن پارٹی اور شمالی ارکان کے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں چائنا بھی شریک تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا کی۔

(۳) مورخہ ۴؍جنوری ۱۹۴۸ء کو جب برمیوں کو برمی ہند کی طرف سے آزادی ملی تو برمی اور ارکان بدھسٹ ۱۹۴۲ء کی طرح پھر منظّم اور مسلح ہوکر عموماً برما کے مسلمان خصوصاً ارکان کے مسلمانوں کو پھر جلاوطن اور قتلِ عام کرنا شروع کردیا۔ اس کے جواب میں شمالی ارکان کے تقریباً نو لاکھ مسلمان مسلح و منظّم ہوکر مرقومہ بالا فرعون کو دنداں شکن جواب دیتے چلے آرہے ہیں۔ تاکہ ارکان دار الحرب سے دار الاسلام میں تبدیل ہوجائے۔ فی الحال ان وجوہات کے پیشِ نظر عموماً بنگلہ دیش کے تمام عوام اور خصوصاً بنگلہ دیش کے سربراہوں کی خدمت میں ارکانی مسلمانوں کی طرف سے پرزور گذارش کرتا ہوں کہ ارکان کے مسلمان جو برمی حکومت کے مقبوضہ میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں، تو دین اور دنیاوی دونوں قانون کے لحاظ سے ان کے بنیادی حقوق وحقِ خودداریت اور مذہبی آزادی کی حمایت کی جائے۔

(۴) مرقومہ بالا صورتِ حال کے پیشِ نظر عموماً بنگلہ دیش کے برادرانِ اسلام اور خصوصاً برمی اور ارکانی مسلمانوں پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

مولانا نذیر احمد صاحب سکریٹری انجمن اشاعتِ اسلام کتاب منزل ۹۶

چندن پووی چاٹگام، بنگال، بنگلہ دیش

الجواب:۔ امداًومصلیاً!

جہاد کے احکام وشرائط تفصیل سے کتبِ فقہ میں مرقوم ہیں جو کہ علماء پر بخوبی روشن ہیں، وہاں کے مقامی علماء جن کی تعداد کم نہیں، ان سب حالات کو دیکھ کر کیا رائے قائم کرتے ہیں، ان سے ہی دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ کوئی شخصی مسئلہ ہو تو اس خاص شخص کا اپنے

حالات دریافت کرلینا اور اس کا جواب دینا آسان ہے۔لیکن جو مسئلہ اتنا اہم ہو اور سب ہی مسلمانوں سے اس کا تعلق ہو اس کو تو مقامی ہی علماء سے حل کیا جائے ان کا جواب معائنہ ومشاہدہ کی وجہ سے علیٰ وجہ البصیرت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۲۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۲۴ھ

جہاد کے جھنڈے کا رنگ

سوال:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں اسلامی جھنڈے کا کیا نشان اور رنگ تھا۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

قال یونس بن عبید یعنی محمد بن القاسم عن البراء بن عازبؓ یسأله عن رایة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ماکانت ای یسأل عن لونها وکیفیتها ومن ای ثوب کانت فقال البراء بن عازبؓ کانت رایته سوداء ای ماغالب لونه سواد مربعة من نمرة بفتح وکسروهی بردة من صوف یلبسها الاعراب فیها تخطیط من سوادوبیاض ولذلک سمیت نمرة تشبیهاًبالنمر.

عن جابرؓ یرفعه الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه ای النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان لوائه یوم دخل مکة ای زمن الفتح ابیض. عن سماک عن رجل من قومه عن اٰخر منهم ولم اقف علی تسمیتها ولم اجده فی غیرهذاالکتاب قال رأیت رایة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صفراء. ولعل هذا الراوی رأی رایة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی بعض مغازیه صفراء ولم اقف علی تعیین تلک الغزوة اه بذل[1] المجهود ص ۲۳۰ ج۳ کتاب الجهاد.

---

[1]......بذل المجهود ص۴۳۸ ج۳ کتاب الجهاد.باب فی الرایات والألویة مطبوعه یحیوی سهارنپور، عون المعبود ص۳۳۷ ج۲ (مطبوعه ملتان) مرقات ص ۲۱۰ ج۴ باب اعداد اٰلة الجهاد الفصل الثانی مطبوعه بمبئی.

یہ تین روایتیں ہیں ان میں سے ایک روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا کپڑا صوف کا بنا ہوا چوگوشہ تھا جس میں سیاہی غالب تھی۔ سفید اور سیاہ اس میں خطوط تھے چیتے کی کھال کی طرح۔

دوسری روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا لواء (جھنڈا) فتح مکہ کے روز سفید تھا۔ تیسری روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا رائیہ (جھنڈا) زرد تھا لیکن پہلی دو روایتوں کے اعتبار سے تیسری روایت کچھ کمزور ہے لواء بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ رایہ چھوٹے جھنڈے کو اور بعض علماء نے اس کا عکس فرمایا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ رایۃ اور لواء دونوں ایک معنی میں ہیں[1]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رایہ کا نام عقاب تھا[2]۔ ابن عدی کی روایت سے حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری[3] ص۳۶۰ ج۲ میں نقل کیا ہے کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جھنڈے میں لکھا ہوا تھا **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم ۲/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۳/رجب ۵۸ھ

---

[1] وقيل اللواء دون الراية وقيل اللواء العلم الضخم الى قوله ان الراية واللواء سواء الخ فتح البارى ص ۱۳۱، ۱۳۲ ج۶ كتاب الجهاد. باب ماقيل فى لواء النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه. عمدة القارى ص ۲۳۲ ج۷ الجزء الرابع عشر، مطبوعه دارالفكر بيروت، مرقات ص ۲۱۰ ج۴، باب اعداد آلة الجهاد، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى.

[2] وقيل كانت له راية تسمى العقاب سوداء مربعة، فتح البارى ص ۱۳۱ ج۶ كتاب الجهاد باب ماقيل فى لواء النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مطبوعه نزار مطصفى الباز مكه مكرمه، مرقات ص ۲۱۰ ج۴.

[3] من حديث ابن عباس كان مكتوبا على رايته لااله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه فتح البارى ص ۱۳۱ ج۶ كتاب الجهاد باب ماقيل فى لواء النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه. عمدة القارى ص ۲۳۲ ج۷ الجزء الرابع عشر مطبوعه دارالفكر بيروت.

کیا ہر جماعت کا جھنڈا اسلامی جھنڈا ہے؟

سوال:۔ آج کل انتخاب کے موقع پر مختلف جماعتیں مختلف رنگ کے جھنڈے اپنے جماعتی نشان کے لئے استعمال کررہی ہیں۔ ہر ایک جماعت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ جھنڈا اسلامی ہے۔ براہِ کرم حضرت والا اس کی وضاحت فرمادیں کہ حدیث شریف کے مطابق کونسا جھنڈا اسلامی ہے۔ اگر احادیث میں مختلف اقسام بیان ہوئے ہیں تو اقسام کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمائیں کہ ترجیح کس رنگ کے جھنڈے کو ہے۔ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسا جھنڈا استعمال فرمایا۔ بالتفصیل وبالدلیل بیان فرمائیں۔

محمد رفیع گھنٹہ گھر ملتان پاکستان۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اسلام کو بلند کرنے اور کفر کو شکست دینے کے لئے تھا۔ کیا آپ کے انتخابات میں بھی یہی مقصود ہے؟ کیا یہ سب جماعتیں آپس میں ایک دوسرے کا اسی طرح مقابلہ کرتی ہیں جس طرح اسلام وکفر کا مقابلہ تھا کہ ہر ایک اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا اور دوسرے کے جھنڈے کو کفر کا جھنڈا قرار دے۔ العیاذ باللہ۔ اور کیا یہ انتخابات مروجہ طریقہ پر کرنا اسلامی تعلیمات وہدایات کے تحت ہے۔ اور ان میں اسلامی احکام اور شرعی حدود کی رعایت کی جاتی ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف تذلیل، تحقیر، تفسیق، تضحیک، تجہیل، تکذیب، افتراء، بہتان، غیبت کون سا گندہ حربہ ایسا ہے جو استعمال نہیں کیا جاتا، بسا اوقات تکفیر تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ پھر اس سب کو اسلامی جھنڈے کے تحت کرنا اور ہر ایک کا اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا کہنا تو بہت ہی معیوب اور مذموم اور اسلام کو بدنام

کرنا ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد العبد محمود حسن عفی عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی؟ جاں بلب حربی کے منہ میں پانی ٹپکانا

سوال:۔ ہند کے کافر مستامن ہیں یا ذمی ہیں یا حربی؟ کسی حربی کافر بھکاری کو بھیک دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ کہ جاں بلب حربی کافر کے منہ میں چند قطرے پانی ٹپکانا، یہ سوچ کر کہ ایسے آڑے وقت کام آنا انسانی اخلاقی فرض ہے، عند الشرع کیسا ہے؟ اور کوئی مسلمان کافر حربی کو ووٹ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جس کے ذریعہ کسی حربی کو تائید و اقتدار حاصل ہو جیسے کہ پارلیمنٹ کے امیدواروں کو کہ ان میں سے وزیرِ اعظم وغیرہ بنتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مستامن وہ ہے جو دوسری حکومت کا باشندہ ہو اور امن لے کر دار الاسلام کو جائے[2]۔ ذمی وہ ہے جو مسلم حکومت میں رعیت بن کر رہے[3]۔ ہندوستان کے کافروں کا ان دونوں قسموں

---

[1] قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قاتل تحت رایة عمیة یغضب لعصبیة او یدعو لعصبیة او ینصر عصبیة فقتل فقتله جاهلیة، مشکوٰة شریف ص ۳۱۹ کتاب الامارة الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند..

[2] المستامن ای الطالب للامان هو من یدخل دارغیره بامان. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۷۵ ج ۶ کتاب الجهاد، باب المستامن.

[3] الذمی هو المعاهدمن الکفارلانه اومن علی ماله ودمه ودینه بالجزیة. حاشیة کتاب التعریفات ص ۱۰۴ الذال، مطبوعه فقیه الامت دیوبندشامی زکریا ص ۲۷۹ ج ۶ فصل استئمان الکافر.
ویسمی اهل الذمة لدخولهم فی عهدالمسلمین وامانهم. شامی زکریاص ۲۳۷ ج ۶ باب المغنم وقسمته مطلب بیان معنی الغنیمة والفئی، غیاث اللغات ص ۱۸۸ فصل ذال معجمه مع میم.

میں داخل نہ ہونا ظاہر ہے۔ حربی وہ ہے جو برسرِ پیکار ہو[۱]۔ یہاں کے ہر کافر کا یہ بھی حال نہیں۔ پس یہاں کے ہر کافر پر حربی کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ قرآن کریم میں ہے۔ **لاینھاکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین** ۔(الایۃ[۲]) اس آیت شریفہ سے بھیک دینے اور جاں بلب کے منہ میں پانی کے قطرات ٹپکانے کا حکم بھی نکل سکتا ہے۔ اگر اسلام و مسلمین کو نقصان پہونچانے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو موجودہ حالات میں ووٹ بھی دیا جا سکتا ہے۔ مسلم کو ووٹ دینے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ ووٹ خیر خواہ کو دیا جاتا ہے بدخواہ کو نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۹۳ھ

کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟

سوال:۔ کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

دارالحرب کی تعریف وشروط میں ائمہ کے اقوال وعلماء کے فتاویٰ مختلف ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اپنے دور میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے جیسا کہ فتاویٰ عزیزی[۴] اور صراط مستقیم[۵] میں مذکور ہے۔ مولانا عبدالحیؒ

۱؎ **دارالحرب بلادالاعداء واھلھاحربی، قواعد الفقہ ص ۲۶۲ مطبوعہ اشرفی دیوبند**

۲؎ سورۂ ممتحنہ آیت ۹ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔(از بیان القرآن)

۳؎ ملاحظہ ہو فقہی مقالات ص ۲۸۶-۲۸۷ انتخابات میں ووٹ کی اسلامی حیثیت۔

۴؎ فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج ۱ قبیل سوال سنن راتب، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

۵؎ صراط مستقیم اردو ص ۱۳۰ چوتھی فصل ادائے طاعت کے طریقوں کے بیان میں پانچواں فائدہ۔

لکھنوی[1] اور نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالیؒ نے دارالاسلام مانا ہے۔جیسا کہ ان کے فتاویٰ میں ہے[2]۔

جن اسباب کے بناء پر دارالحرب قرار دیا گیا تھا۔وہ اس وقت پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ موجود ہیں۔جن اسباب کی وجہ سے دارالاسلام مانا گیا تھا وہ بھی مفقود نہیں ہوئے۔ (ہاں بعض ضرور ایسے ہوگئے ہیں کہ دارالاسلام ہونے کے اسباب وہاں قطعاً مفقود ہے لیکن مجموعی ہند کی یہ حالت نہیں) درمختار میں ہے۔

لاتصیر دارالاسلام دارحرب الابامور ثلٰثة باجراء احکام اھل الشرک وباتصالھا بدارالحرب وبان لایبقیٰ فیھا مسلم اوذمی اٰمناً بالامان الاول علی نفسہ اہ وقالا بشرط واحد لا غیروھواظھارحکم الکفر وھوالقیاس اہ ردالمحتار[3] ج۳ص ۲۵۳۔ فقط واللّٰہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالحرب، دارالاسلام، انگریزی حکومت، کانگریسی حکومت، جمعہ، عیدین، ہجرت

سوال:۔ (۱) ہندوستان موجودہ زمانہ میں جبکہ کانگریس کی حکومت ہے، دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

---

[1] فتاویٰ عبدالحیٔ اردو، ص۴۷۹ مسائل شتیٰ۔

[2] **وعندی أن ھذہ المسئلة من المشتبھات التی لم یظھر حکمھا علی وجہ یحصل منہ ثلج الصدور یذھب بہ عطش الفؤاد ولذا ترانی حررتھا "ھدایة السائل إلی ادلة المسائل" مقیدا بالمذھب الحنفی الدال علی ان بلاد الھند دیار الاسلام الخ (العبرة مما جاء فی الغزو والشھادة والھجرة لصدیق بن حسن القنوجی ص ۲۳۸، بیروت.**

[3] **الدرالمختار مع شامی زکریا ص۲۸۸ ج۶ کتاب الجھاد، مطب فیما تصیر بہ دارالاسلام الخ.**

(۲) دارالاسلام کن شرائط سے دارالحرب بن جاتا ہے، عالمگیری ص ۳۳۰ ج ۲ مطبوعہ ہگلی میں ہے **اعلم ان دارالحرب تصیر دارالاسلام عندابی حنیفۃؒ بشرائط ثلاث الخ**، اس عبارت میں امام صاحب کے نزدیک تین شرطیں اور صاحبین کے نزدیک ایک شرط ہے۔ یہ پائی جارہی ہے یا نہیں؟

(۳) اجراء احکام کفر سے کیا مراد ہے۔ شامی ج ۳ مجتبائی میں ہے "**وظاھرہ انہ لواجریت احکام المسلمین واحکام اھل الشرک لاتکون دارالحرب**" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ اگر احکامِ کفر واحکامِ اسلام دونوں وہاں جاری ہوں تو وہ دارالحرب نہ ہوگا لیکن فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۱۶ پر یہ ہے "مراد از اجراء احکام کفر این است کہ درمقدمہ ملک داری و بندوبست رعایا واخذ خراج وباج وعشور اموالِ تجارت وسیاست قطاع طریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکامِ اسلام رامثل جمعہ وعیدین واذان وذبحِ بقرہ تعرض نہ کنند نکردہ باشند الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقدمات وغیرہ خراج وغیرہ شرعی طریقہ پر نہیں تو وہ دارالحرب سمجھا جائے گا۔ اس میں صحیح قول کیا ہے؟

(۴) فصول عمادی قلمی ص ۱۸ پر ملتقط سے یہ نقل کیا ہے "**ان البلاد التی فی أیدی الکفار لاشک انھا بلادالاسلام لابلاد الحرب لانھا غیر متصلۃ ببلادالحرب ولانھم لم یظھروا فیھا احکام الکفر بل القضاۃ مسلمون والملوک التی یطیعونہ عن ضرورۃ مسلمون**" اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ اس سے مراد ہمارے شہر ہیں یا اسلامی ریاستیں مثلاً بھوپال وغیرہ۔

(۵) ولاۃ اور قضاۃ سے کیا مراد ہے؟

(۶) جمہوری حکومت کا کیا حکم ہے؟

(۷) انگریز کے زمانہ میں ہندوستان آپ حضرات کے نزدیک دارالحرب تھا یا

نہیں؟ اگر تھا تو کیا شرائط پائی گئیں۔ اور اس حکومت میں اور انگریز حکومت میں کوئی فرق ہے؟

(۸) کیا پاکستان کو دارالاسلام کہہ سکتے ہیں؟

السوال (۲):۔ اگر ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جائے تو یہاں جمعہ اور عیدین کے انعقاد کی کیا صورت ہوگی؟ فتاویٰ عزیزیہ ج اول ص ۳۴ پر یہ ہے کہ دارالحرب میں اگر کفار کی طرف سے حاکم مسلمان ہوں تو اس کی اجازت سے جمعہ وعیدیں جائز ہو سکتے ہیں۔ اگر حاکم مسلمان نہ ہو تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک شخص کو اپنے میں سے اپنا امیر مقرر کریں۔ اس کی اجازت سے جمعہ جائز ہوسکتا ہے ورنہ وہ لوگ احتیاط الظہر پڑھیں۔ شامی جزء اول ص ۷۵۴ مصری پر امام کو مقرر کرنے کو واجب قرار دیا ہے **ویجب علیهم ان یلتمسوا والیاً مسلما** اور ایسے ہی فتاویٰ عالمگیری باب الجمعہ میں اس کو واجب لکھا ہے۔ تو اس امام سے کیا مراد ہے، اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ چند سال ہوئے جمیعۃ العلماء نے جو امام کی تحریک پیش کی تھی اس میں اور اس مذکورہ امام میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

طحطاوی ص ۲۷۶ پر ہے کہ اگر بناء مسجد کے وقت مسلمان حاکم نے جمعہ کی اجازت دی ہے تو یہ ہمیشہ کے لئے کافی ہے۔ ہر خطیب کے لئے اذنِ جدید کی ضرورت نہیں۔ لیکن شامی میں اس کے خلاف ہے۔ اس میں صحیح قول کیا ہے؟ اس امامت کے مسئلہ پر اگر کہیں مفصلاً کلام کیا گیا ہو تو اس کے حوالہ سے بھی مطلع فرماویں۔

سوال (۳):۔ کیا دارالحرب سے ہجرت کرنا ضروری ہے۔ تفسیر احمدی ص ۲۰۲ پر یہ ہے **وفی هٰذا الزمان ان لم یتمکن من اقامة دینه بسبب أیدی الظلمة او الکفرة یفرض علیهم الهجرة وهو الحق**(۴) ۔ تو کیا اگر ہم شعار اسلام اور احکام اسلام کے کرنے پر قادر نہ ہوں تو ہم پر ہجرت ضروری ہوگی۔ ہجرت کی بحث فقہاء کے کلام میں کس جگہ ہے؟

السائل افتخار الحسن محلّہ مولویان از کاندھلہ ۱۵، محرم ۶۷ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جن اسباب کی بناء پر پہلے اختلاف تھا وہ اب بھی موجود ہیں۔ لہٰذا کوئی حکم نہیں بدلا۔ الافی بعض الامصار والقریٰ۔ یعنی جن حضرات کے نزدیک یہ دارالحرب تھا جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز[۱] صاحبؒ اور شاہ محمد اسماعیل[۲] صاحب شہیدؒ، حضرت گنگوہیؒ[۳] حضرت نانوتویؒ وغیرہم ان کی تحریرات اور دلائل کے مطابق اب بھی دارالحرب ہے۔ اور جن حضرات کے نزدیک پہلے دارالاسلام تھا جیسے حضرت مولانا عبدالحئیؒ[۴]، نواب صدیق حسین صاحبؒ[۵]، وغیرہما ان کی تحریرات اور دلائل کے موافق اب بھی دارالاسلام ہے۔ البتہ بعض بلاد اور دیہات جن میں اسلامی احکام پر عمل کرنے والے موجود نہیں رہے یا مرتد ہو گئے (العیاذ باللہ) ممکن ہے کہ ان کا حکم متغیر ہو مگر کل ہندوستان کا حکم مجموعی حیثیت سے متغیر نہیں ہوا۔

(۲) جو ملک کسی وقت میں دارالاسلام بن گیا ہو پھر اس پر کفار کا غلبہ ہو جائے تو اس کے دارالحرب ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء قائل ہیں کہ وہ ملک ہمیشہ دارالاسلام ہی رہتا ہے کبھی دارالحرب نہیں بنتا۔ اکثر کا یہ مذہب ہے کہ وہ دارالحرب بھی بن جاتا ہے جیسا کہ سوال میں بھی نقل کیا ہے، یہی راجح اور اقوی ہے[۶]۔ جو عبارت عالمگیری سے نقل کی گئی ہے وہ

---

[۱] ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج ۱ قبیل سنن رواتب، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

[۲] صراط مستقیم اردو ص ۱۳۰ چوتھی فصل ادائے طاعات کے طریقوں کے بیان میں پانچواں فائدہ۔ ادارہ الرشید دیوبند۔

[۳] ملاحظه تاليفات رشيديه ص ۶۵۳ فيصلة الاعلام فی دار الحرب ودار الاسلام.

[۴] فتاوی عبدالحئی ص ۴۷۹ مسائل شتی.

[۵] العبرة مما جاء فی الغزو والشهادة والهجرة لصديق بن حسن القنوجی ص ۲۳۸ مطبوعه بيروت.

[۶] لاتصير دارالاسلام دارحرب الابامور ثلاثة باجراء احكام اهل الشرک وباتصالها بدارالحرب وبان لايبقى فيها مسلم اوذمی آمنا بالامان الاول على نفسه الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۸۸ ج ۶ كتاب الجهاد. مطلب فيماتصيربه دارالاسلام دارالحرب الخ.

شامی[1]، طحطاوی، حصکفی وغیرہ کتب میں بھی موجود ہے۔ان شرط کا وجود وفقدان حسی چیز ہے شرعی اور فتویٰ کی چیز نہیں خود دیکھ لیجئے۔

(۳) فتاویٰ عزیزیہ[2] ج اص ۱۱۵ میں ہے ''وآنچہ مرقوم شدہ کہ معمولہ انگریز واشباہ ایشاں دارالحرب است یانہ۔ پس بدانند آنچہ کہ می گویند کہ دارالاسلام گاہے دارالحرب نمی شود ایں قول مرجوح است واضح آنست کہ دارالاسلام دارالحرب می شود آرے دریں اختلاف کہ کے می شود طائفہ می گویند کہ اگر یک چیز از شعائر اسلام ممنوع باشد مثل اذان وختان دارالحرب می گردد وطائفہ دیگری گویند مدار صیر ورۃ دارالاسلام دارالحرب برمحو شعائر اسلام نیست بلکہ ہرگاہ شعائر کفر بے دغدغہ باعلان رواج می گیرد دارالحرب می شود گو شعائر اسلام ہم برقرار باشند وفرقہ سوم ازیں ہم ترقی کردہ اند وگفتہ اند کہ حد دارالحرب آنست کہ **ان لایبقیٰ فیه مسلم ولاذمی اٰمناً بالامان السابق سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولاو سواء اعلن شعائرا لکفر اولا** ہمیں قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اندوبریں تقدیر معمولہ انگریز واشباہ ایشاں بلاشبہ دارالحرب است واللہ تعالیٰ اعلم (۷) اھ۔حضرت شاہ صاحبؒ نے تصریح فرمادی کہ قول ثالث راجح ہے عند المحققین۔

(۴) یہ تعریف ہمارے شہروں پر صادق نہیں آتی ہاں بعض مسلم ریاستوں پر صادق آسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں بھی ان ریاستوں سے اسی نہج پر تعرض کیا گیا ہے۔

---

[1] **الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریاص ۲۸۹ ج۶ کتاب الجهاد، مطلب فیما تصیر به دارالاسلام دارحرب الخ، عالمگیری ص ۲۳۲ ج۲ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار، مطبوعه کوئٹه حاشیة الطحطاوی علی الدر ص ۴۶۰ ج۲ کتاب الجهاد، فصل فی استیمان الکافر، مطبوعه بیروت.**

[2] **فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج ا قبیل سوال سنن رواتب. مطبوعه رحیمیه دیوبند.**

(۵) ولاۃ کا اطلاق عامۃً حکام وملوک پر آتا ہے اور قضاۃ خصوصی محکوموں کے فیصلہ کرنے والے حکام کو کہتے ہیں[۱]

(۶) شرعاً یہ اسلامی حکومت نہیں۔ کما صرح بہ مولانا شاہ ولی اللہؒ فی ازالۃ الخفاء[۲]

(۷) ہمارے نزدیک دارالحرب تھا ان وجوہ کی بناء پر جن کو ضرورت گنگوہیؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے اور ابھی تک ہمارے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوا۔ یعنی جمہوری حکومت کی وجہ سے دارالاسلام نہیں بنا۔

(۸) علماء پاکستان سے اس کی تحقیق کی جائے وہ وہاں کے حالات اور طرزِ حکومت واظہار شعائر وغیرہ سے زیادہ واقف ہیں۔

الجواب (۲) دارالحرب ہے اور حسبِ تحریر فتاویٰ عزیزیہ[۳] یہاں جمعہ وعیدین کا انعقاد درست ہے۔ احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں۔ جمعہ کے لئے جس امیر، رئیس، قاضی کی ضرورت ہے اس کے متعلق خود فتاویٰ عزیزی[۴] میں مذکور ہے کہ بے آنکہ در امور ملکی تصرف کند ومداخلت نماید اھ۔

---

[۱] ولاۃ جمع والی وهو من یوالی الانسان وینضم الیه ویکون من جملته وأتباعه والناصرین له الخ، مجمع بحار الانوار ص ۱۲۴ ج۵ (ولی) مطبوعه دار الایمان المدینة المنورة.
القاضی هو الذی تعین ونصب من جهة من له الامر لاجل القضاء الخ التعریفات الفقهیة علی قواعد الفقه ص ۴۲۰ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۲] هی الریاسة العامة فی التصدی لإقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة، وإقامة أرکان الإسلام والقیام بالجهاد وما یتعلق به من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلة واعطائهم من الفیء، والقیام بالقضاء وإقامة الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنهی عن المنکر نیابةً عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ازالة الخفاء ص ۲ فصل اول در خلافت عامة مسئلة در تعریف خلافت.

[۳] واقامت جمعه دردارالحرب اگر ازطرف کفار والی مسلمانان درمکانے منسوب باشد باذن او درست است والا مسلما نان را باید که یک کس راکه امین ومتدین باشد رئیس قرار دهند که باجازت وحضور اواقامت جمعه واعیاد الی قوله می نموده باشد. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امیر وقاضی میں دو وصف ہیں۔ایک انتظامِ امور مسلمین جیسے اقامت جمعہ واعیا داور یہ وصف مسلمانون کی رضامندی سے حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے کوئی خاص قوت وغلبہ ضروری نہیں۔**ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین**[۱] اھ جو عالمگیری وغیرہ میں منقول ہے۔اس کا محمل یہی ہے بلکہ اگر اس شخص کو قاضی نہ کہا جائے اور ویسے ہی اس کو امام بنا لیا جائے تب بھی جمعہ درست ہوجائے گا۔**ولو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل فصلی بھم جاز کذافی السراجیۃ** اھ[۲] عالمگیری مصری ج۱ ص۱۴۶ اور ایسے امام قاضی متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔دوسرا وصف ہے **تنفیذ الحکم با لغلبۃ والقھر** اس کے لئے قدرت قاہرہ شرط ہے محض مبایعت کافی نہیں۔ **السلطان یصیر سلطانا بامرین بالمبا یعۃ معہ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ علی رعیتہ خوفاً من قھرۃ فان بویع ولم ینفذ فیھم حکمہ لعجزہ عن قھر ھم لایصیر سلطانا شامی**[۳] ص۴۲۳ ج۴۔

باب الجمعہ میں والی وقاضی کے وجوب سے مراد اول وصف والا قاضی ہے کہ بغیر اسکے جمعہ ہی درست نہیں اور ایسے قاضی کا ملنا بھی دشوار نہیں اور جمعیۃ العلماء کے ناظم صاحب نے جس نوع کے امیر کی تجویز کی تھی اس میں مقصود اہم وصف ثانی تھا جسکو سلطان کہنا بھی درست ہے اور وہ بھی مسئلہ اجماعی ہے مگر ایسے امام کیلئے جن شرائط کی ضرورت ہے وہ مفقود ہونے کی وجہ سے وہ تحریک کامیاب نہیں ہوئی۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فتاویٰ عزیزی ص۴۴ ج۱ مسئلہ گرفتن سود از انصاری واداۓ جمعہ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[۴] فتاویٰ عزیزی ص۴۴ ج۱ مسئلہ سود گرفتن از نصاری واداۓ جمعہ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [۱] طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۱۴ باب الجمعۃ.

[۲] عالمگیری کوئٹہ ص۱۴۶ ج۱ الباب الساوس عشرفی صلاۃ الجمعۃ.

[۳] شامی نعمانیہ ص۳۰۵ ج۴ کتاب القاضی مطلب السلطان یصیر سلطانا بامرین.

ومنها مسئلة نصب الامام فقد اجمعوا علیٰ وجوب نصب الامام وانما الخلاف فی انه یجب علی اللّٰه تعالیٰ اوعلی الخلق بدلیل سمعی اوعقلی لمذهب اهل السنة وعامة المعتزلة انه یجب علی الخلق سمعاً لقوله علیه الصلوٰة والسلام علی ما اخرجه مسلم من حدیث ابن عمرؓ بلفظ من مات بغیر امامه مات میتةً جاهلیةً ولان الصحابةؓ جعلوا اهم المهمات نصب الامام حتی قدموه علی دفنه علیه الصلوٰة والسلام ولان المسلمین لابدلهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطریق الخ شرح[1] فقه اکبر والمسئلة مذکورة فی شرح[2] العقائد وشرح المقاصد[3] وشرح المواقف[4] وازالة[5] الخفاء ومنصب[6] امامت والمسایرة وتمهید ابی[7] الشکور وحجة اللّٰه البالغة[8] والبسط فی منهاج[9] السنة. طحطاوی ص۲۷٦ اورشامی دونوں کی عبارتیں نقل کیجئے جن میں تعارض ہے۔

الجواب (۳) ہر دارالحرب سے ہر شخص پر ہجرت فرض نہیں بلکہ اس وقت ضروری ہے کہ دارالحرب میں اقامتِ دین پر کما یجب قدرت نہ ہو اور کسی دوسری جگہ اقامتِ دین پر کما یجب قدرت ہو نیز راستہ مامون ہو۔ چنانچہ تفسیر[10] احمدی میں اسی صفحہ پر تین چار سطر پہلے ہے۔ ذکروا ان الایة تدل علی ان من لم یتمکن من اقامة دینه فی بلده کما یجب

---

[1] شرح فقه اکبر ص ۱۷۰ مسئلة نصب الامام. مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] شرح عقائد ص ۱۵۲ بحث الامامة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] شرح المقاصد ص ۲۳۲ و ۲۳۵ المقصد السادس الفصل الرابع فی الامامة.

[4] شرح المواقف ص ۳۴۵ ج۸ الموقف الخامس فی الالٰهیات المرصد الرابع فی الامامة.

[5] ازالة الخفاء ص۷ ج ۱ درنصب خلیفه وامام.

[6] رساله منصب امامت ملاحظه هو مصنفه مولانا شاه اسمعیل شهید رحمه اللّٰه.

[7] تمهید ابی الشکور ص ۱۷۲ الباب الحادی عشر فی الخلافة.

[8] حجة اللّٰه البالغة ص ۱۳٦ ج ۲ ابواب سیاسة المدن، مصری.

[9] منهاج السنة ص ۱٦ ج ۱ الفصل الاول وهی مسئلة الامامة.

[10] تفسیر احمدی ص ۲۰۱ سورة نساء تحت آیت ۹۷ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

وعلم انه يتمكن من اقامة فی غیره حقت علیه الهجرة اهـ۔ اس میں یہ بھی قید

سوال وجواب کی عربی عبارات کا ترجمہ :

(۱) جان لے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دارالحرب تین شرطوں کے ساتھ دارالاسلام بن جاتا ہے۔

(۲) اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر اہل اسلام اور اہل شرک (دونوں) کے احکام جاری ہوں تو وہ دارالحرب نہیں بنے گا۔

(۳) احکام کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ مقدمۂ ملک داری، رعایا کے بندوبست، اموالِ تجارت سے خراج وعشر وغیرہ لینے، ڈاکوؤں، چوروں کو سزا دینے میں کفار بطور خود حاکم ہوں۔ ہاں اگر بعض احکام اسلام مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح گاؤ سے تعرض نہ کرتے ہوں نہ کیا کریں (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا)

(۴) بلاشبہ وہ شہر جو کفار کے قبضہ میں ہیں بیشک وہ بلاد اسلام ہیں بلاد حرب نہیں۔ اس لئے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور نہ انہوں نے ان میں احکام کفر کو ظاہر کیا بلکہ قضاۃ (فیصلے کرنے والے) مسلمان ہیں اور وہ بادشاہ بھی جن کی وہ بضرورت اطاعت کرتے ہیں مسلمان ہیں۔

(۵) اور ان پر کسی والی مسلم کا تلاش کرنا واجب ہے۔

(۶) اور اس زمانہ میں ظالموں کافروں کے غلبہ کی وجہ سے اگر اپنے دین کو قائم کرنے کی قدرت ہو تو ان پر ہجرت فرض ہے یہی حق ہے۔

(۷) اور وہ جو مرقوم ہوا کہ انگریزوں کی علمداری کے شہر اور ان کے مثل دارالحرب ہیں یا نہیں۔ پس جاننا چاہئے کہ یہ جو بیان کرتے ہیں کہ دارالاسلام کبھی دارالحرب نہیں بنتا۔ یہ قول مرجوح ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ دارالاسلام بھی دارالحرب ہو جاتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کب ہوتا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر شعائر اسلام میں سے کوئی ایک چیز بھی ممنوع ہو جائے۔ جیسے اذان وختنہ کرنا دارالحرب ہو جاتا ہے۔ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہونے کا مدار شعائر اسلام کے محو ہونے پر نہیں بلکہ جب شعائر کفر بے کھٹکے باعلان رواج پکڑ جائیں دارالحرب ہو جاتا ہے گو شعار اسلام بھی برقرار ہوں اور تیسری جماعت نے اس سے بھی ترقی کر کے کہا ہے کہ دارالحرب ہونے کی تعریف ہے کہ اس میں کوئی مسلمان اور ذمی امانِ سابق کے ساتھ باامن نہ رہے خواہ بعض شعائر اسلام متروک ہوئے ہوں یا نہ اور چاہے شعائر کفر علی الاعلان ہوتے ہوں یا نہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۹) اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی بن جاتا ہے۔

(۱۰) اور اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو اور لوگ کسی ایک شخص پر مجتمع ہو جائیں اور وہ ان کو نماز پڑھا دے جائز ہے۔ سراجیہ میں اسی طرح ہے۔

(۱۱) غلبہ وقدرت کے ساتھ حکم نافذ کرنا۔

(۱۲) سلطان دو چیزوں سے سلطان بنتا ہے ایک تو اس سے کہ اشراف واعیان (بڑے لوگ ذمہ دار حضرات) اس سے بیعت کرلیں اور دوسرے اس سے کہ اس کا حکم اس کی رعایا پر اس کے غلبہ کے خوف کی وجہ سے نافذ ہو۔ پس اگر اس سے بیعت تو کرلی جائے مگر اس کا حکم ان میں نافذ نہیں چونکہ وہ ان کو مغلوب کرنے سے عاجز ہے وہ سلطان نہیں بنے گا۔

(۱۳) اور ان میں سے امام کو قائم کرنے کا مسئلہ بھی ہے پس امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع کیا ہے اور بس اختلاف تو اس میں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا مخلوق پر اور دلیل نقلی سے اس کا ثبوت ہے یا دلیل عقلی سے۔ البتہ اہل سنت اور عام معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مخلوق پر واجب ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کی حدیث کی وجہ سے جس کی مسلم نے تخریج کی ہے۔ ابن عمرؓ کی حدیث بایں الفاظ کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور اس لئے کہ صحابہ کرامؓ نے امام مقرر کرنے کو تمام مہمات سے اہم قرار دیا۔ حتیٰ کہ اس کو آنحضرت ﷺ کے دفن پر مقدم کیا۔ اور اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے کسی امام کا ہونا ضروری ہے جو ان کے احکام کو نافذ کرے اور حدود قائم کرے قلعوں کی حفاظت کرے، لشکروں کی تیاری کرے، صدقات وصول کرے، باغیوں، چوروں، ڈاکوؤں کو مغلوب وزیر کرسکے الخ۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۷۹، اور یہ مسئلہ شرح عقائد، شرح مقاصد، شرح مواقف، ازالۃ الخفاء، منصبِ امامت، مسایرۃ تمہید ابی الشکور، حجۃ اللہ بالغہ میں مذکور ہے۔ اور منہاج السنۃ میں تفصیل ہے۔

(۱۴) انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو اپنے دین کو اپنے شہر میں قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور اسے یقین ہے کہ دوسرے شہر میں قائم کرنے کی قدرت ہے اس پر ہجرت واجب ہے۔

(۱۵) جیسا کہ سرخسی نے مبسوط ص ۶ ج ۱ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور جصاص رازی نے احکام القرآن ص ۲۶۲، ج ۲ وص ۲۹۴ ج ۲ وص ۳۰۵ ج ۲ میں اس کی تصریح کی ہے فقط۔

(۱۶) اس دار الحرب سے مراد جس سے ہجرت فرض ہے وہ دار الحرب ہے کہ حربی لوگ وہاں کے باشندوں کو اپنے دین کے اظہار اور نماز روزہ، جمعہ وجماعت اور اذان وختنہ سے منع کرتے ہوں۔ اور اگر ایسی حالت نہ ہو بلکہ مسلمان بے کھٹکے اپنے دین کا اظہار کرتے ہوں اور جمعہ وجماعت قائم کرتے ہوں اپنے دین کے احکام بلا تکلف بیان کرتے ہوں۔ پس اس دار الحرب سے ہجرت فرض نہیں۔ اور وجوب کی تقدیر پر (جہاں سے ہجرت فرض ہے) فی الفور ہجرت فرض نہیں بلکہ کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ میسر آنے کی وقت (فرض ہے) اس لئے آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا باوجودیکہ کفار دعوت (دین وتوحید) کے اظہار سے روکتے تھے اور ایمان لانیوالوں کو مارتے پیٹتے اور گالی گلوچ کرتے تھے اور مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے بھی روکتے تھے پس جب تیرہ سال بعد حق تعالیٰ شانہ نے انصار کو آنحضرت ﷺ کا معین ومددگار بنادیا اور مدینہ طیبہ میں محل ومسکن میسر آگیا اس وقت آنحضرت ﷺ نے ہجرت فرمائی۔

نہیں کہ دارالحرب سے ہجرت کرکے دارالاسلام جائے بلکہ خود دارالحرب کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں اگر یہ بات میسر ہو جائے تو وہ بھی کافی ہے۔اسی طرح اگر دارالاسلام میں قدرت نہ ہواور دارالحرب میں قدرت ہوتو وہاں سے ہجرت کرکے دارالحرب کواختیار کرنا بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے۔ جو ہجرت ابتداء اسلام میں واجب تھی وہ منسوخ ہے۔ کما صرح بہ السرخسی فی المبسوط[1] ج۱۰ص۶ والجصاص الرازی فی احکام[2] القرآن ص۲۶۲ج۲ وص۲۹۴ج۲وص۳۰۵ج۲۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی اپنے فتاویٰ[3] عزیزیہ ص۵۲ج۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ مراد از دارالحرب کہ ازاں ہجرت فرض باشد آں دارالحرب است کہ حربیان از اظہار دین خود وصوم وصلوٰۃ، جمعہ وجماعت، واذان وختان سکان آں جا راممانعت نمایند واگر ایں چنیں نباشد بلکہ مسلمانان آنجا اظہار دین خود بے دغدغہ می کنند وجمعہ وجماعت را قائم می دارند وبیان احکام دین خود بے تکلف می کنند پس ازاں دارالحرب ہجرت فرض نیست وعلی تقدیر الوجوب فی الفور واجب نمی شود بلکہ **عند وجدان الملجأ والمفر لان النبی صلی**

---

[1] المبسوط للسرخسی ص۶ ج۱۰ کتاب السیر کان علی کل مسلم فی قبیلته ان یهاجر الخ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] وهذا فی حال ماکانت الهجرة فرضاوقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انابریٌ من کل مسلم اقام بین اظهر المشرکین الی قوله فکانت الهجرة فرضاً الی ان فتحت مکة فنسخ فرض الهجرة. احکام القرآن للجصاص الرازی ص۲۱۹ ج۲ باب وجوب طاعة الرسول، سورة نساء تحت آیت فلاتتخذوا منهم اولیاء حتی یهاجروا فی سبیل اللّٰه . مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت .احکام القرآن ص۲۴۱ ج۲ باب المسلم یقیم فی دارالحرب الخ مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت، احکام القرآن ص۲۵۰ ج۲ باب القتل العمدهل فیه کفارة، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

[3] فتاویٰ عزیزی ص۵۸ ج۱ تحت مسئله گائو سید احمد کبیرو گوسپند شیخ سدو. مطبوعه رحیمیه دیوبند.

اللہ علیہ وسلم اقام ثلاثة عشر بمکة مع ان کفار مکة کانوا یمنعون من اظھار الدعوة و یضربون ویشمتون من آمن ویمنعون من الصلوٰة فی المسجد الحرام پس حق تعالیٰ ہرگاہ انصار رابعد از سیزدہ سال ناصر ومعین آنجناب گردانید ومحل ومسکن در بلدہ طیبہ ہم رسید ہجرت فرموند اھ۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث نظر سے نہیں گذری۔ تحریکِ خلافت کے وقت ۱۳۳۸ھ میں مولانا عبدالباری صاحب لکھنویؒ نے چند مضامین تحریر کئے جو مختلف اخبارات میں شائع ہوئے پھر ان کا مجموعہ ایک رسالہ کی صورت میں بھی شائع ہوا اس کے ساتھ فضائل ہجرت کی چہل حدیث بھی ہے مگر فقہاء کی عبارات کی طرف اس میں بھی کوئی خاص التفات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دار الحرب

سوال:۔ دار الحرب کی کیا تعریف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو مقام ایسا ہو کہ وہاں اہل شرک کے احکام جاری ہوں اور اس کے آس پاس متصل مقامات کا حال بھی ایسا ہی ہو اور وہاں کوئی مسلمان اپنے اسلام کی بناء پر مامون نہ ہو وہ دار الحرب ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلاثة باجراء احکام اھل الشرک وباتصالھا بدار الحرب وبان لایبقی فیه مسلم اوذمی آمنا بالامان الاول علی نفسه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دارالحرب، ہجرت، حفاظت اہل وعیال

سوال:۔ ہندوستان کی آزادی ویوم استقلال کے بعد جو جانکاہ اور روح فرسا واقعات رونما ہوئے ہیں وہ کسی فرد بشر پر مخفی نہیں ہیں دہلی اور بہار اور الور و پنجاب کے دلسوز اور ولولہ انگیز حالات بھی محتاج بیان نہیں ہیں فی الحال بھی قومی تعصب اور ذہنیت پورے شباب پر ہے گجرات میں گودھرا جیسے شاندار شہر کی تباہی و بربادی میں عملہ سرکار کی بربریت اور بہیمیت پوری قوت سے کارفرما تھی جس کی بنا پر تمام شہر برباد خاکستر ہوکر وہاں کے مسلمان باشندے بدو چشم و یک بینی حیران و پریشان ہوکر اطراف وجوانب میں فرار ہوگئے ہیں۔آج سے آٹھ دن قبل جو لکھ پتی تھے وہ آج نان جویں کے محتاج ہیں اس منظر کو دیکھ کر گجرات کے تمام اقلیتوں پر خوف و ہراس طاری ہوگیا ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ فسطائیت وسماجیت کا بھوت اکثریت کے سروں پر سوار ہے چند دیہات میں سے مسلمانوں کو نکالدیا گیا ہے اور دھمکیاں دی جارہی ہیں مزارات ومقامات مقدسہ کی تخریب و توہین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا اکثریت اقلیت کی آبروریزی کے درپے ہیں جس کی وجہ سے ہر خداترس وعاقبت اندیش مسلمان کے دل میں قدرتی طور پر حسب ذیل سوالات پیدا ہوئے لہٰذا علماء کرام ومفتیان عظام سے عاجزانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مدلل ومبرہن پیرائے میں تحریر فرما کر ارسال فرمائیں تاکہ اس کے مطابق عمل درآمد کرنے کی کوشش کی جائے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۸۸ ج ٦ کتاب الجهاد، مطلب فیما تصیر به دار الاسلام الخ، بزازیة علی الهندیة ص ۳۱۲ ج ٦ کتاب السیر الباب الرابع فی المرتد مطبوعه کوئٹه.

(ا) مذکورہ حالات کے پیش نظر ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالامن؟

(ب) دارالحرب ہونے کی صورت میں پاکستان افغانستان عربستان وغیرہ میں سے کس ملک کی طرف ہجرت کرنا بہتر ہے۔ اور ہجرت وجوب و جواز واستحباب میں سے کس درجہ میں بہتر ہے۔

(ج) دارالحرب قرار نہ دینے کی حالت میں قومی فساد کے موقع پر اپنی جان ومال کی صیانت وحفاظت میں جان کی بازی لگانے سے درجہ شہادت کی سعادت نصیب ہوگی یا نہیں اور حملہ آوروں سے گریز ورو گردانی موجب گناہ وعقاب ہے یا نہیں؟

(د) موجودہ فضا کی صورت میں مستورات واطفال وعیال کو خطرہ جان یا خوف ارتداد کی وجہ سے کسی محفوظ مقام پر خواہ ہند میں ہوں یا بیرون ہند پہچانا کیسا ہے؟

(ہ) موجودہ فضا کے لحاظ سے اگر کوئی تاجر کافی مال تجارت کے ہوتے ہوئے بہ سلسلہ تجارت مقروض ہے اور گاہک پر ان کا بھی قرض ہے مگر نقد پاس نہیں ہے اس صورت میں اگر مصلحت وقت کے پیش نظر کچھ معمولی رقم بطور دوراندیشی بجائے ادائیگی قرض محض اس غرض سے اپنے پاس رکھے کہ خدانخواستہ اگر کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جو موجب نقل وحرکت یا بربادی کا رہو تو ذریعۂ قوت لایموت وحفظ عزت وعصمت بن سکے جائز ہے یا نہیں، یا ہر حالت میں ادائیگی قرض مقدم ہے شرح ومفصل جواب تحریر فرما کر ارسال فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(ا) ہندوستان کے متعلق قدیم سے اختلاف ہے اکثر حضرات نے اس کو دارالحرب قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز[1] صاحب محدث دہلویؒ اور شاہ محمد اسماعیل[2] صاحب

---

[1] وبریں تقدیر معمولہ انگریزاں واشباہ ایشاں لاشبہہ دارالحرب است الخ فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج اقبیل سوال سنن رواتب مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

[2] صراط مستقیم اردو ص ۱۳۰ چوتھی فصل ادائے طاعت کے طریقوں کے بیان میں پانچواں فائدہ۔

شہیدؒ وغیرہما نے اپنی تحریرات میں تصریح فرمائی ہے حالانکہ ان کے وقت میں مسلمان بادشاہ دہلی میں موجود تھے مگر دارالحرب کی تعریف ان کے نزدیک اس وقت ہندوستان پر صادق آتی تھی اور وہ تعریف اب بھی صادق آتی ہے۔

بعض حضرات نے اس کو دارالاسلام مانا ہے جیسا کہ حضرت مولانا عبدالحیٔؒ صاحب لکھنویؒ نے اپنے[1] فتاویٰ میں لکھا ہے حالانکہ ان کا زمانہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کافی بعد کا ہے جبکہ انگریز کا پورا تسلط ہندوستان پر ہو چکا تھا مگر دارالحرب کی تعریف **التی لم یبق فیھا مسلم**[2] مجموع من حیث المجموع ہندوستان کا حکم ان ہنگامی حالات سے نہیں بدلا۔

(ب) مسئلۂ ہجرت اہم مسائل سے ہے۔ جس مقام پر کوئی شخص اپنے دین، نفس، عزت، عیال، مال کی حفاظت پر قادر نہ ہو اور شعائر اسلام پر کما یجب عمل نہ کر سکتا ہو اور کسی دوسری جگہ پر جا کر یہ قدرت حاصل ہو سکتی ہو اور راستہ بھی مامون ہو تو اس کے ذمہ ہجرت واجب ہوتی ہے اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ اول مقام دارالحرب اور دوسری جگہ دارالاسلام ہی ہو بلکہ اگر دارالاسلام میں کسی وقت یہ دشواری پیش آئے اور دارالحرب میں نہ ہو تو ایسے دارالاسلام سے ہجرت کر کے دارالحرب میں آنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح اگر دارالحرب کے کسی مقام پر دشواری ہو اور دارالحرب ہی کے دوسرے مقام پر دشواری نہ ہو تو وہاں چلا جائے[3]۔ اب ہر شخص اپنی جائے قیام حالات اور قرب وجوار کے حالات نیز پاکستان، عربستان، افغانستان وغیرہ کے حالات اور اپنی قدرت راستہ وغیرہ کے امن پر غور کرے اور پوری تحقیق کرے اس کے بعد رائے قائم کرے بلا تحقیق اور بغیر غور وخوض

---

[1] فتاویٰ عبدالحیٔ اردو ص ۴۷۹ مسائل شتیٰ۔

[2] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۸۸ ج ۶ کتاب الجهاد، مطلب فیما تعین دارالاسلام.

[3] تفسیر احمدی ص ۲۰۲ سورئه نساء آیت ۹۷: مطبوعه رحیمیه دیوبند.

کے محض ہنگامی حالات سے متأثر ہو کر جلدی رائے قائم کرنے سے بسا اوقات پشیمانی ہوتی ہے اور مصائب میں بجائے کمی کے اضافہ ہوجاتا ہے اور آج کل روئے زمین پر علیٰ منہاج النبوۃ کسی جگہ بھی حکومت موجود نہیں اور جو لوگ جلد ہی بغیر تحقیق وغور کے چلے گئے تھے کثیر تعداد میں پریشان ہو کر واپس آرہے ہیں۔

(ج) اپنی حفاظت کا انتظام کرنا اور دشمن کے حملہ وتیاری سے باخبر رہنا ہر شخص کے ذمہ لازم ہے اگر مفسدین کی جماعت حملہ آور ہو تو پوری تدبیر اور قوت کے ساتھ ہوشیاری سے حفاظت ومدافعت کی جائے اور جو شخص جان ومال عیال، دین، عزت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے گا اس کو شہادت کی سعادت حاصل ہوگی[1] مدافعت ومقابلہ کی طاقت ہوتے ہوئے فرار اختیار کرنا گناہ ہے[2]۔

(د) ان کی حفاظت از حد ضروری ہے مگر ایسا نہ ہو کہ ان سب کو کسی ایک مقام پر جمع کر دیا جائے اور دشمن جمع شدہ پر جا کر قبضہ کر لے اور جمع کرنے کی زحمت سے بھی بچ جائے جیسا کہ ان اطراف کے بعض مقامات میں ہوا نیز اپنے سے ان کو علیحدہ کسی دور دراز مقام پر بھیج دینا بھی قرین دانشمندی نہیں کہ وہ علیحدہ پریشان رہیں اور پھر ملاقات بھی دشوار ہو جائے۔

ذکروا ان الآیة تدل علی ان من لم یتمکن من اقامة دینه فی بلده کما یجب وعلم انه یتمکن من اقامة فی غیره حقت علیه المهاجرة الی قوله وفی هذا الزمان ان لم یتمکن من اقامة دینه بسبب ایدی الظلمة اوالکفرة یفرض

---

[1] عن سعید بن زیدؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من قتل دون دینه فهو شهید ومن قتل دون دمه فهو شهید ومن قتل دون ماله فهو شهید ومن قتل دون اهله فهو شهید، مشکوٰة شریف ص ۳۰۶، باب ما لا یضمن من الجنایات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] ان کان عددالمسلمین نصف عددالمشرکین لایحل لهم الفرار وهذا اذا کان معهم اسلحة الخ عالمگیری کوئٹه ص۱۹۳ ج۲ قبیل الباب الثانی فی کیفیة القتال.

علیہ الهجرة هو الحق اھ تفسیر احمدی[۱] ص۲۰۲ مراد از دارالحرب کہ ازاں ہجرت مافرض باشد آں دارالحرب است کہ حربیاں از اظہار دین خود صوم وصلوٰۃ جمعہ و جماعات و اذان وختان سکان آنجا را ممانعت نمایند واگر چنیں نباشد بلکہ مسلمانان آنجا اظہار دین خود بے دغدغہ کنند وجمعہ وجماعات را قائم میدارند وبیان احکام دین خود بے تکلف می کنند پس ازاں دارالحرب ہجرت فرض نیست وعلی تقدیر الوجوب فی الفور واجب نمی شود بلکہ عند وجدان الملجأ والمفر لان النبی ﷺ اقام ثلثۃ عشر بمکۃ مع ان کفار مکۃ کانوا یمنعون من اظہار الدعوۃ ویضربون ویشتمون من آمن ویمنعون من الصلوات فی المسجد الحرام۔

پس حق تعالیٰ ہرگاہ انصار را بعد از سیزدہ سال ناصر ومعین آنجناب گردانید ومحل ومسکن در بلدہ طیبہ بہم رسید ہجرت فرمودند اھ فتاویٰ عزیزیہ[۲] ص۵۲۔

عقیدہ اور کامل بھروسہ ذات باری تعالیٰ پر رکھنا چاہئے کہ ناصر وحافظ حقیقی وہی ہے اگر ان کی طرف سے نصرت شامل حال ہو تو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اگر ان کی طرف سے نصرت نہ ہو تو دنیوی انتظامات کچھ بھی کارآمد نہیں ہو سکتے۔ **قال اللہ تعالیٰ ان ینصرکم اللہ فلاغالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون**[۳] اور جب اور جس طرح مقدر میں مرنا لکھا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا مقدر پر شاکر رہنا چاہئے مقدر کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ بڑے بڑے قلعے بھی موت سے حفاظت نہیں کر سکتے۔ **اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ الایۃ**[۴] جب

---

[۱] تفسیر احمدی ص ۲۰۲ سورۂ نساء آیت ۹۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[۲] فتاویٰ عزیزی ص ۵۸ ج ا تحت مسئلہ گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

[۳] سورۃ آل عمران آیت ص ۱۶۰ ترجمہ: اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہئے۔ (از بیان القرآن)

[۴] سورۃ نساء آیت ۷۸ ترجمہ: تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آجاوے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو۔

مدار ناصر حقیقی کی نصرت پر رہا تو اس کی نصرت کے اسباب کو حاصل کرنا چاہئے **قال اللّٰہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا ان تنصرو اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم** الاٰیۃ[۱] یعنی خدا کے دین کی مدد کی جائے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کیا جائے معاصی کو بند کیا جائے اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کی جائے ضعفاء پر رحم کیا جائے **ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء**[۲]۔ **ارحموا ترحموا**،[۳] **من لا یرحم لا یرحم**[۴] وغیرہ بکثرت روایات میں اس کی تلقین ہے دوست اور دشمن سب کے دل خدا کے قبضہ وقدرت میں ہیں جس کے دل میں چاہے رحم پیدا فرماوے جس کے دل سے چاہے رحم نکال لے جب انسان کے اخلاق وسیع ہوں بے غرض احسان ومروت کرتا ہو۔ خدا سے ڈرتا ہو دوسرے کی جان مال آبرو کے درپے نہ ہو بلکہ اپنی جان مال، آبرو کی طرح اس کی بھی حفاظت کرتا ہو۔ خدا سے ڈرتا ہو۔ چھوٹوں پر شفقت بڑوں کا احترام کرتا ہو۔ زبان کا سچا ہو اور وعدہ وفا ہو رشتہ داروں، دوستوں، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرتا ہو تو دنیا میں بھی ایسے شخص کی مخالفت کم کی جاتی ہے اور اس کی دشمنی شاذ ونادر ہی کوئی کرتا ہے اور آخرت میں تو ایسا شخص بہر صورت نفع ہی نفع میں ہے۔ اس لئے اس کا قلب مطمئن رہتا ہے۔

(۵) خطرہ مذکورہ سے زیادہ قابل اہتمام ادائے قرض ہے کہ اگر ان حوادث میں اپنا بھی خاتمہ ہو گیا تو مواخذۂ اخروی باقی رہے گا[۵] اور اگر محافظ حقیقی نے نصرت فرما کر جان بچالی ہے

---

[۱] سورۃ محمد آیت ۷، ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم جمادے گا۔

[۲] السنن الکبری للبھیقی ص ۱۴/ ۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، کتاب السیر، باب ماعلی الوالی من امرالجیش.

[۳] مسند احمد ص ۱۶۵ ج ۲ رقم الحدیث ۶۵۰۵ دارالفکر بیروت.

[۴] المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۵۱ ج ۲ حدیث ۲۴۷۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت.

[۵] عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال "یغفر للشھید کل ذنب الا الدین" فی المرقاۃ "إلا الدین" أراد حقوق الآدمیین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تو وہ رزاق بھی ہے۔ اپنے وعدۂ رزق کو ضرور پورا فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۸/ جمادی الثانیہ ۶۷ھ

لونڈیوں اور باندیوں کے احکام

سوال:۔ شریعت اسلامیہ میں کنیز اور لونڈیوں کا کیا مرتبہ ہے؟

(۱) کیا وہ زرخرید ہوئی تھیں اور ان سے نکاح بھی کیا جاتا تھا؟

(۲) کیا ان کی اولاد اگر نکاح کے بغیر ہو تو یہ وراثت کی حقدار ہوتی ہے؟

(۳) لونڈیوں کی تعداد کے اوپر کوئی پابندی تھی؟

(۴) ایک وقت میں چار شادیوں کی اجازت ہے لیکن اس میں یہ قید ہے کہ سات سے زیادہ پوری زندگی میں نہ کی جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعی طور پر جہاد ہوتا تھا اس میں گرفتار کر کے لائی جاتی تھیں وہ تقسیم کر دی جاتی تھیں جس کی ملک میں جو دیدی جاتی اس کو اس سے نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی[۱] تھی۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) من الأموال والدماء والإعراض، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۲ کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار فانها لا تعفی بالشهادة، مرقاة المفاتیح ص ۳۳۹ ج ۳ کتاب البیوع باب الافلاس الخ، مطبوعه بمبئی.

(صفحہ ہٰذا) [۱] كان العرب فی جاهلیتهم یغزو بعضهم ویستولون علی النساء والرجال فیكون ارقاء الی قوله جاء الاسلام والرقیق موجود فی أیدی العرب فاقرهم علیه ولم یسد علیهم بابه وقد قسم رسول اللّٰه ﷺ علی المسلمین غنائم بنی المصطلق وفیها سبی كثیر الخ هامش الشامی ص ۳۷۸ ج ۵ اول كتاب العتق، مطبوعه زكریا دیوبند.

(۲) وہ وراثت کی حقدار ہوتی تھی[۱]۔

(۳) کوئی پابندی نہیں تھی[۲]۔

(۴) یہ قید نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ عنہ دار العلوم دیوبند

کیا لونڈیوں کے ساتھ صحبت بلا نکاح درست ہے؟

سوال:۔ حضور ﷺ کے زمانے میں لونڈیاں اور غلام فروخت ہوتے تھے کیا ان لونڈیوں کو خرید کر بغیر عقد ان کے ساتھ صحبت کرنا جائز تھا یا نہیں؟ یہاں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ زرخرید لونڈی کے ساتھ بغیر عقد کے حضور ﷺ کے زمانے میں بھی صحبت کرنا جائز نہیں تھا کتاب وحدیث سے حوالہ عنایت فرما کر جواب دیں مہربانی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعی لونڈی جو جہاد میں گرفتار کر کے لائی جائے وہ جس کے حصہ میں آجائے اس کو اس سے صحبت کرنا جائز تھا اس کے ساتھ عقد نکاح کی ضرورت نہیں تھی ایسی باندی کو مالک فروخت بھی کر سکتا تھا لیکن اگر کسی سے عقد کر دیا تو مالک کو اس سے صحبت کی اجازت نہیں تھی یہ مسئلہ کتب حدیث[۴] وفقہ[۵] میں موجود ہے قرآن کریم میں بھی ہے۔ **فانکحوا ما طاب لکم**

---

[۱] اس لئے کہ وہ اس کے حقیقی بیٹا بیٹی ہوگئے۔ فیبدأ بذوی الفروض، ثم بالعصبات الخ درمختار علی الشامی زکریا ص۴۹۸ ج۱۰ کتاب الفرائض

[۲] ولہ التسری بما شاء من الاماء الخ درمختار مع الشامی زکریا ص۱۳۸ ج۴ کتاب النکاح فصل فی المحرمات

[۳] لا یجوز لا حد غیر رسول اللہ ﷺ ان یجمع بین اکثر من اربع نسوۃ الخ تفسیر ابن کثیر ص۶۷۷ ج۱ (مطبوعہ مکہ مکرمہ) سورۃ النساء تحت آیت ۳.

[۴] عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

من النساء مثنیٰ و ثلث و رباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة اوما ملكت ايمانكم[۱] الایۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

کیا ہندوستانی مسلمان مستامن ہیں

سوال:۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت کفار کے ساتھ مستامن کی ہے، یا غیر مستامن کی بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان میں جمہوری حکومت کا اعلان ہے کہ یہاں کے مسلمان حصول آزادی کی سعی وقربانی میں دیگر اقوام سے پیچھے نہیں رہے، بلکہ دوش بدوش اور نمایاں طور پر شریک رہے ہیں، اس لئے ان کو مستامن نہیں کہا جاسکتا، البتہ جو مسلمان پاکستان سے پرمٹ لیکر عارضی طور پر یہاں آتے ہیں وہ یہاں کے اصلی باشندے کے مانند نہیں، بعض مقامات پر اکثریت

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) **بعث يوم حنين بعثاً الى اَوْطَاس فلقوا عدوهم فقاتلوهم فظهروا عليهم واصابوا لهم سبايا فكان اناساً من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم تحرجوا من غشيانهن من اجل ازواجهن من المشركين فانزل الله في ذلك والمحصنات من النساء الا ما ملكت ايمانكم اى فهن لهم حلال اذا انقضت عدتهن ابو داؤد شريف ص۲۹۳ ج ۱ كتاب النكاح، باب في وطى السبايا، مطبوعه سعد ديوبند.**

۵ **ملاحظه هو رد المحتار على الدر المختار، ص۱۲۴ ج۴ كتاب النكاح، مطلب مُهِمٌّ في وطء التسرارى الخ، مطبوعه زكريا ديوبند.**

سورۂ نساء آیت۳، **ترجمہ**: تو عورتوں سے جوتم کو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بیوی بس کرو۔ یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی۔

نے مسلمانوں کو پریشان کررکھا ہے، اور مقامی حکام بھی جبر وتشدد سے کام لیتے ہیں اور دلوں کا بغض وعناد نکالتے ہیں، یہ صریح ظلم ہے حکومت کے ذمہ اس کا انسداد اپنے معاہدے اور قانون کے ماتحت لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

یکم جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

باشندگان ہندوستان آزاد ہیں، اوران کو تمام حقوق برابر کے حاصل ہیں دستور میں بھی اس کی تصریح موجود ہے، پھران کی طرح سے مسلمان بھی ہندوستان میں آزاد کیوں نہ ہونگے، ظلم وناانصافی اور چیز ہے، آئین وقوانین کی رو سے تو یہی بات ہے جو مفتی صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔ فقط واللہ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

میں پہلے ہندوستانی ہوں بعد میں مسلمان کہنے کا حکم

سوال:۔زید کا کہنا ہے کہ پہلے میں مسلمان ہوں بعد میں کچھ اور بکر کا کہنا ہے کہ پہلے میں ہندوستانی ہوں، بعد میں مسلمان، بکر سیاسی پارٹی سے بھی تعلق رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلام کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ کسی وقت بھی اس کو ترک کرکے دوسرا دین قبول کرنے کی گنجائش نہیں "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین[1]"، وطن کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اس کو ترک کرکے دوسری جگہ وطن بنالینا (ہجرت)

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۸۵/

ترجمہ:۔اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا، تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا، اور آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔(بیان القرآن)

کر جانا بھی درست ہے، بلکہ بعض احوال میں مستحب اور بعض احوال میں ضروری ہو جاتا ہے[1] لیکن وطن کے حقوق بھی اسلام نے بتائے ہیں، اس کو کلیۃً نظرانداز نہیں کر دیا، البتہ وطن کے حقوق تابع ہیں، حقوق اسلام کے یہ تو اصل حقیقت ہے، مگر مسئولہ فقرہ کو سیاستاً استعمال کرنے کی وجہ سے اس پر فتویٰ لے کر دیگر مقاصد کا ذریعہ نہ بنایا جائے، کیونکہ اس کا دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فی هذاالزمان ان لم يتمكن من اقامة دينه بسبب أيدى الظلمة او الكفرة يفرض عليه الهجرة وهو الحق (تفسيرات احمديه، ص ۲۰۲ / سورة النساء آيت ۹۷، مطبوعه رحيميه ديوبند)
قالوا كل هجرة لطلب علم اوحج اوجهاد اوفرار الى بلد يراد فيه طاعة او قناعة اوزهداو ابتغاء رزق طيب فهى هجرته الىٰ الله ورسوله (الىٰ قوله) واستحسن المشائخون ذٰلك (تفسيرات احمديه، ص ۲۰۳ / مطبوعه رحيميه ديوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

امارت وسیاست کے مسائل

موجودہ وقت میں مسلمانوں کے لئے طریق کار

سوال:۔اس زمانے میں ہندوستانی مسلمانوں کا ازروئے موافق شریعت کیا چارۂ کار ہونا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ایمان ویقین پختہ کریں، عقائدحقہ اخلاق فاضلہ اعمال صالحہ اہتمام سے حاصل کریں، آپس میں ہمدردی اور خیرخواہی سے رہیں، حضوراکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کو اپنے اندر جمانے اوردوسرے بھائیوں تک پہنچانے اورظلم ومعصیت کے مٹانے میں منہمک ہوجائیں، تو خدائے پاک کی نصرت ہوگی ''یایھا الذین آمنوا ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم الایۃ[1] ''، اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ہوگی، تو پھرکوئی دوسرا غالب نہیں ہوگا ''ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم الایۃ''[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۳ھ

---

[1] سورۂ محمد آیت ۷/.

ترجمہ:. اے ایمان والواگرتم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا۔(بیان القرآن)(بقیہ اگلے صفحہ پر)

علماء کی سیاست میں شرکت

سوال: ۔عوام الناس میں یہ خیال عام ہوتا جارہا ہے کہ علماء کرام کو موجودہ سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہئے، کیا اس بگڑے ہوئے ماحول میں علماء کرام کو خاموش رہنا چاہئے، جو علماء کرام عملی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں، کیا وہ غلط کررہے ہیں، کیا علماء کرام کا کام صرف مسجد کی امامت کرنا اور مدرسہ کی تعلیم دینا ہے اور بس؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ خیال آج کا نہیں بہت پرانا خیال ہے، پہلے بھی کہا کرتے تھے، کہ علماء کا سیاست سے کیا تعلق، بات یہ ہے کہ جس عالم کے اندر صلاحیت ہو وہ صحیح طور پر سیاست میں شریک ہوکر دوسروں کو اپنا ہم خیال بنالے گا، غلط بات پر نکیر کرے گا، صحیح راہ عمل پیش کرے گا، اس کا سیاست میں شریک ہونا درست ومفید ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سیاست میں حصہ لینا

سوال: ۔کیا اسلامی اصول کے مطابق اس ہندوستان کی سیاست میں ہم مسلمان بھی حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] سورہٗ آل عمران آیت ۱۶۰/.

ترجمہ: . اگرحق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا۔ (بیان القرآن)

(صفحہ ہٰذا) [1] عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان من اعظم الجھاد کلمة عدل عند سلطان جائر، ترمذی شریف ص ۴۰ ج ۲ ابواب الفتن، باب افضل الجھاد، مروجہ سیاست کے شرعی احکام، مصنفہ حکیم الامت ص ۲۸ ج امطبوعہ ہتورا باندہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس میں حصہ لینے سے آپ کواحکام اسلام پرعمل کرنے میں رکاوٹ پیدانہ ہواور آپ حصہ لیکراہل اسلام کی خدمت کرسکیں اوران کوظلم سے بچا کرحقوق دلاسکیں تو حصہ لے سکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبدمحمودغفرلہٗ

پاکستان میں اسلامی قانون

سوال:۔ پاکستان میں ۱۹۷۳ء میں ایک آئین نافذ ہواجس میں تمام سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کے دستخط ہیں، اس آئین کی بنیادی باتیں یہ ہیں اس ملک کا نام اسلامیہ جمہوریہ ہوگا، اس ملک کا حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے، کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوگا، اور جتنے غیراسلامی قوانین ملک میں موجود ہیں، سات سال تک ان کواسلام کے مطابق بنادیا جائے گا۔

۱۹۷۷ء میں مارشل لانے اس آئین کومعطل کردیا، چندسال بعدکچھ ترمیم کے ساتھ اس آئین کوپھرنافذ کردیا، اورترمیم بنیادی نظریہ کے خلاف ہیں، لہٰذا اس آئین کی بحالی کے لئے ملک کی متعدد جماعتیں متحد ہوکرکام کرناچاہتی ہیں، جس میں ایک جماعت علماء کی ہے، باقی تمام سیاسی جماعتیں ہیں، جوملکی سیاست میں اہم مقام رکھتی ہیں، توصرف مندرجہ بالا پروگرام پراتحاد کاشرعی حکم تحریرفرمائیں، نیزاس آئین کے تحت انتخابی سیاسی آزادی اخبارات کی آزادی کے نکات بھی شامل ہیں، براہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریرفرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں علماء کی جماعت کامستقل ایک موقف ہے، وہاں کی سیاست سے بھی یہ جماعت خوب واقف ہے، اوردیگر سیاسی جماعتوں کے نظریات ومقاصد کوبھی خوب جانتی ہے، اور

---

[1] ملاحظہ ہوجواہرالفقہ، ج۲رص۲۹۱ر(رسالہ انتخابات میں ووٹ ووٹراورامیدوارکی شرعی حیثیت)معارف القرآن، ج۲رص۴۴۶رسورۂ نساءتحت آیت ۵۸ر۔

اس کے سامنے بنیادی قانون بھی ہے، اوراس کی ترمیمات بھی ہیں، لہٰذا وہ جماعت ہی شریعت کی روشنی میں علیٰ وجہِ البصیرت رائے قائم کرسکتی ہے، ہم خدام ان چیزوں سے ناواقف کیارائے پیش کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۶ ۱۴۰۱ھ

جائز قانون حکومت کی پابندی

سوال:۔ دوقریبی ملکوں کے درمیان پنجاب حکومت نے آنا جانا منع کردیا ہے، اب اگرکوئی شخص چپکے سے چلا آئے یاچپکے سے چلا جائے توشرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیا

رعایاکے ہرفرد کواپنی حکومت کے ہرجائز قانون کی پابندی لازم ہے[1]، خلاف قانون کرنا جرم ہے، جس سے عزت اورجان ومال کا خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم السمع والطاعة علیٰ المرأ المسلم فیما احب وکرہ مالم یؤمر بمعصیة ، الحدیث ،مشکوٰة شریف،ص ۳۱۹/ کتاب الامارة فی الفصل الاول ، شامی کراچی ،ص ۲۶۴/ باب البغاة، مطلب فی وجوب طاعة الامام.

ترجمہ:۔حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا مسلمان مرد پراوراطاعت کرنالازم ہے، پسندیدہ چیز میں بھی اورناپسندیدہ چیز میں بھی جب تک معصیت کاحکم نہ کیا جائے۔

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ الخ الحدیث ترمذی شریف، ج ۲/ص ۵۰/ کتاب الفتن (مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

ترجمہ:. کسی مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کوذلیل کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

امامت وخلافت

امارت شرعیہ

سوال:۔آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے صوبہ بہار میں کم وبیش ۲۰؍سال سے چند لوگوں نے ایک امارت شرعیہ قائم کر رکھا ہے اور سب لوگ مخالف ہیں۔

(۱) امارت مذکور الصدر کے مبلغ عوام میں تبلیغ کرتے رہتے ہیں کہ جو امارت کے احکام نہ مانے گا اس کی موت جہالت وگمراہی اور کفر کی موت ہوگی کیا یہ درست ہے؟

(۲) (الف) امیر وامارت کا قائم کرنا فرض ہے یا واجب؟

(ب) اس کا قیام کیسے ملک میں ہوسکتا ہے؟

(ج) اس غلام ملک ہندوستان میں اسکا قائم کرنا کیسا ہے واجب یا فرض؟

(د) یہ جلیل القدر جمعیۃ العلماء دیوبند اور دیگر علماء کرام جنہوں نے ہندوستان میں امارت قائم نہیں کی وہ خاطی عاصی گنہگار ہیں یا نہیں؟

(ز) اوران کی موت بغیر قیام امارت واطاعت امیر شریعت کی نظر میں کیسی ہوگی؟

(س) امیر بنانے کی غرض وغایت کیا ہے اور وہ ہندوستان میں کماحقہ پوری ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(ص) امیر کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟

(ط) ایک فاسق وفاجر کا امیر ہونا اوراس کی اطاعت بشرطیکہ اس سے معصیۃ اللہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک ایسا شخص جو ایک خانقاہ کا سجادہ نشین ہے، اورصوم وصلوٰۃ کا پابند بھی ہے مگر اپنی خانقاہ میں راہبوں کی طرح گوشہ نشین ہے، چلتے پھرنے کی طاقت کے باوجود بھی شادی غمی اپنے پرائے میں شریک نہیں ہوتا، اوراپنی خانقاہ میں مجلس رقص وسرور بھی حال وقال کی مجلس منعقد کرتا ہے، ہرسال مقررہ وقت پرعرس واعراس کیا کرتا ہے، جس میں ہزاروں کی تعداد میں مرد وعورت کا اجتماع ہوتا ہے، قبروں پر چادریں چڑھائی جاتی ہیں ان پرسجدہ کیا جاتا ہے اور بوسہ دیا جاتا ہے، صاحب قبر سے حاجتیں اور مرادیں مانگی جاتی ہیں، مرد وعورت کے باہمی اجتماع سے طرح طرح کی بدعنوانیاں اور بے ہودگیاں ہوتی ہیں، مگر سجادہ نشیں مذکورہ ان تمام خبروں کا علم رکھتے ہوئے اورروکنے اورمنع کرنے کی قدرت وطاقت رکھنے کے باوجود نہ ان چیزوں کو روکتا ہے اور نہ لوگوں کو ان باتوں سے منع کرتا ہے، لہٰذا۔

(الف) ایسے شخص کے متعلق شریعت حقہ کا کیا حکم ہے؟

(ب) اورایسا شخص مسلمانوں کا امیر ہوسکتا ہے؟

(۴) حضرت امام حسینؓ کا یزید کی امارت کا قبول کرنا جائز تھا یا نہیں؟

(۵) اگر بغیر امیر لوگوں کی موت جہالت کی موت ہے جیسا کہ امارت کے مبلغین صاحبان کہا کرتے ہیں تو پھر دوسو برس سے اس وقت تک مرنے والوں کی موت کیسی ہوئی، اور پھر ان کا حشر کیا ہوگا؟ شرعاً کیا حکم ہے آگاہ فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) امارت مذکورہ کے حالات کے مجھے تحقیق نہیں نہ اس کے ارکان سے تعارف وواقفیت اصول وضوابط اور قیام کی تشکیل سامنے موجود نہ ہوتو کوئی رائے قائم کرنا دشوار ہے،

تاہم آپ کے سوالات کا تعلق جہاں تک شریعت سے ہے ان کا جواب تحریر ہے۔

امیر جماعت شرعیہ کی اطاعت کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے، اور جو شخص جماعت سے مخالفت کرے اس کی موت کو جاہلیت کی موت فرمایا گیا ہے، کذافی المشکوٰۃ، مرقاۃ، ص ۳۱۹/ب[1]

۲۔(الف) مسلمانوں کو اپنا ایک امام مقرر کرنا واجب بلکہ اہم واجبات سے ہے[2]

(ب) جیسے ملک میں قدرت ہو۔

(ج) اگر قدرت ہوتو واجب ہے۔

(د) ان کو قدرت ہے یا نہیں؟

(ر) امام قائم ہونے کے بعد اس کی اطاعت نہ کرنے پر جو وعید ہے کیا امام قائم کرنے پر بھی وعید ہے۔

---

[1] عن ابن عباسؓ قال قال رسو اللّٰہ ﷺ من رای امیرہ شیئاً یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احدیفارق الجماعۃ شبرافیموت الامات میتۃ جاھلیۃ متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مرقات ص ۱۲۰ ج ۴ کتاب الامارۃ والقضاء، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

ترجمہ :. حدیث حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو شخص اپنے حاکم کی طرف سے کوئی ایسی بات دیکھے جو اسکو نا گوار ہوتو صبر کرے، اس لئے کہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہوا اور اسی حال میں مرجائے تو اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی۔

عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ فمات مات میتۃ جاھلیۃ. مشکوٰۃ شریف، ص ۳۱۹/کتاب الامارۃ، مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئی سنا ہے جو شخص امام کی اطاعت سے نکلا اور اسلام کی جماعت سے جدا ہوتو اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی۔

[2] ومنھا مسئلۃ نصب الامام فقد اجمعوا علی وجوب نصب الامام الٰی ما قال ولان المسلمین لابد لھم من امام یقوم بتنفیذ احکام مھم واقامۃ حدودھم الخ شرح فقہ اکبیر ص ۱۷۹ مسئلۃ نصب الامام، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، شرح عقائد ص ۱۵۲ مبحث الامامۃ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، شامی کراچی ص ۵۴۸ ج ۱ باب الإمامۃ.

(س) اس کا جواب (ص) میں ہے۔

(ص) ”والمسلمون لابدلهم من امام يقوم بتنفيذ ا حكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم وأخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد وقطع المنازعات والواقعة بين العباد وقبول الشهادات القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصغائر الذين لاأولياء لهم وقسمة الغنائم ثم ينبغى أن يكون الامام ظاهرا لامخفيا ولامنتظر اويكون من قريش ولايجوز من غيرهم ،شرح عقائد نسفى[1] ص ۲۰۵ / الامام الحق هوالذى استجمع شرائط خمسة للامامة من الاسلام والحرية والعقل والبلوغ والعدالة وصار امامابيعة جماعة من المسلمين وهم رضوابامامته وهويريد باعلاء كلمة الاسلام ومعونة المسلمين ويومن به دمائهم وأموالهم وفروجهم ويأخذ العشر والخراج على الوجه المشروع ويعطى العلماء والخطباء والقضاة والمفتين والمدرسين والمتعلمين والحافظين وغيرذٰلک من بيت المال ويكون عدلا مؤمنا مشفقا على المسلمين ومن ليس كذالک فهو ليس بامام حق فلايجب اعانته(منهاج)[2] ونصبه أهم الواجبات أى من اهمها لتوقف كثير من الواجبات الشرعية عليه (قوله قادرا) أى على تنفيذالاحكام وانصاف المظلوم من الظالم وسد الثغور وحماية البيضة وحفظ حدود الاسلام وجر العساكر.(درمختار[3])

(ط) فاسق کوامام بنانامکروہ ہے،تاہم اگروہ امام بن جائے تواس کی اطاعت غیر

---

[1] شرح عقائد نسفى ،ص ۱۵۲ / مطبوعه یاسر ندیم دیوبند ،مبحث الامامة.

[2] منهاج السنة ص ۱۶ ج ۱ الفصل الأول وهى مسئلة الإمامة.

[3] درمختار مع الشامى ،ج ۲/ص ۲۸۲ / مطبوعه زكريا ،كراچى،ج ۱/ص ۵۴۸/ كتاب الصلاة،باب الامامة ،مطلب شروط الامامة الكبرىٰ.

معصیت میں واجب ہے ”**عندالحنفية ليست العدالة شرطاً للصحة فيصح تقليد الفاسق الامامة مع الكراهة اھ شامی، ج ۱ /ص ۳۶۸**“[۱]

(۳) ان میں سے بعض امور صغیرہ گناہ ہیں اور بعض کبیرہ اور بعض شرک [۲]

(الف) ایسا شخص جو کہ معاصی کے روکنے پر قادر ہو اور پھر بلا عذر شرعی نہ روکے، گنہگار ہے، خواہ سجادہ نشین ہو خواہ کوئی اور ہر شخص کے ذمہ حسب وسعت وحیثیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے [۳]

(ب) اس کا جواب (ط) میں آ گیا۔

(۴) وہ جو کچھ اس وقت جائز سمجھتے تھے وہی انہوں نے کیا۔

---

[۱] شامی نعمانیه ، ج ۱ /ص ۳۶۸/مطبوعه زکریا، ج ۲ /ص ۲۸۳/ کتاب الصلوٰة باب الامامة مطلب شروط الامامة الكبرىٰ.

[۲] لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الاولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السراج والمساجد، عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرسا، تفسير مظهری ص ۶۵ ج ۲ سورة آل عمران تحت آیت ۶۴، مطبوعه کوئٹه شامی کراچی ص ۲۳۸ ج ۲ مطلب فی الدفن، سبب لعنهم اما لانهم كانوا يسجدون لقبور أنبيائهم تعظيما لهم وذالک هو الشرک الجلی واما لانهم كانوا يتخذون الصلاة لله تعالى فى مدافن الانبياء والسجود على مقابرهم والتوجه الى قبورهم حالة الصلوة نظراً منهم بذلک الى عبادة الله والمبالغة فى تعظيم الانبياء وذلک هو الشرک الخفی، مرقاة المفاتيح ص ۲۰۲ ج ۲ باب المساجد ومواضع الصلاة فصل اول مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] ان كان يعلم باكبر رأيه أنه لو أمر بالمعروف يقبلون ذٰلک منه ويمتنعون عن المنكر فالامر واجب عليه ولايسعه تركه الخ عالمگیری، ج ۵ /ص ۳۵۲/ مطبوعه کوئٹه، كتاب الكراهة،الباب السابع عشر، اعلم انه اذا كان المنكر حراما وجب الزجر عنه واذا كان مكروها ندب والامر بالمعروف ايضاً تبع لما يؤمر به فان وجب فواجب وان ندب فمندوب مرقاة المفاتيح ص ۳ ج ۵ باب الامر بالمعروف فصل اول كتاب الآداب، مطبوعه بمبئى.

(۵) امام شرعی موجود ہو اور پھر بلا وجہ شرعی کوئی اس کی مخالفت کرے اور بیعت نہ کرے، اس لئے یہ وعید ہے اور جبکہ امام شرعی موجود نہ ہو تو اس وقت یہ وعید نہیں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے فتاویٰ عزیزیہ، ج ۲ ص ۷۷ [1] میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱/۴/ ۶۳ھ

صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۱/۴/ ۶۳ھ

امارت شرعیہ کے مقابلہ میں ادارۂ شرعیہ

سوال:۔ ادارۂ شرعیہ بہار کے نام سے پٹنہ میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے، جس کا ایک مقصد منجملہ دیگر مقاصد کے دارالقضاء کا قیام بھی ہے، اوراس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی، کہ آج کے فتنہ آشوب دور میں پارسائی ایک جنس نایاب ہوتی جارہی ہے، ہندوستان میں لاکھوں عورتوں کی ازدواجی زندگی خطرے کے نشانے پر ہے، بہت سی عورتیں ایسی ہیں، جن کے شوہر مفقود الخبر ہیں، بیشتر عورتیں معدومۃ النفقہ اور مظلومہ معلقہ کی صورت میں ہیں بہت سی عورتیں جنکے شوہر اپنے جنسی نقائص کے باعث وظیفہ زوجیت کی ادائیگی سے قاصر ہیں کچھ عورتیں خیار بلوغ کے باوجود اپنے حق کے استعمال سے مجبور ہیں، اس طرح کی عورتوں کی بیک وقت دو طرح کی سنگین مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، پہلی مصیبت تو نان نفقہ وسکنیٰ زندگی کے دوسرے حوائج کی ہے، اور دوسری سب سے عظیم مصیبت ان کی عفت وعصمت کا تحفظ ہے، پس ان حالات میں شدت کے ساتھ ضرورت مجبور کررہی ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں ان

[1] لیکن مراد آنست کہ بعد از انعقاد امامت امام باجماع اہل حل وعقد اگر عادل باشد در تسلط واستیلاء بلا منازع اگر جائز باشد توقف در بیعت روا نیست، فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

مظلوم عورتوں کے مسائل کا کوئی حل ضرور نکالدیا جائے، استفتاء ہذا کے ساتھ فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے سولہ عبارتیں منسلک کی جارہی ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) عبارت نمبر۱/۲/۳/۴/اس امر پر روشنی ڈالتی ہیں، کہ اب کسی ملک میں اسلامی نظام حکومت باقی نہ رہے تو وہاں کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے ان معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے جن میں مسلمان حاکم ہونے کی شرط ہے، ایک قاضی منتخب کرلیں، ایسے قاضی کا فیصلہ اس اصلاحی قاضی کے قائم مقام سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔

(۲) عبارت نمبر۵/۶/سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ ایلاء میں ایلاء کی مدت گذر جانے کے بعد منع حق کی وجہ سے عورت پر خود بخود طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے، پس جب عاضی منع حق طلاق بائن کا موجب ہوجاتا ہے، تو معدومۃ النفقہ معلقہ مظلومہ وغیرہ صورتوں میں جہاں دائمی اور مستقل حق کا منع ہے، وہاں بدرجہ اولیٰ تفریق کی اجازت ملنی چاہئے۔

(۳) مسئلہ تفریق میں احناف کے لئے سب سے بڑی دشواری قضاء علی الغائب کا مسئلہ ہے، لیکن عبارت نمبر۷/۸/۹/۱۰/سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب کے مسئلہ میں احناف کے یہاں دوروایتیں ہیں، ایک روایت قضاء علی الغائب کے قضا کے جواز کی بھی ہے اور اسی کو اظہر الروایۃ کہا گیا ہے۔

(۴) عبارت نمبر۱۱/۱۲/سے ظاہر ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب کے نفاذ کا قول ہی قول مفتیٰ بہ ہے، اور خاص طور پر اس قول کی اہمیت اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے، کہ مبسوط میں شمس الائمہ علامہ سرخسی اس کے ناقل ہیں۔

(۵) عبارت نمبر۱۳/۱۴/مظہر ہیں کہ علامہ سرخسیؒ کی مبسوط کے خلاف کسی کتاب کی روایت قابل اعتماد نہیں، نیز یہ بھی موقع ضرورت میں قول ضعیف پر بھی اپنے مذہب کے خلاف عمل کرنا جائز ہے بلکہ حسن ہے۔

(۶) عبارت نمبر۱۵/۱۶/اس مدعا کے اثبات میں نہایت واضح ہیں کہ اگرچہ قضاء

علی الغائب احناف کے یہاں جائز نہیں،لیکن ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر اگر قاضی غائب کے موافق یا خلاف فیصلہ صادر کرے تو وہ نافذ ہوجائیگا، اگر چہ قاضی حنفی ہو،عبارت نمبر ۱۵ر میں اسی قول کے مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے،عبارت نمبر ۱۶ر میں ان اقوال کا جو قضاء علی الغائب کے عدم جواز سے متعلق ہیں یہ جواب دیا گیا ہے کہ قضاء علی الغائب کے جواز کا حکم ضرورت ومصلحت پر مبنی ہے ،لہٰذا دونوں مسلکوں میں کوئی منافات نہیں ہے، اب مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں سوالوں کے شافی جوابات مرحمت فرمائیں؟

(۱) آج کے ہندوستان میں جب کہ اسلامی حکومت کا فقدان ہے حدود وقصاص وغیرہ کے علاوہ اپنے ان معاملات کے فیصلہ کیلئے ان میں مسلمان حاکم ہوں کی شرط لازمی ہے،اگر جمہور مسلمین کسی عالم باشرع کو اپنا قاضی مقرر کرلیں تو انہیں شرعاً یہ حق پہنچتا ہے یانہیں اگر نہیں ہوگا تو عبارت نمبر ۱ر۲ر۳ر۴ر کا صحیح مفاد کیا ہے؟

(۲) مفقود الخبر، معدومۃ النفقۃ عنین ومجنون مظلومہ ومعلقہ اور خیار بلوغ والے مسائل میں مسلمانوں کا مقرر کردہ قاضی عورت کی درخواست پر زن وشوہر کے درمیان تفریق کراسکتا ہے یانہیں؟ نیز مسلمانوں کا منتخب کردہ قاضی عندالضرورت شدیدہ غائب پر حکم نافذ کرسکتا ہے یانہیں؟ اگر نہیں کرسکتا تو عبارت نمبر ۵ر سے لیکر ۱۶ر تک مفاد کیا ہے؟

(۳) آج کے منتخب کردہ قاضی فریقین کے بیانات کی سماعت کے بعد اپنی صوابدید پر مقدمات کا فیصلہ کرسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوالات میں جن ضروریات کا اظہار کیا گیا ہے وہ اوران کے علاوہ بھی بعض دیگر ضروریات ہیں جن کی وجہ سے مسلمان عورتوں ومردوں کی سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے، جس سے ان کی زندگی حیران ہوجاتی ہے، اور قسم قسم کے مصائب ومعاصی میں ابتلاء ہوتا ہے، موجودہ عدالتوں میں جھوٹ بول کر رشوت دے کر جھوٹی گواہی پیش کر کے قانونی فیصلہ تو

ہوجاتا ہے، اور بعض دفعہ بظاہر مصائب سے صاحب معاملہ کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے، مگر شرعی حل نہ ہونے کی بناپر معاصی سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہوتی، اس لئے ضروری تھا کہ اس قسم کا نظام قائم ہو جس سے ایسے مسائل کا شرعی حل ہوسکے، اور یہ نظام اہل علم، اہل دیانت، اہل تجربہ اور اہل فہم کے ہاتھوں میں ہو، الحمدللہ صوبہ بہار میں مدت سے امارت شرعیہ قائم ہے، وہاں اس قسم کے مقدمات پیش ہوتے ہیں، اور ذمہ دار حضرات بہت غور وخوض سے فقہ حنفی کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں، ان کی شاخیں متعدد مقامات پر قائم ہیں، حکومت ہند کی عدالتیں بھی ان کے فیصلہ کو عامۃً تسلیم کرتی ہیں، ایسے مقدمات اور فیصلوں کی نظریں کثیر تعداد میں موجود ہیں، کہ شرعاً فتاویٰ کی تصدیق کے ساتھ عدالتوں نے بھی ان کو تسلیم کیا ہے اور اپیل کی گنجائش نہیں دی، اس لئے تمام صوبہ کے کلمہ گو حضرات کو ضروری ہے کہ امارتِ شرعیہ میں اس قسم کے معاملات کو پیش کر کے شرعی فیصلہ کرایا کریں کہ اتحاد واتفاق کی قرآن پاک[1] اور حدیث شریف[2] میں بہت تاکید آئی ہے، اس مقصد کے لئے مستقل علیحدہ ادارہ قائم کر کے اختلاف وشقاق کو ہوا دے کر کلمہ متفقہ منظمہ کو نقصان نہ پہنچائیں[3] مسلمانوں میں ویسے ہی بہت انتشار ہے، اس سے اور زیادہ انتشار پیدا ہوگا۔

---

[1] وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَاتَفَرَّقُوْا الایة، سورہ آل عمران آیت ۱۰۳/.

ترجمہ: اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو، اور باہم نااتفاقی مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[2] علیکم بالجماعة وایاکم والفرقة، الحدیث عن ابن عمر ترمذی شریف، ۲/ص ۳۹/ مطبوعہ رشیدیہ دھلی، کتاب الفتن باب فی لزوم الجماعة)

ترجمہ: جماعت کو لازم پکڑو اور تفریق سے بچو۔

[3] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من ضار ضار اللّٰہ بہ ومن شاق شاق اللّٰہ علیہ (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۸/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند ،باب ماجاء ماینھی من التھاجر)

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی نقصان پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نقصان نقصان پہنچاتا ہے، اور جو آدمی دشواری ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دشواری ڈالتا ہے۔

شرعی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے جو موجودہ مصائب پیش آرہے ہیں غور کیا جائے تو ان کا بنیادی سبب ہی اختلاف وشقاق ہے، انگریز نے یہی پالیسی اختیار کی تھی کہ لڑاؤ اور حکومت کرو جیسا کہ ڈبلوڈبلو ہنٹر میں لکھا ہے، اس لئے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ متحد ومتفق ہوکر ایک ہی مرکز (امارت شرعیہ) سے وابستہ رہنا چاہئے، واللّٰہ الموفق لمایحب ویرضیٰ.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا امارت شرعیہ کا فیصلہ قضاء قاضی ہے

سوال:۔صوبہ بہار میں امارت شرعیہ قائم ہے، اورامارت شرعیہ کے زیر مختلف ضلع میں مختلف سب ڈویژن میں دارالقضاء قائم ہے اور قاضی مقرر ہے، ان عدالتوں میں فسخ نکاح وغیرہ کے مقدمات دائر ہوتے ہیں، اور قاضی دارالقضاء مدعی اور مدعیٰ علیہ کے بظاہر بیان ثبوت وشواہد سماعت فرما کر مقدمہ کا فیصلہ فرماتے ہیں، کیا ایسی صورت میں دارالقضاء کے حلقہ کے لوگوں کے لئے جائز ہے کہ دارالقضاء (جو عدالت شرعیہ) سے روگردانی کر کے مسلم پنچایت بنا کر اپنے مقدمہ کی سماعت کراوے اور فیصلہ حاصل کرے جبکہ آج کل دور تشتت وانتشار سے گذر رہے ہیں۔

(۲) بہار کی امارت شرعیہ کی کیا حیثیت ہے، امارت شرعیہ کی قائم کردہ عدالت یعنی دارالقضاء شرعی عدالت ہے یا نہیں؟

(۳) آپ کے یہاں سے فتویٰ نمبر ۳۸۵/مجریہ ۲/۵/۸۷ھ موصول ہوا، جس کے سوال میں یہ درج تھا کہ مدعیہ کے مکان سے دارالقضاء دوسوقدم فاصلہ پر ہے، وہاں مدعیہ

کا مقدمہ دارالقضاء سے خارج ہونے پر مدعیہ کے سرپرست نے ایک مسلم پنچایت وجود میں لاکر رجوع کیا اور آپ کے یہاں سے فتویٰ طلب کیا، دریافت طلب یہ ہے کہ پنچایت جو کہ دارالقضاء سے بالکل قریب ہے، ایسی پنچایت کو حیثیت حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امارت شرعیہ کا نظام نہایت بہتر نظام ہے، بہت سے شرعی اور معاشرتی مصالح کا حامل ہے، بیشمار مفاسد سے بچانے والا ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ بلاوجہ شرعی اس سے روگردانی نہ کریں، بلکہ وہیں اپنے مقدمات کا فیصلہ کرایا کریں، جہاں تک ہمیں معلوم ہے، یہ نظام ان اطراف کے اہل دانش اور سربرآوردہ اہل علم حضرات نے بہت غور وخوض کے بعد دلائل شرعیہ کی روشنی میں قائم کیا ہے، اور اس سے بہت فائدہ پہنچا اور آئندہ مزید توقعات ہیں ،لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ نظام حکومت سابقہ یا موجودہ نے قائم نہیں کیا، نہ ضابطہ امارتِ شرعیہ کو دیوانی فوجداری مقدمات کے فیصلہ کرنے اور سزائیں دینے کا قانوناً اختیار دیا ہے، یہ اور بات ہے کہ اسکے فیصلہ پر حکومت داروگیر نہیں کرتی (اس کی مصلحت جو بھی کچھ ہو) نہ ہی اس نظام کو خود اتنی قدرت وشوکت حاصل ہے کہ ہر قسم کے فیصلوں کو نافذ کر سکے،[1] اس لئے یہ امارت شرعیہ علی الاطلاق حکومت شرعیہ کی حیثیت میں نہیں نہ امیر شریعت علی الاطلاق امیر المومنین اور امام المسلمین کے حکم میں ہے نہ دارالقضاء وہ شرعی دارالقضاء ہے کہ اس کے فیصلہ کو قاضی شرعی اپنی شوکت کے ذریعہ لازم ونافذ کر سکے، اس لئے عام پبلک کو ترغیب تو دی جائیگی، جو اور مصالح کی تفہیم کی جائے گی مگر ان کو مجبور نہیں کیا جائیگا، کہ وہ اپنے مقدمات طوعاً وکرہاً امارتِ شرعیہ ہی میں دلائیں اور امارت شرعیہ کے علاوہ کسی فرد یا جماعت کو حکم نہ بنائیں۔

فتویٰ نمبر ۳۸۵ / مورخہ ۲/۴/ ۸۷ھ میں روگردانی مذکورہ نہیں بلکہ اس میں تشریح ہے،

[1] کفایت المفتی، ج ۲/ص ۲۱۱/ کتاب القضاء والافتاء مطبوعہ دھلی.

کہ ابتداء یہ مقدمات امارت شرعیہ ہی میں دائر کیا گیا اور امارت شرعیہ کے قاضی صاحب سے مدعیہ کو سوءِ ظن بھی ہوا، جیسا کہ سوال کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، دوران مقدمہ میں قاضی صاحب کا طرزِ عمل جانبدارانہ مدعی علیہ پایا گیا، پھر مدعیہ نے حاضری عدالت سے اپنی مجبوری ظاہر کرکے یہ درخواست کی کہ میرے مکان پر بیان کیا جائے اس کے بعد عدم حاضری کی بناء پر دارالقضاء سے مقدمہ خارج کردیا گیا یہ تفصیل خود بتلا رہی ہے کہ امارت شرعیہ کے دارالقضاء سے روگردانی اور اسکو نظر انداز کرکے دوسری پنچایت نہیں بنائی گئی، نیز سوال میں دوسوقدم کے فاصلہ کا ذکر نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۵/۲۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۵/۲۲ھ

امیر المومنین

سوال:۔ (۱) موجودہ حالات میں اگر کسی صوبہ کا مسلمان اپنا کوئی امیر منتخب کرلیں تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی، جب کہ اس کے پاس کوئی قوت نافذہ اجراء احکام وفرامین کیلئے موجود نہیں ہے، کیا ایسا امیر ہر مسلمان کے لئے شرعی حیثیت سے واجب الاطاعۃ ہے، اور کیا ہر ایک مسلمان کو شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رو سے ایسے امیر کے احکام وفرامین کی اطاعت وفرمانبرداری کرنی ضروری ہے؟

(۲) جن صوبوں کے مسلمانوں نے کسی امیر کے ماتحت زندگی نہیں گذاری ہے، اور بغیر نصب امیر کے اس ملک میں مرگئے، کیا وہ سب ''مات میتۃ جاھلیۃ'' کی وعید کے تحت آتے ہیں یا نہیں؟

(۳) کیا موجودہ حالات میں کسی صوبہ کے منتخب شدہ امیر کی شرعاً وہی حیثیت ہوگی، جو کہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کی نافرمانی کرنے والوں کیلئے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ اہل اسلام کے معاملات کا نظم ونسق ایک مرکز سے وابستہ ہو اور اس پر سب متفق رہیں، اور اپنے معاملات کچہریوں میں لیجانے کے بجائے، شریعت کی روشنی میں حل کرایا کریں، اس مرکز کی شاخیں جگہ جگہ قائم ہوں، اور سب کو مرکز ہدایات دے نگرانی کرے، اور اس مرکز کو پورا اقتدار پوری قوت حاصل ہو، اگر اس طرح اجتماعی ایک مرکز نہ بن سکے، تو ہر صوبہ میں جداگانہ مرکز بنالیا لیا جائے، اور صوبہ کے مختلف مقامات میں حسب ضرورت اس کی شاخیں قائم کردی جائیں، ایک صوبہ کو دوسرے صوبہ سے خیرخواہانہ اور ہمدردانہ تعلق ہو، حریفانہ اور رقیبانہ نہ ہو، جس مرکز پر سب متفق ہوکر عہد کرلیں، اس کی پابندی حدود شرع کے ماتحت لازم ہوگی، عہد شکنی کی اجازت نہ ہوگی، اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنا ہوگا، اگر کوئی فیصلہ خلاف شرع ہوگیا اور اس میں چوک ہوگئی ہو تو اس پر نظر ثانی (اپیل) کی بھی اجازت ہوگی، ایسے مرکز کی موجودگی میں کوئی جداگانہ کمیٹی بناکر اس سے فیصلہ کرانا غیر مستحق و مذموم ہوگا کہ اس سے انتشار وخلفشار پیدا ہوتا ہے اور ایسے مرکز کو نقصان پہنچتا ہے، جس سے توقع ہوتی ہے، کہ اللہ پاک اس کو اصل امارت کا ذریعہ بنادے، اس بنا پر اس سے پورا تعاون کرنا لازم ہوگا[1]

لیکن موجودہ حالات میں قوت منفذہ اور قوت قاہرہ موجود نہ ہونے کی بناء پر فی الحال اسکو خلافت اسلامیہ کی حیثیت حاصل نہ ہوگی، اور اس کے امیر کو امیر المومنین کا مقام حاصل نہ ہوگا، لہٰذا اگر کوئی شخص اس صوبہ کا باشندہ اپنا مقدمہ وہاں فیصل نہ کرائے، کسی اور سے فیصل

---

[1] اذالم یکن سلطان ولامن یجوز التقلد منه كما هوفی بعض بلادالمسلمین غلب علیهم الكفار كقرطبة فی بلاد المغرب الآن وبلنسیة وبلادالحبشة واقروا المسلمین عندهم علی مال یؤخذ منهم یجب علیهم ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا، فیولی قاضیا اویكون هوالذی یقضی بینهم، فتح القدیر، ج۷/ص ۲۶۴/كتاب ادب القاضی، مطبوعه دار الفكر بیروت.

کرائے، تو اس کو نہ باغی کہا جائے گا، نہ خارجی، نیز اگر وہ فیصلہ حدود شرع کے موافق ہو تو اس کو غلط بھی نہ کہا جائے گا، باضابطہ خلافت اسلامیہ رہتے ہوئے بھی کسی حکم سے فیصلہ کرانا جرم نہیں ہے، البتہ تقابل کی صورت اختیار نہ کیجائے۔

جہاں کے مسلمان ایسے مرکز نہ بنا سکیں نہ بنائیں، ان پر "مات میتة[1] جاهلية" کی وعید چسپاں کرنے سے قبل خود اس مقولہ کی تحقیق ضروری ہے۔

باوجود تتبع کے کتب حدیث میں " من حيث المتن " یہ مقولہ نہ مل سکا کہ اس کی سند دیکھ کر رفع، قطع، وصل، ارسال کی تحقیق کی جاتی، نیز رواۃ کی جرح وتعدیل کی بحث دیکھنے کا موقع ملتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۷/۸۸ھ

چودھریوں کی حکومت

سوال:۔ کیا حکم ہے شریعت کا مسائل ذیل میں کہ حکومت چند قسم پر ہے اول حکومت سلطان، دوسرے نائب سلطان، وہ ماتحت سلطان کے رعایا پر حکومت کرتا ہے، تیسرے ولی اپنے مولیٰ پر حکومت کرتا ہے چوتھے وہ شخص ہے جس کو طرفین نے مقرر کیا ہے، پانچویں صورت کہ چند جاہل اور کچھ نام کے مولوی ملکر اہل دیہات پر حکومت کریں، ان کو کسی سلطان کی طرف سے حکومت نہیں ملی اور جاہل دیہاتیوں نے بھی ان کو حکم مقرر نہیں کیا، ویسا ہی فلاں کو پکڑ لاؤ مسجد کیوں بنایا ہے، ہم لوگوں نے حکم نہیں دیا ہے، اور مدرسہ کیوں قائم کیا ہے، ان کو سزا دو، اپنی اولاد کی شادی کیوں کرایا ہے، ہمارے بدون اجازت ان کو برادری سے علیحدہ کر دو۔

---

[1] مسند احمد، ج۴/ص ۹۶/ حديث معاوية بن سفيان، مطبوعه دار الفكر.

ترجمه:. تو وہ جہالت کی موت مرے گا۔

الغرض اہل دیہات اگر کوئی مسجد بناویں یا کوئی شادی کریں ان سے اجازت لینا ہوگا، خواہ کام شرعی ہو یا غیر شرعی، ان کی اجازت سے جائز ہوتا ہے ورنہ سزا کا مستحق ہے، جرمانہ کرتے ہیں مالدار کو نہیں کر سکتے، بلکہ متوسط قسم کے آدمی سے لیتے ہیں، یہ پانچویں قسم شریعت بیضاء اور ملت غراء ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ حکومت جبر اور ظلم ہے اور اپنی اولاد کی شادی کرنے کا ہر شخص حق رکھتا ہے اس میں کسی غیر شخص سے اجازت کی ضرورت نہیں، اسی طرح اگر کسی جگہ مسجد نہ ہو اور وہاں مسجد کی ضرورت ہو اور کوئی شخص یا چند آدمی اپنی زمین وقف کر کے مسجد بناویں تو کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، یہی حکم مدرسہ کا ہے بلکہ بعض اوقات یہ چیزیں شرعاً ضروری ہو جاتی ہیں، اور مال کو جرمانہ ناجائز اور ظلم ہے "**لایجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی الیٰ قوله والحاصل ان المذهب عدم التعزیر بأخذ المال** اھ (بحر[1])

جس قدر روپیہ جرمانہ کا جس جس سے لیا ہو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۵۸/۱۲/۱۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۸/۱۲/۲۲ھ

قوم کے لوگوں کی مخالفت کے باوجود ان کی سرپنچی کرنا

سوال:۔ عرصہ پندرہ ماہ قبل چند آدمیوں نے مجھے برادر بہشتیاں کا سرپنچ بنادیا تھا،

---

[1] البحر الرائق، ج۵/ص ۴۱/مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب الحدود فصل فی التعزیر، شامی کراچی ص ۶۱ ج۴ باب التعزیر مطلب فی التعزیر بأخذ المال، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۲، کتاب الحدود فصل فی التعزیر.

لیکن قوم کے سامنے جب سرپنچی کی بات آئی، اس پر بارہ آنے بھر لوگوں نے مخالفت کی جب ہی سے اختلاف بدستور قائم ہے، اور کئی مرتبہ مجھے شرمندگی بھی اٹھانی پڑی، قوم کے سامنے، لہٰذا اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سرپنچی کی صورت میں آپ کے ذریعہ قوم کی اصلاح متوقع ہو کہ غلط رسمیں ختم ہوکر احکام شرع کے موافق زندگی بنے تو آپ سرپنچ رہیں، اور جو لوگ مخالف ہیں حسن تدبیر سے ان کے ساتھ معاملہ کریں[1] اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے، اگر اصلاح کی توقع نہ ہو بلکہ اس میں شر اور فساد ہو تو سرپنچی سے الگ ہوجائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۱۲/۲۰ھ

عورت کی خلافت وامامت

سوال:۔ زید اور عمر کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی محاکمہ کیا جائے کہ کس کی بات صحیح ہے، یہ بھی واضح رہے کہ یہ دونوں ایک ہی مکتبۂ فکر کے طالب علم ہیں۔

''زید'' حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا کہ خلافت منعقد ہونے کی چند صورتیں ہیں، ایک صورت یہ بھی ہے کہ وقت کے سر برآوردہ بااثر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور اس کو اپنا بڑا حاکم تسلیم کرلیں اور اس کی اطاعت کا عہد کرلیں، تو وہ خلیفہ، امام، امیر، حاکم شرعی طور پر ہوجاتا ہے، اور اس کی اطاعت لازم ہوجاتی ہے، اور اس کی نافرمانی معصیت ہوتی ہے[2] اور اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے مرد وعورت کی تفریق نہیں

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن سورۂ نحل آیت ۱۲۵.

[2] حجة اللّٰه البالغة ص۱۳۷ ج۲ باب الخلافة من ابواب سياسة المدن، مطبوعه مصری.

کی، لہٰذا اگر کسی عورت کے ہاتھ پر اس طرح بیعت کرلی جائے، تو وہ بھی امیر وحاکم بن جائیگی، اور اس کو امام وخلیفہ بنانا درست ہوگا، نیز قرآن کریم میں بلقیس کی سلطنت کا ذکر موجود ہے جو کہ ہمارے لئے حجت ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی سلطنت کو ختم نہیں فرمایا تھا۔

عمر:۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے یہ مردوں کا حکم فرمایا ہے، مردوں اور عورتوں کی تفریق سے اس جگہ سکوت کو استدلال میں پیش کرنا درست نہیں، جب تک صراحت موجود نہ ہو، سکوت سے مسائل ثابت نہیں ہوتے، نیز بلقیس کی حکومت خودمختار اور مستقل حکومت نہیں تھی، بلکہ وہ آج کل کی طرح جمہوری طرز کی حکومت تھی جس کی دلیل یہ آیت ہے ''یا ایھا الملأ افتونی فی امری ماکنت قاطعة امراً حتیٰ تشھدون[1]'' وہاں جو کچھ فیصلہ ہوتا تھا، وہ مشورہ سے ہوتا تھا، پھر اس حکومت سے استدلال غلط ہے۔

درخواست:۔ زید اور عمر کی مذکورہ دلیلوں کے علاوہ قول صحیح کی دلیل بھی تحریر فرمادیں تو عین کرم ہوگا۔ (مفتی) رضاء الحق استاذ دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اور عمر دونوں طالب علم ہیں یہ ناکارہ بھی طالب علم ہے، پھر دونوں میں محاکمہ کیا کرے، اس کے لئے تو بڑی قابلیت کی ضرورت ہے، جس سے یہ عاجز خالی ہے، البتہ جس طرح دونوں اپنی اپنی رائے بتا کر طالب تصدیق وتوثیق ہوئے یہ ناکارہ بھی اپنی رائے لکھ رہا ہے، ''ان کان صواباً فمن اللّٰہ تعالیٰ ولہ الحمد وان کان خطاءً فمنی ومن الشیطٰن واستغفر اللّٰہ العظیم وارجومنہ الصواب۔

زید کا یہ قول کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مرد وعورت کی تفریق نہیں کی، لہٰذا

---

[1] سورۃ النمل آیت ۳۲۔

عورت کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے عورت بھی خلیفہ ہوجائے گی، اور بااثر لوگوں کے لئے جائز ہوگا کہ عورت کو خلیفہ وامام بنالیں، غلط ہے، اور قلت مطالعہ کا نتیجہ ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے خلافت کے شرائط میں بیان کیا ہے "واعلم انه یشترط فی الخلیفة ان یکون عاقلاً بالغاًحراً ذکراً شجاعاً ذارأی وسمع وبصر ونطق وممن سلم الناس شرفه وشرف قومه ولایستنکفون عن طاعته اھ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲/ص ۴۲۵[1] جب خلیفہ کے لئے مرد ہونا بطور شرط صراحۃً ان کے کلام میں مذکور ہے تو اس جگہ کے سکوت کو صراحت پر ناطق وحاکم قرار دینا صحیح نہیں، بلکہ حضرت مصنف کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے، جو ان کے نزدیک غلط ہے۔

زید کی دوسری دلیل سلطنت بلقیس کا قرآن کریم میں مذکور ہونا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان کی سلطنت کو ختم نہ کرنا کہ اس کو برقرار رکھنا ہے، اگر سورۂ نمل میں اس کا واقعہ سمجھ کر پڑھ لیا جائے، تو استدلال خود بخود ختم ہوجائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس نے ہدیہ بھیجا تاکہ ازمائے کہ وہ دنیوی بادشاہ ہیں کہ ہدیہ سے خوش ہونگے، یا نہیں، مگر انہوں نے واپس کردیا اور فرمایا "ولنأتینهم بجنود لاقبل لهم بها ولنخرجنهم منها اذلة وهم صاغرون[2] اور اس کا تخت شاہی اٹھوا کر منگوالیا تھا، جس پر وہ سلطنت کرتی تھی، "ولها عرش عظیم"[3]

بلقیس نے خود حاضر خدمت ہوکر اطاعت قبول کرلی تھی، اور اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاہی محل میں داخل کردیا گیا "قیل لها ادخلی الصرح الأیة قالت رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان لله رب العالمین[1] شرائع من قبلنا حجت

---

[1] حجة الله البالغة، ص۱۳۷/ج۲/ باب الخلافة من ابواب سیاسة المدن، مطبوعه مصر.

[2] سورة النمل آیت ۳۷/

[3] سورة النمل آیت ۲۳/

نہیں، بلقیس کی سلطنت بحالت کفر تھی، ''انہا کانت من قوم کافرین[۲]'' وجدتها وقومها یسجدون للشمس''[۳]

سلطنت فارس جب عورت کے سپرد کرنے کی خبر حضرت نبی اکرم ﷺ کو دی گئی تو فرمایا ''لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة[۴] اھ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۴۲۵/ بحوالہ بخاری شریف۔

عمر کا کہنا ہے کہ بلقیس کی حکومت جمہوری طرز کی تھی خود مختار مستقل حکومت نہیں تھی، عدم تدبر کا نتیجہ ہے جو کہ غلط ہے، قرآن کریم میں ہے ''انی وجدت امرأة تملکهم واُوتیت من کل شئی ولها عرش عظیم[۵] ''وہ مالکہ (ملکہ) تھی، لوازم سلطنت اس کے پاس تھے، اسکے پاس شاندار تخت شاہی تھا، جس پر وہ حکمرانی کرتی تھی، جیسے شاہجہاں کے پاس تخت طاؤس تھا، جمہوری حکومت کی یہ حیثیت وکیفیت کہاں ہوتی ہے۔

اس نے اپنے مخصوص درباریوں سے مشورہ کیا اور کہد یا کہ میں بغیر تمہارے مشورے کے قطعی فیصلہ نہیں کرتی، اس مشورہ کے جواب میں ان درباریوں نے کہا کہ ''نحن اولوقوة واولوباس شدید والا مر الیک فانظری ماذا تأمرین[۶]'' یعنی ہماری کمزوری کا خطرہ دل میں نہ لانا ہم بہت قوی اور مردان جنگ ہیں، (لڑائی کی رائے ہوگی تو خوب لڑیں گے) آخری فیصلہ کن رائے آپ کی ہے، خود مختار، مستقل حکومت کی شان یہی ہوتی ہے، فرعون کی حکومت تو خود مختار اور مستقل تھی، اس کا دعویٰ تو یہاں تک تھا ''انا ربکم الاعلیٰ[۷]''

---

[۱] سورة النمل آیت ۴۳-۴۴.
[۲] سورة النمل آیت ۲۴.
[۳] سورة النمل آیت ۲۴.
[۴] بخاری شریف، ج۲/ص۶۳۷/ کتاب المغازی باب کتاب النبی صلی اللہ علیه وسلم الیٰ کسری، مطبوعه اشرفی دیوبند، حجة اللہ البالغة ص۱۳۷ ج۲ ابواب سیاسة المدن، مطبوعه مصری.
[۵] سورة النمل آیت ۲۳.
[۶] سورة النمل آیت ۳۳۔
[۷] سورۂ نازعات آیت ۲۴.

اس نے اپنے مخصوص درباریوں سے کہا تھا "قال للملأ حوله ان هذا لساحر عليم يريد ان يخرجكم من ارضكم بسحره فماذا تأمرون [۱]" یہ بھی مشورہ ہی تھا جس میں اس کو آمر بنایا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشورہ کا حکم دیا گیا "وشاورهم في الامر " پھر خود مختاری کو بھی بتادیا گیا، "فاذاعزمت فتوكل على الله" [۲]

خلاصۂ واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت انسانوں، جنات اور جانوروں پر تھی، ایک مرتبہ لشکر کا جائزہ لیا اور کسی مصلحت سے پرندوں کی حاضری لی جن میں ہدہد نظر نہیں پڑا، فرمایا ہُدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں (پرندوں کے جھرمٹ ہی میں ہے یا غیر حاضر ہے؟) اس غیر حاضری پر اس کو سخت سزا دوں گا، یا ذبح ہی کر ڈالوں گا، الا یہ کہ وہ کوئی معقول عذر پیش کرے، بس اتنے میں ہدہد نے عرض کیا کہ میں قوم سبا کے پاس سے ایسی یقینی خبر لایا ہوں جو آپ کے پاس پہلے سے نہیں تھی، میں نے وہاں ایک عورت کو پایا، جو کہ ملکہ ہے، اور اس کے پاس لوازم سلطنت ہیں اور اس کے پاس بڑا قیمتی شاندار تخت ہے، جس پر وہ سلطنت اور حکمرانی کرتی ہے، وہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تحقیق کرتے ہیں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ، ایک خط تحریر فرما کر اس کو دیا کہ یہ اس کے پاس پہنچا دے، پھر وہاں سے ہٹ جا، پھر دیکھ وہ اور اس کے ارکانِ سلطنت کیا جواب دیتے ہیں، ہدہد نے وہ خط اس کے سینہ پر رکھ دیا ، جبکہ وہ اپنے محل میں آرام کر رہی تھی، اس کو دیکھ کر بہت متأثر ہوئی، اور درباریوں سے اس

---

[۱] سورۂ شعراء آیت ۳۴-۳۵/.

[۲] سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۹/.

پُرشکوہ خط کا تذکرہ کرکے مشورہ طلب کیا، خط میں تھا کہ میرے مقابلہ میں سرکشی مت کرو، بلکہ اطاعت گذار اور فرمانبردار ہوکر حاضر ہوجاؤ، درباریوں نے کہا ہم بڑی قوت والے اور مردانِ جنگ ہیں، رائے ہوگی تو خوب لڑیں گے، آخری اور فیصلہ کن رائے آپ کی ہے، اس نے کہا بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ جب کسی بستی میں لڑتے ہوئے پہنچتے ہیں تو وہاں کے باعزت لوگوں (امیروں وزیروں) کو ذلیل کردیتے ہیں، اور یہ بھی ایسا ہی کریں گے، بلقیس نے کہا میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں، معلوم ہوجائے گا کہ وہ لالچی ہیں یا نہیں؟ جب اس کے قاصد ہدیہ لے کر آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، تمہارا مال تم ہی کو مبارک، میرے مالک نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے، جو تم کو دیا ہے، واپس جاؤ ہم ایسے لشکر کے ذریعہ چڑھائی کریں گے کہ ملکہ اور اس کے ارکانِ سلطنت مقابلہ نہ کرسکیں گے، اور ہم ان کو ذلیل وخوار کرکے نکال دیں گے، اپنے درباریوں کو فرمایا کہ ان کے فرمانبردار ہوکر حاضر ہونے سے پہلے بلقیس کا تخت کون میرے پاس لے آئے گا، ایک ''عفریت'' جن نے کہا میں لاتا ہوں، اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں، دوسرے نے کہا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں، چنانچہ دیکھا کہ تخت آگیا، حالانکہ بلقیس ابھی تک نہیں آئی تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے تخت کی ہیئت کو متغیر کرادیا، آزمائش کے لئے کہ وہ اس کو پہچانتی ہے یا نہیں، پھر اس سے پوچھا کہ تیرا تخت ایسا ہی ہے اس نے کہا یہ تو بالکل ویسا ہی ہے، پھر بلقیس سے کہا گیا کہ شاہی محل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم سرا میں داخل ہوجاؤ، وہ مطیع وفرمانبردار ہوکر داخل ہوگئی، تو وہاں محسوس ہوا کہ پانی کا حوض ہے اس لئے کپڑا پنڈلیوں سے اُوپر چڑھالیا، تو اس کو بتایا گیا کہ یہ پانی نہیں بلکہ شیشے کا فرش ہے، تب اس نے کہا ''**انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للّٰہ رب العالمین**[۱]''،

اس عاجز وناقص نے جو کچھ قرآن کریم، حدیث شریف، فقہ، کلام سے سمجھا ہے وہ یہ

[۱] سورۂ نمل آیت ۴۴/.

ہے کہ جوامور، استعلاء، استیلاء، اعلان شوکت سے متعلق ہیں وہ مردوں کے سپرد ہیں، اس کے چند شواہد اس وقت تحریر ہیں:۔

(۱) جتنے رسول آئے وہ سب مرد آئے، کسی عورت کو رسول نہیں بنایا گیا ''وما ارسلنا قبلک الا رجالاً''[1]

(۲) اذان ''واما اذان المرأة فلانه لم ينقل عن السلف حين كانت الجماعة مشروعة فی حقهن فيكون من المحدثات لاسيمابعد انتساخ جماعتهن ولان المؤذن يستحب لهٗ ان يشهر نفسهٗ ويؤذن على المكان العالی ويرفع صوته' والمرأة منهية عن ذٰلک كلهٗ اھ زيلعی، ج ۱/ص ۹۴/[2] لم يشرع لهن الاذان وهو دعاء الى الجماعة اھ زيلعی، ج ۱/ص ۱۳۵/[3]

اذان کا مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو بآواز بلند اعلان واعلام کردیا جائے، کہ نماز کیلئے چلو جہاں تک آواز جائے گی، حجر ومدر گواہی دینگے، شیطان بری حالت میں بھاگے گا۔[4]

(۳) اقامت، اس کا مقصد اعلام حاضرین ہے کما فی السعایہ[5] کہ وظیفہ تسبیح وغیرہ موقوف کر کے جماعت کی شرکت کے لئے آجاؤ، گو اس میں اذان کی طرح بلند آواز اور بلند

---

[1] سورۂ الانبیاء آیت ۷/.

[2] زيلعی، ج ۱/ص ۹۴/ كتاب الصلوٰة، باب الاذان، مطبوعه امداديه ملتان.

[3] زيلعی، ج ۱/ص ۱۳۵/ باب الامامة كتاب الصلوٰة، مطبوعه امداديه ملتان.

[4] عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم لايسمع مدی صوت المؤذن جن ولاانس ولاشئی الا شهديوم القيامة. رواه الخاری.
وعن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اذانودی للصلوٰة أبرد الشيطان لهٗ ضراط لايسمع التأذين الحديث، متفق عليه، مشكوٰة شريف، ص ۶۴/ باب فضل الاذان مطبوعه ياسرنديم ديوبند، بخاری شريف، ج ۱/ص ۸۵-۸۶/ باب فضل التأذين وباب رفع الصوت بالنداء كتاب الاذان، مطبوعه اشرفی ديوبند.

[5] لم يشرع تكرار الا قامة لأنها لاعلام الحاضرين الخ، سعايه، ج ۲/ص ۳۲/ باب الاذان، سهيل اكيڈمی لاهور.

جگہ کی ضرورت نہیں، تاہم اس میں بھی اعلان واعلام کی شان ہے، یہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے۔

(۴) خطبۂ جمعہ، محلّہ بلکہ بستی کے لوگ ہفتہ میں ایک دن جمع ہوکر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، اُس کے لئے خطبہ شرط ہے، سب کے سامنے منبر پرآکر خطبہ دینا مردوں کے لئے مخصوص ہے، عورتوں کواس کا حق نہیں ''اما الخطیب فیشترط فیہ ان یتاھل للامامة فی الجمعة اھ بحر، ج ۲/ ص ۱۴۸/''[۱]

(۵) خطبۂ عیدین: بستی اوراس کے ملحقات کے لوگ جمع ہوکر جبانہ آبادی سے باہر کھلے میدان میں نماز عیدین ادا کرتے ہیں، بعد نماز خطبہ مسنون ہے، وہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے، ''شرائط الجمعة وجوباً وصحة شرائط للعید الاالخطبة اھ بحر، ج ۲/ ص ۱۵۸/''[۲]

(۶) امامت رجال: عورت کوامام بناکر اس کی اقتداء میں مرد نماز پڑھیں تو یہ درست نہیں ''وفسداقتداء رجل بامرأةٍ ا ھ بحر، ص۳۵۵/''[۳]

(۷) محاذاۃ: اگر شوہر نماز پڑھائے اور بیوی اس کے اقتداء میں برابر کھڑی ہوجائے تو دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ عورت کا مقام مرد کے برابر نہیں بلکہ مرد کے پیچھے ہے، اس نے اپنے مقام سے تجاوز کیا، وفی فتاویٰ قاضی خاں المرأة، اذا صلت مع زوجھا فی البیت ان کان قدمھا بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلوتھما

[۱] البحر الرائق، ج ۲/ ص ۱۴۸/ باب صلاۃ الجمعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی کراچی، ص ۱۴۷/ ج ۲، باب الجمعة.

[۲] البحر الرائق، ج ۲/ ص ۱۵۸/ باب العیدین مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی کراچی، ج ۲/ ص ۱۶۶/ باب العیدین.

[۳] البحر الرائق، ج ۱/ ص ۳۵۹/ باب الامة شامی کراچی، ج ۱/ ص ۵۷۶/ باب الامامة.

بالجماعة وفی المحیط اذاحاذت امامها فسدت صلوٰة الکل واستدل بحدیث ابن مسعود رضی اللّٰه عنه اخروهن من حیث اخرهن اللّٰه والبسط فی البحر، ج ۱/ص ۳۵۴/[۱]

(۸) استخلاف:۔ اگر کسی امام نے نماز میں عورت کو اپنا خلیفہ بنادیا تو امام کی اور اس کے سب مقتدیوں کی خواہ مرد ہوں یا عورت اور اس عورت کی جس کو خلیفہ بنایا ہے سب کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

"اذااستخلفها الامام وخلفه رجال ونساء فتفسد صلوٰة الکل اھ درمختار، ص ۳۸۰/[۲]

(۹) ولایت نکاح: بچہ بحالت حمل کم وبیش نو ماہ شکم مادر میں رہتا ہے، پھر دو برس وہ اس کو خون جگر (دودھ) پلاتی ہے، اور اس کی تمام ضروریات پوری کرتی ہے، اس کے باوجود ولایت نکاح باپ کو حاصل ہے، "والولایة تنفیذ القول علی الغیر شاء اوابی اھ[۳] الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط انثیٰ اھ درمختار، ص ۳۱۱/ ج ۱/[۴]

(۱۰) گھوڑے پر سوار ہونا:۔ اظہار شوکت وجلادت کے لئے گھوڑے پر سوار ہونا مردوں کا حق ہے، عورت کا حق نہیں "لعن اللّٰه الفروج علی السروج اھ (فتح القدیر[۵])

(۱۱) امیر سریہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ جہاد کی جماعتوں کو بھیجا، کبھی ان کا امیر کسی عورت کو نہیں بنایا، بلکہ ہمیشہ مردوں کو امیر بنایا ہے[۶]

---

[۱] البحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۱ باب الإمامة، مطبوعه کوئٹه.

[۲] درمختار علی الشامی زکریا، ج ۲/ص ۳۰۲/باب الإمامة.

[۳] درمختار زکریا، ج ۴/ص ۱۵۴/ باب الولی کتاب النکاح.

[۴] درمختار زکریا، ج ۴/ص ۱۹۱/ مطبوعه کراچی، ج ۳/ص ۷۶/ باب الولی کتاب النکاح.

[۵] فتح القدیر، ج ۴/ص ۱۳/ دارالفکر بیروت، هدایه، ج ۲/ص ۳۶۱/کتاب الطلاق باب ایقاع الطلاق.

[۶] امررسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی غزوة موتة زید بن حارثة، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

(۱۲) نائب:۔ متعدد مرتبہ بنفس نفیس جہاد میں تشریف لے گئے اور اپنی طرف سے اپنا نائب مدینہ طیبہ میں مردوں کو بنایا کبھی کسی عورت کو نہیں بنایا[۲]

(۱۳) امیر الحج: حج کے لئے جب جماعتیں گئیں تو امیر الحج کبھی کسی عورت کو مقرر نہیں فرمایا[۳]

(۱۴) ختم معاہدہ کا اعلان:۔ مشرکین کا معاہدہ ختم اور ان کو بحالت شرک حج سے ممانعت کا اعلان کرنے کے لئے عورت کو تجویز نہیں فرمایا، بلکہ مردوں کو تجویز فرمایا۔[۴]

(۱۵) صلح نامہ: مقابل فریق سے صلح و جنگ کی گفتگو کے لئے عورت کو منتخب نہیں فرمایا بلکہ مردوں کے ذریعہ اس کی تکمیل کی گئی۔[۵]

(۱۶) مرد قوام ہیں: عورتوں کی تادیب، تہذیب، حمایت، حفاظت مردوں کے

(گذشتہ کا بقیہ) فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان قتل زید فجعفر و ان قتل جعفر فعبد اللّٰہ بن رواحۃ رضی اللّٰہ عنہ الخ بخاری شریف، ج۲/ص ۶۱۱/ کتاب المغازی باب غزوۃ موتۃ،مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۱] ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج الیٰ تبوک فاستخلف علیاً الحدیث، بخاری شریف، ج۲/ص۶۳۳/ کتاب المغازی باب غزوۃ تبوک، مطبوعہ اشرفی دیوبند .

[۲] عن حمید بن عبدالرحمن ان اباھریرۃؓ اخبرہ ان ابا بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ بعثہ فی الحجۃ التی امرہ علیھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قل حجۃ الوداع .بخاری شریف، ج ۱/ص ۲۲۰/ کتاب المناسک باب لایطوف بالبیت، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۳] قال ابوھریرۃؓ فاذن معنا علیٰ فی اھل منی فی یوم النحر لایحج بعد العام مشرک و لایطوف بالبیت عریان ،بخاری شریف ،ج ۱/ص۵۳/ کتاب الصلوٰۃ ، باب مایستر من العورۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۴] عن ابی سعیدالخدریؓ قال لمانزل بنوقریظۃ علی حکم سعدبن معاذ الیٰ قولہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان ھولاء نزلوا علی حکمک الحدیث ،مشکوٰۃ شریف ، ص ۳۴۴/ باب فی حکم الاسرار ،مطبوعہ یاسرندیم دیوبند.

ذمہ ہے ان کے رہنے کے لئے مکان اور کھانے پینے پہننے کا انتظام لازم ہے تاکہ ان کو گھر سے نکلنے کی ضرورت پیش نہ آئے "الرجال قوامون على النساء فدلت الأية علىٰ معان احدها تفضيل الرجال على المرأة فى المنزلة وانه هوالذى يقوم بتدبيرها وتاديبها وهذا يدل علىٰ ان لهٗ امساكها فى بيته ومنعها من الخروج وان عليها طاعته وقبول امره مالم يكن معصية ودلت علىٰ وجوب نفقتهاعليه وبما انفقوامن اموالهم اھ احكام القرآن، ج ۲ / ص ۲۲۹ / ۔[1]

(۱۷) تشبہ: جوامور مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، جیسا کہ اس کے عکس میں ہے "لعن اللّٰه المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال، رواه البخارى اھ مشكوٰة شريف، ص ۳۸۰ /۔[2]

(۱۸) عورت کی امارت پر وعید: عن ابى هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا كان امرائكم خياركم واغنياء كم سمحائكم واموركم شورىٰ بينكم فظهر الارض خيرلكم من بطنها واذاكان امرائكم شراركم واغنياء كم بخلائكم واموركم الىٰ نساء كم فبطن الارض خيرلكم من ظهرها رواه الترمذى وقال هذا حديث غريب، ا ه،مشكوٰة شريف،ص ۴۵۹ /۔[3]

(۱۹) حق تعزیر: عورت کی بے راہ روی پر مرد کو حق تعزیر حاصل ہے، اس کی بہت سی

---

[1] احكام القرآن ،للجصاص، ج ۲ / ص ۱۸۸ / (مطبع دار الكتاب العربى بيروت لبنان) باب مايجب على المرأة من طاعة زوجها ،سورۂ نساء آیت ۳۴ /.

[2] مشكوة شريف، ص ۳۸۰ / كتاب اللباس، الفصل الاول. بخارى شريف ،ج ۲ / ص ۸۷۴ / كتاب اللباس ،باب العن اللّٰه الخ (مطبوعه اشرفى ديوبند)

[3] مشكوٰة شريف ،ص ۴۵۹ / كتاب الرقاق باب تغير الناس ،الفصل الثانى ترمذى ، ج ۲ / ص ۵۲ / كتاب الفتن، مطبوعه بلال ديوبند.

مثالیں فقہاء نے لکھی ہیں، چند یہ ہیں "ومنه ماذا شتمه اومزقت ثيابه اواخذت لحيته اوقالت لهٗ ياحمارياابله اولعنته سواء شتمها اولا علیٰ قول العامة، ومنه ماذا شتمت اجنبياً ومنه ماذا كشفت وجهها لغير محرم اوكلمت اجنبياً اوتكلمت عامداً مع الزوج اوشاغبت معه يسمع صوتها الاجنبى، اھ بحر الرائق ج۵/ص ۵۴۹/[1]

(۲۰) خلیفہ اورامام کی ذمہ داریاں: کتب فقہ اورکلام میں اتنی بیان کی گئی ہیں کہ عورت کے قابو سے باہر ہیں، شرعی حدودکوقائم رکھتے ہوئے وہ ان کو پورانہیں کرسکتی، "هی استحقاق تصرف عام على الانام وتحقيقه فى علم الكلام ونصبه اهم الواجبات فلذاقدموه علىٰ دفن صاحب المعجزات ويشترط كونه مسلماً حراً ذكراً عاقلاً بالغاً قادراً قرشياً لاهاشمياً علوياً معصوماً اھ درمختار، قال فى العقائد النسفية والمسلمون لابدلهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد وقبول الشهادة القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصغائر الذين لااولياء لهم وقسمة الغنائم اھ شامی[2] ج ۱/ص ۳۶۸/

---

[1] البحرالرائق، ج۵/ص ۴۸/ كتاب الحدود، فصل فى التعزير.

[2] الدرالمختار مع الشامی زكريا، ج۲/ص ۲۸۰/ مطبوعه كراچی، ج ۱/ص ۵۴۸/ باب الامامة كتاب الصلوٰة، شرح عقائد، ص ۵۲/ مبحث الامامة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

عربی عبارت کا ترجمہ نمبروار درج ہے:۔

[3] بلقیس نے کہا اے اہل دربارتم مجھ کواس معاملہ میں رائے دومیں کسی بات کاقطعی فیصلہ نہیں کرتی، جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجودنہ ہو۔(بیان القرآن)

[4] اگرصحیح ہےتو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہےاوراس کے لئے حمد ہےاوراگرخطا ہےتومیری اورشیطان کی طرف سے ہےاورعظمت والے اللہ ہی سے مغفرت طلب کرتاہوں، اوراسی سے صواب کی امیدرکھتاہوں۔

اگرخلعت امارت وامامت کے لئےعورت کا قد وقامت زیبا ہوتا تو کبھی تو اس کو اس سے شرف بخشا جاتا، مگر وہ تو مخلوق ہی تابع اور محکوم بنا کر ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

۳ے اور جان لے کہ خلیفہ میں شرط ہے کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو آزاد ہو، مرد ہو، بہادر ہو، ذی رائے ہو، سننے دیکھنے، بولنے والا ہو، اور لوگ اسکی اور اس کی قوم کی شرافت کو تسلیم کرتے ہوں، اور اس کی اطاعت سے ناک منہ نہ چڑھاتے ہوں (حجۃ اللہ البالغہ)

۴ے سو ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا، اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکالدیں گے اور وہ ماتحت ہو جاویں گے (بیان القرآن)

۵ے اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے۔ (بیان القرآن)

۶ے بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو تو جب اسکا صحن دیکھا تو اس کو پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولدیں، سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے، جو شیشوں سے بنایا گیا ہے، بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا، اور میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔ (بیان القرآن)

۷ے وہ کافر قوم میں سے تھی۔ (بیان القرآن)

۸ے میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں، اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے، اور ان کو راہ سے روک رکھا ہے، سو وہ راہ پر نہیں چلتے۔ (بیان القرآن)

۹ے وہ قوم فلح یاب نہیں ہو سکتی، جنہوں نے اپنے امر کا والی ایک عورت کو بنالیا (حجۃ اللہ البالغہ)

(۱۰) میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے، اور اس کو ہر قسم کا سامان میسر ہے، اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے۔ (بیان القرآن)

(۱۱) ہم بڑے طاقت ور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور اختیار تم کو ہے سو تم ہی دیکھ لو جو کچھ حکم دینا ہو۔ (بیان القرآن)

(۱۲) میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ (بیان القرآن)

(۱۳) فرعون نے اہل دربار سے جو اس کے آس پاس تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کردے، سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔ (بیان القرآن)

(۱۴) اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔ (بیان القرآن)

(۱۵) پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے، بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے

تنبیہ :۔اگر کسی مجبوری کی حالت میں کسی وقت میں ایک متعدد عورتیں خدمت کے لئے لڑائی کے موقع پر پہنچ گئیں اوران کو واپس کرنا اس وقت خلاف مصلحت تھا تو اس کو ضابطہ کلیہ نہیں بنایا جائیگا، مجبوری ومعذوری کے احکام مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ نزیل جوہانسبرگ جنوبی افریقہ
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

محبت فرماتے ہیں۔(بیان القرآن)

(۱۶) اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا، اور میں سلیمان کے ساتھ ہوکر رب العالمین پر ایمان لائی۔(بیان القرآن)

(۱۷) اور ہم نے آپ کے قبل صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دیکر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے، سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو (بیان القرآن)

(۱۸) بہرحال عورت کی اذان اس لئے کہ سلف سے منقول نہیں جبکہ جماعت ان کے حق میں مشروع تھی، پس یہ (عورت کی اذان) گھڑی ہوئی چیزوں میں ہے، بالخصوص ان کی جماعت منسوخ ہونے کے بعد، اور اس لئے کہ مؤذن کے لئے اپنے نفس کا ظاہر کرنا اور بلند جگہ پر اذان دینا اور اپنی آواز کا بلند کرنا مستحب ہے، اور عورت کو ان سب سے روکا گیا ہے، ان کے لئے اذان مشروع نہیں اور اذان جماعت کی دعوت ہے۔(زیلعی)

(۱۹) خطیب کے لئے شرط ہے کہ وہ جمعہ کی امامت کی اہلیت رکھتا ہو۔(بحرالرائق)

(۲۰) جمعہ کے لئے وجوب وصحت کے اعتبار سے جو شرائط ہیں وہی عید کے لئے شرائط ہیں خطبہ کے علاوہ۔

(۲۱) مرد کو عورت کی اقتداء کرنا، نماز کو فاسد کردیتا ہے۔(بحرالرائق)

(۲۲) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے عورت جب اپنے شوہر کے ساتھ گھر میں نماز پڑھے، اگر اس کا قدم شوہر کے قدم کے برابر ہو تو دونوں کی جماعت کے ساتھ نماز جائز نہیں، اور محیط میں ہے کہ جب عورت اپنے امام کے برابر ہوجائے ،سب کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ان کو پیچھے کرو جس طرح اللہ نے ان کو پیچھے کیا ہے سے استدلال کیا ہے، اور بحر میں تفصیل ہے۔

(۲۳) جب امام نے عورت کو امام بنادیا اوراس کے پیچھے مرد وعورت دونوں ہیں سب کی نماز فاسد ہوجائیگی، اھ درمختار۔

(۲۴) ولایت قول کا نافذ کرنا ہے، غیر پر وہ چاہے یا انکار کرے، نکاح میں ولی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے، کسی عورت کے واسطہ کے بغیر۔

(۲۵) اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کی زینوں پر سوار ہونیوالی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(۲۶) مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:۔

(۱) مردوں کا درجہ عورتوں سے بڑا ہے، اور مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔

(۲) مرد عورت کو ادب سکھاتا ہے، اور اس کو سلیقہ سکھاتا ہے۔

(۳) آیت سے معلوم ہوا کہ مرد کو شرعاً یہ اختیار ہے کہ عورت کو اپنے گھر میں رکھے اور اس کو باہر نہ جانے دے۔

(۴) عورت پر مرد کی فرمانبرداری اور اس کا حکم ماننا ضروری ہے، جبکہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دے۔

(۵) آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا نفقہ شرعاً مرد پر واجب ہے۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ شانہٗ ان مردوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں، جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

(۲۸) حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تمہارے حکمراں اچھے لوگ ہوں، اور تمہارے مالدار سخی ہوں، اور تمہارے کام آپس کے مشورہ سے طے پائیں تو زمین کا اوپری حصہ تمہارے لئے زمین کے نیچے کے حصہ سے بہتر ہے، اور جب تمہارے حکمراں برے لوگ مقرر ہوں، اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے کام عورتوں کے مشورہ سے ہوں تو تمہارے لئے زمین کے نیچے کا حصہ اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔

(۲۹) انہیں مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ عورت مرد کو گالی دیدے یا اس کے کپڑے پھاڑ دے یا اس کی داڑھی پکڑ لے یا اس کو گدھا، بیوقوف کہہ کر پکارے یا اس پر لعنت بھیجے خواہ گالی دے، یا نہ دے قولِ عام کے مطابق، یا کسی اجنبی کو گالی دے، یا غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولے یا اجنبی سے گفتگو کرے، یا عورت شوہر کے ساتھ سختی سے گفتگو کرے، یا اس سے جھگڑا کرے جس کی آواز اجنبی کو سنائی دے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

جمہوریت ومشاورت

جمہوریت

سوال:۔کیا ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمہوریت کو قائم کیا تھا؟ اور کیا خلفاء اربعہ بھی اس جمہوریت پر چلے یا انہوں نے کچھ تغیر اور تبدل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے،[۱] وہاں قوانین احکام کا مدار دلائل پر نہیں بلکہ اکثریت پر ہے یعنی کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے، پس اگر کثرت رائے قرآن وحدیث کے خلاف ہوتو اسی پر فیصلہ ہوگا، قرآن کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجب ضلالت فرمایا ہے "وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ، الاٰیۃ "[۲] اہل علم، اہل دیانت، اہل فہم کم ہی ہوا کرتے ہیں،

---

[۱] ولما كانت المدينة ذات اجتماع عظيم لايمكن أن يتفق رأيهم جميعاً علىٰ حفظ السنة الخ حجة الله البالغة ، ج ۱/ص ۴۲/ باب سياسة المدينة ، مطبوعه مصرى.

[۲] سورۂ انعام ، پارہ ۸/ آیت ۱۱۶/. **ترجمہ**:. اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔(از بیان القرآن)

خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، انہوں نے اس کے خلاف کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

مشورہ کی حیثیت

سوال:۔"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ" کا کیا مطلب ہے مشورہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مباح کیا ہے، اگر زید اس پر عمل کرنے سے انکار کرتا ہو تو کیا وہ کافر ہے یا خارج از اسلام ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مشورہ لینا خیر وبرکت کی چیز ہے اس کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ جو شخص مشورہ سے کام کرتا ہے، اس کو ندامت کی نوبت نہیں آتی[۲] تاہم اس کا ایسا درجہ نہیں کہ جو شخص مشورہ نہ کرے تو وہ اسلام سے خارج ہوجائے،[۳] ہاں آیت قرآنی "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ"

---

[۱] فی حدیث عرباض بن سارية، عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهد بين الحديث مشكوٰة شريف، ص ۳۰/باب الاعتصام بالكتاب والسنة ،الفصل الثانى ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند "قال الملا على القارى تحت هذا لحديث المهديين اى الذين هداهم الله الىٰ الحق قيل هم الخلفاء الاربعة أبوبكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله تعالىٰ عنهم الخ مرقات، ج ۱/ص ۱۹۹/ مطبوعه اصح المطابع ممبئى.

[۲] والشورىٰ بركة وَقَالَ عَلَيْهِ السّلام مَانَدِمَ مَن اِسْتَشَارَ وَلاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، تفسير قرطبى ، ج۲/ص ۲۳۶/ سورة آل عمران تفسير الآيت ۱۵۷-۱۵۹/مطبوعه دارالفكربيروت.

[۳] الامرفى شاورهم للندب وعن كون الامر فى شاورهم للندب دون الوجوب الى قوله واختلفوا فى وجوبها اى المشورة فنقل البيهقى فى المعرفة الاستحباب (احكام القرآن لظفراحمد التهانوى، ج۲/ص ۱۷/)المشورة ليست للتقليد بل للتنبه والاستحضار،ادارة القرآن والعلوم الاسلام،پاكستان.

اور " اَمۡرُهُمۡ شُوۡرىٰ بَيۡنَهُمۡ " کا انکار کردے، تو پھر کافر ہوجائیگا[1]

ہر کام بغیر مشورہ کرنے سے بہت سے فوائد سے محرومی ہوتی ہے، اور اجتماعی کام جس کا تعلق عامۃ المسلمین سے ہو بغیر مشورہ کرنے سے بعض اوقات مستقل فتنے کھڑے ہوجاتے ہیں، جن کا سنبھالنا دشوار ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمہوریت اور مشاورت

سوال:۔(۱) "وشاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی الله" یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے یا عام؟

(۲) جمہوریت کسے کہتے ہیں؟ اور اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

(۳) مدارس میں کمیٹی قائم کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی کیا صورت ہونی چاہئے؟

(۴) اور نیز زید کا یہ کہنا کہ موجودہ دور میں اسلام میں جمہوریت نہیں ہے کیسا ہے؟ زید مذکورہ بالا آیت "وشاورهم فی الامر الخ" کو استشہاد میں پیش کرتا ہے، اور اگر یہ مطلب ہو کہ موجودہ دور کے لوگوں میں ایسی صلاحیت نہیں رہی کہ جمہوریت چل سکے، تو اس صورت میں زید کا اس آیت کو پیش کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ زید نے پہلے کہا کہ اسلام میں جمہوریت نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس آیت میں اصل خطاب حضرت نبی اکرم ﷺ کو ہے پھر آپ کے اتباع میں ضمناً اوروں کو ہے، مفسرین نے اس آیت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ "وشاورهم" میں جو ضمیر

(صفحہ ہٰذا) [1] اذا انکر الرجل آیة من القرآن اوتسخر بآیة من القرآن اوعاب یکفر (عالمگیری ج۲/ص ۲۶۶/) منها مایتعلق بالقرآن باب احکام المرتدین. مطبوعه کوئٹه پاکستان)

مفعول ہے اس کا مصداق بھی سب صحابہ نہیں بلکہ مقصود رات دن حاضر باش ''الو الاحلام والنُھٰی'' اور اہل الرائے ہیں، جن کی اصابت رائے کا تجربہ ہوتا رہا ہے، اور حق تعالیٰ نے بھی ان کی رائے کی تصویب فرمائی ہے[۱]، نیز ''الامر'' کا مصداق مفسرین محققین نے عام نہیں لکھا، بلکہ خاص امر یعنی الحرب اس کا مصداق قرار دیا ہے، جیسا کہ روح المعانی[۲] وغیرہ میں موجود ہے، لہٰذا اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر کام میں ہر ایک کے لئے ہر ایک سے مشورہ ضروری ہے، یہ صحیح نہیں ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین سے بہت سے اجتماعی کاموں میں محض اپنی رائے پر عمل کرنا بھی ثابت ہے، نیز مشورہ کے بعد بھی ہر مشورہ کا قبول کرنا بھی ضروری نہیں، بلکہ امیر کے لئے سب کے مشورہ کو رد کر کے اپنی صوابدید پر عمل کرنا بھی ثابت ہے[۳]۔

(۲) آج کل جمہوریت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بالغ مرد عورت خواندہ، نہ خواندہ، عاقل کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو، اور ان کے ووٹوں کی اکثریت سے سربراہ حکمراں تجویز کیا جاتا ہے، اسلام میں اس جمہوریت کا کہیں وجود نہیں، نہ کوئی سلیم العقل اس کے اندر خیر

---

[۱] وشاورهم في الأمر ابوبكر وعمر ،الى ماقال ان الآية نزلت فيهما الخ روح المعانى ، ج۴/ص۱۰۷/سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/.

[۲] واختلف اهل التأويل فى معنىٰ الذى أمر الله نبيه عليه السلام أن يشاور فيه اصحابه فقالت طائفة ذالك فى مكائد الحروب وعندبقاء العدو الخ تفسير قرطبى ، ج۲/ص۲۳۵/تفسير سورۂ آل عمران، مطبوعه دارالفكر، تحت آية وشاورهم فى الامر، روح المعانى ،ج۴/ص۱۰۶/ مطبع مصطفائى ديوبند، تحت الآية المذكورة ، احكام القرآن للجصاص ،ج۲/ص۴۱/ مطبوعه بيروت.

[۳] قال قتادة أمر الله تعالىٰ نبيه عليه السلام اذعزم علىٰ أمرأن يمضى فيه ويتوكل على الله لاعلىٰ مشاورتهم الخ تفسير قرطبى ،ج۲/ص۲۳۷/ مطبوعه دارالفكر، تفسير سورۂ آل عمران ،تحت قول الله فاذاعزمت فتوكل على الله .

تصور کرسکتا ہے، ظاہر ہے کہ اکثریت نادانوں اور جاہلوں کی ہے، وہ لوگ ایسے ہی شخص کوووٹ دیں گے، جن کے ذریعہ ان کی خواہشات پوری ہونے کی توقع ہو، اور یقین ہے کہ ان کی خواہشات میں خیر غالب نہیں بلکہ شر غالب ہے، تو شر پھیلانے والے کا انتخاب کرنا کون سی عقل کی بات ہے، جو لوگ سیاستدانی کے بڑے بڑے دعویدار تمام حکومتوں پر بے لاگ تبصرہ کرنے والے ارباب قلم ہیں، وہ بھی اس جمہوریت پر اس قسم کا تبصرہ کرتے ہیں، اس ملک وحکومت کی سیاہ بختی کا کیا ٹھکانہ ہے، جہاں سربراہی کا معیار اہلیت اور دلائل سے ہٹا کر عوام کالانعام کی کثرت رائے پر رکھدیا جائے[1]

(۳) اہل علم، اہل دیانت، اہل رائے حضرات کی دینی مدارس کی ظاہری اور معنوی ترقی وفلاح کے لئے کمیٹی مقرر کرلینا انشاء اللہ مثمر خیر ہے،[2] اور سب کے مصالح کے پیش نظر بہت اہم ہے، طریقۂ کار یہ ہونا چاہئے کہ مشورہ طلب بات کمیٹی کے سامنے پیش کردی جائے، اوراس کے ارکان غور وفکر کے بعد اخلاص ودیانت سے جس رائے میں خیر سمجھیں اس کو پیش کردیں، ضرورت پیش آئے تو منافع ومضار پر متانت اور سنجیدگی سے دلائل شرعیہ کی روشنی میں گفتگو اور باہمی تبادلۂ خیالات بھی کریں، اسی بحث وتمحیص کے بعد جو چیز خیر ہو اس کو اختیار کرلیا جائے، جن کی رائے پر عمل نہ ہو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوں، اور آئندہ رائے دینے سے

---

[1] قرآن کریم میں اکثریت کی اطاعت کو موجب ضلالت فرمایا ہے، **وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ، سورۂ انعام آیت ۱۱۶/ .**

ترجمہ:۔اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔(از بیان القرآن)

[2] **والشوریٰ برکۃ الیٰ قولہ وقد جعل عمرؓ الخلافۃ وھی اعظم النوازل شوریٰ قال البخاری وکانت الائمۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشتشرون الامناء من اھل العلم فی الامور المباحۃ لیأخذ بأسھلھا الخ تفسیر قرطبی، ج۲/ص ۲۳۶/ تفسیر سورۂ آل عمران(مطبوعہ دارالفکر)تحت الآیۃ وشاورھم فی الامر)**

گریز بھی نہ کریں ،اورجن کی رائے کواختیار کرلیا گیا وہ اپنی رائے پرناز کرتے ہوئے دوسروں کی تحقیر نہ کریں۔

(۴) اس کا جواب نمبر۲ /سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۹/۱/۸۹ھ

کس سیاسی جماعت میں حصہ لیا جائے

سوال:۔ ہندوستان کی کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھنا چاہئے ، جناب کا جوخیال ہوتحریر فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جماعتوں کے قواعد وضوابط میں ترمیم ہوتی رہتی ہے ، مجھے زیادہ واقفیت نہیں ہے ، اپنے یا اہل علم ودیانت کے تجربہ سے جو جماعت احکام اسلام کی زیادہ پابند ہو اورحقوق دلانے میں زیادہ کوشاں ہو ،اورقربانی دینے والی جماعت ہو اس میں شرکت کرسکتے ہیں[۱] اگرکسی پراعتماد نہ ہو کسی میں شرکت نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

جمعیۃ العلماء میں شرکت

سوال:۔ جمعیۃ العلماء نامی جماعت میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ عوام کو دور رکھنا اور شرکت سے منع کرنا چاہئے یا نہیں؟

---

[۱] مروجہ سیاست کے شرعی احکام مصنفہ حکیم الامتؒ ،ص۳۵ /مطبوعہ تھورابانده۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعیۃ العلماء ہند کا دستور منگا کر مطالعہ کریں[۱]، اگر اس میں کوئی بات تحقیق طلب ہو یا جمعیۃ کا کوئی خاص رویہ محل تأمل ہو تو اس کو دریافت کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مسلم تنظیم میں کسی غیر مسلم کی شرکت

سوال: ۔ایک مسلم تنظیم ہے جس کے مقاصد مذہبی خیراندیشی اور دیگر تفریحی مشغلے ہیں، مذکورہ انجمن کے ممبران ہیں، ایک غیر مسلم ممبر بھی ہے، جو حالات وقواعد کے اعتبار سے مذہبی چندہ ودیگر تنظیمی معاملات میں پورا پورا حصہ لیتا ہے، پیشہ کے اعتبار سے وہ شخص ایک ڈاکٹر ہے، جس نے اپنے آپ کو اس اسلامی اور تنظیمی ماحول میں ڈھال میں لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمان راستوں کو زیادہ پسند کرتا ہے، نیز مسلمان بھی اسے محبوب سمجھتے ہیں، اس کے علاوہ مسلمانوں کی تجہیز وتکفین ودیگر تقریبات میں بھی شامل ہوتا ہے، اور کسی ذاتی مقصد کے تحت نہیں، ایسی صورت میں مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ مذہبی نقطۂ نگاہ سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ جس نے اپنے آپ کو ہر انداز سے مسلمانوں کی اس تنظیم میں شامل کررکھا ہے اور اسے مسلم انجمن کا ممبر بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمانوں کو اخلاق ومروت کا معاملہ کرنا چاہئے، آہستہ آہستہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، اور جبکہ یہ انجمن مسلم تنظیم ہے اور مقصد اس کا خیر ہی خیر ہے، اسی کے ساتھ تفریحی مشغلہ بھی ہے، اور وہ غیر مسلم ظاہر ہے کہ مذہب کے ان کاموں میں

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ مصنفہ مولانا حامد میاںؒ۔

توبالکل شرکت نہیں کرتا ہے، جن کے لئے اسلام شرط ہے، صرف تفریحی مشغلہ میں شرکت کرتا ہے، ایسے مذہبی کام میں شریک ہوتا ہے، جس کے لئے اسلام شرط نہیں، تو اس میں شرعاً قباحت نہیں بشرطیکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، اس کالحاظ رہے کہ وہ کسی مسلم میت کوغسل نہ دے، نہ اُٹھا کر قبرستان میں لے جائے، اور نہ قبر میں رکھے[۲] اور یونہی مجمع کے ساتھ چلا جائے ،تو روکنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۸ھ

جماعت منکرین خدا ورسول کا ممبر بننا

سوال:۔ایسی جماعت جو خدا اور رسول کا منکر ہو اور ہر دھرم کو پاگلوں کا مشغلہ کہتی ہو کیا مسلمان اس جماعت میں ممبر یا کوئی اور شریک ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر اس جماعت میں شریک ہو اس کو خدا اور رسول کا منکر بننا ہوگا یا ان کے کفری وملحدانہ اصول کی ترویج کرنی ہوگی، یا عملاً کفری اعمال کا ارتکاب کرنا ہوگا، تو کسی مسلمان کے لئے اس جماعت میں شریک ہونا قطعاً حرام وناجائز ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لاینھٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقٰتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم أن تبروھم وتقسطوا الیھم الآیۃ ،سورۃ الممتحنۃ آیت ۸/.

ترجمہ :. اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں منع کرتا، جو تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔(از بیان القرآن)

[۲] ولیس للکافر غسل قریبہ المسلم الیٰ قولہ ویکرہ أن یدخل الکافر فی قبر قریبہ المسلم لیدفنہ ،شامی کراچی ،ج ۲/ص ۲۳۱/باب صلوٰۃ الجنازہ،البحرالرائق ، ج ۲/ص ۱۹۱/ کتاب الجنائز فصل السلطان أحق بصلاتہ .(مطبوعہ کوئٹہ پاکستان) (بقیہ آئندہ پر)

ایک رفاہی سوسائٹی کے شرائط

سوال:۔تمام مسلمین کی پریشانیاں دیکھتے ہوئے ہم نے ایک سوسائٹی قائم کی ہے، جس کا نام یوتھ ویلفیر سوسائٹی ہے، جوکہ ہندوستان کے غریب طلباء، حاجت مند، اسلامی کام اور مسلمانوں کے فائدوں کے لئے قائم کی گئی ہے، سوسائٹی کے اس وقت تقریباً میرٹھ شہر میں ۱۰۰۰/ ہزار ممبران ہیں، سوسائٹی کا رجسٹریشن کرانے سے پہلے ہم آپ سے چند رائے کے منتظر ہیں، کیونکہ سوسائٹی پوری طرح سے اسلامی قوانین کے تحت چلائی جائیگی اور اس کے لئے ہم سب آپ کی ہدایت چاہتے ہیں، سوسائٹی کی چند مخصوص شرطیں ہم نے منعقد کی ہیں، جو اس طرح ہیں:۔

(۱) سوسائٹی صرف عام مسلمین کی بھلائی کے بارے میں کام انجام دے گی۔

(۲) سوسائٹی کا ممبر صرف ایک مسلم طالب علم ہی ہوسکتا ہے۔

(۳) سوسائٹی کی ممبر شپ وہ شخص بھی پاسکتا ہے، جو اسلامی کام کو تہ دل سے سرانجام دے سکے چاہے وہ ان پڑھ انسان ہو۔

(۴) سوسائٹی کا ممبر ہونے کیلئے کم سے کم ۱۸/سال کی عمر پورا ہونا ضروری ہے۔

(۵) سوسائٹی کی ممبر شپ لینے کے بعد کسی بھی حکومتی پالیسی کا استعمال اور دخل اندازی سوسائٹی میں نہیں کرے گا، چاہے وہ کسی بھی پارٹی کا ممبر کیوں نہ ہو۔

(۶) سوسائٹی کے سارے کام اسلامی قانون کے تحت ہونگے، جو ہر ایک ممبر کو ماننے ہونگے۔

(گذشتہ کا بقیہ) ۱؎ قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق، مشكوٰة شريف، ص ۳۲۱/ مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند، كتاب الامارة فى الفصل الثانى .
ترجمه:. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

(۷) سوسائٹی کے سکریٹریوں کی میٹنگ ماہ دوبارہ منعقد کی جائے گی۔

(۸) ممبر کا کام نئے ممبر بنانا اور ایک مسلم کی پریشانی کو دور کرنا ہے۔

(۹) سوسائٹی میں جماعت طلباء کا دوسرا مقام ہے جو کہ مرکزی اداروں کے طلباء ہیں۔

(۱۰) کوئی بھی ممبر سوسائٹی میں ہونے والی کمیوں اور سوسائٹی کی افضلیت کو بطور تحریری بیان سیدھا چیف کو پیش کرسکتا ہے، جس کو سوسائٹی عمل لانے کی پوری کوشش کرے گی

(۱۱) ہر محلّہ اور ہر گاؤں کا ایک جوائنٹ سکریٹری ہوگا، جس کے تحت سارے ممبران کام کریں گے۔

(۱۲) ہر جوائنٹ سکریٹری کا فرض ہوگا، کہ اپنے ممبروں کی پریشانیوں کو دور کرے اور ہر نئی تحقیق سوسائٹی کو دے۔

(۱۳) ممبروں میں ہونے والے آپسی فساد کی رپورٹ دینا ہر ممبر کا فرض ہوگا، جس سے وہ جھگڑا اسلامی قانون کے مطابق سلجھایا جاسکے۔

(۱۴) سوسائٹی کا ہر ممبر ایک روپیہ ماہوار چندہ جوائنٹ سکریٹری کو جمع کرائے گا۔

(۱۵) ممبروں کے ذریعہ جمع تمام روپیہ شہر کے مختلف حصوں میں پڑھنے والے تمام غریب طلباء کی فیس میں اور شہر کے تمام غریب لوگوں میں جو حاجت مند ہونگے ان میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۱۶) سوسائٹی کا پورا خرچ سوسائٹی کے چندہ سے پورا کیا جائے گا۔

(۱۷) اگر سوسائٹی کا ممبر اپنے ذریعہ معاش کے لئے اگر اپنا نجی کام کرنا چاہتا ہے، تو سوسائٹی بطور قرض اس کے اندر مقصد کے لئے روپیہ دے گی، جو اُسے قسط وار چکانا پڑیگا۔

(۱۸) تمام روپیہ شہر کچہری سے اسٹامپ کے ذریعہ معاہدہ کے مطابق ہی دیا جاسکتا ہے۔

(۱۹) ماہوار روپیہ نہ دینے والے ممبر کو ممبر شپ سے الگ کر دیا جائیگا، اور کوئی بھی سوسائٹی سے ہونے والے فائدوں سے محروم کر دیا جائیگا۔

(۲۰) دوبارہ ممبر شپ بننے کے لئے اُسے پچھلے ہر ماہ کا چندہ جمع کرنا پڑے گا۔

(۲۱) کبھی بھی ضرورت کے وقت کسی بھی ممبر کو طلب کیا جا سکتا ہے، جس پر اسے ضرور حاضر ہونا پڑے گا، حاضر نہ ہونے پر اُسے سوسائٹی سے الگ سمجھا جائیگا، بشرطیکہ وہ شہر سے باہر نہ ہو۔

(۲۲) سوسائٹی کے چیف تمام سکریٹریوں و جوائنٹ سکریٹری اور ممبروں کی میٹنگ ہر تیسرے ماہ کی آخری تاریخ میں ہوگی، جس میں ہر ممبر کا حاضر ہونا ضروری ہے۔

(۲۳) سوسائٹی کے ہر ممبر کو ایک شناختی کارڈ اور ایک بیج دیا جائیگا، جو اُسے ہر وقت اپنے پاس رکھنا ہوگا، ضرورت پڑنے پر وہ طلب کیا جا سکتا ہے، جو اُسے دکھانا ہوگا۔

(۲۴) بیج یا سوسائٹی کی طاقت کا غلط استعمال کرنے والے کو سوسائٹی سے الگ کر دیا جائیگا، اور چیف کے ذریعہ جو فیصلہ دیا جائیگا وہ اُسے ماننا پڑے گا۔

(۲۵) آپس میں اتفاق واتحاد اور محبت کے ساتھ سوسائٹی کو چلانا اور سوسائٹی کو زندہ رکھنا ہے، اس بات کا ہر ممبر کو خیال رکھنا پڑے گا۔

(۲۶) سوسائٹی کی ایک کیبنٹ ہوگی جو جوائنٹ سکریٹری کی سنوائی کرے گی، اور سوسائٹی کا کوئی بھی کام بنا کیبنٹ کے پاس ہوئے رد سمجھا جائیگا۔

(۲۷) کوئی بھی ممبر بنا مقصد بتائے سوسائٹی سے استعفاء نہیں دے سکتا۔

(۲۸) سوسائٹی پوری طرح دیوبند کے اسلامی قانون کے تحت چلے گی۔

(۲۹) کسی بھی ممبر یا جوائنٹ سکریٹری وہ کیبنٹ سکریٹری کو بنا وجہ بتائے ہٹانے کا پورا حق سوسائٹی کے چیف کو ہوگا، ان ساری شرطوں میں کون شرط ٹھیک ہے، اور کون نہیں، اس بارے میں آپ سے گذارش ہے کہ آپ کو جو شرط صحیح معلوم ہو اور مقاصد کو پورا کرنے میں

ہر کام کرتی ہو یا جو شرط ہم نے صحیح نہ لکھی ہو یا ہم کو نہیں پتہ آپ اس بارے میں لکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی تحریر کردہ (۲۹) شرطیں جو کہ درحقیقت سوسائٹی کا کام چلانے کے لئے اصول کے درجہ میں ہیں مطالعہ کیں ان میں (۲۰) کے متعلق عرض ہے کہ پچھلے ہر ماہ کا چندہ لازم قرار دیا گیا ہے، جو کہ ۲۰؍ جرمانہ مالی کی ہے، اس لئے اس قید کو ختم کیا جائے،[1] ۲۱؍ میں صرف شہر سے باہر ہونے کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، حالانکہ عدم حاضری کا سبب بیماری وغیرہ بھی کوئی عذر ہوسکتا ہے، اس لئے بلا عذر کی قید لگادی جائے، ۲۴؍ سزا کے ساتھ مطابق شرع کی قید لگادی جائے، ۲۹) میں ممبر یا سکریٹری کو ہٹانے کا پورا حق چیف کو دیا گیا ہے، اور وہ بھی بلا وجہ بتائے اس قدر وسیع اختیار دینا نہیں چاہئے، اگر قصور وار ہو تو اس پر اول فہمائش کی جائے، پھر چیف مشورہ کر کے الگ کرے، اسلئے چند اہل مشورہ کو متعین کرلیا جائے، اللہ تعالیٰ اخلاص دے، استقامت دے، خدمت اور کام کا رُخ صحیح رکھے، ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۵؍۱۰؍۱۴۰۰ھ

شریعت سے ناواقف لوگوں کی کمیٹی اور اس کا حکم

سوال:۔ اگر کسی کمیٹی کا صدر انگریزی تہذیب کا دلدادہ شرعی مسائل سے ناواقف ہو اس کے اراکین میں چند زانی وشرابی، سودخور اور بے نمازی اور شرعی مسائل سے ناواقف ہوں

---

[1] لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی الیٰ قوله والحاصل ان المذهب عدم التعزیر بأخذ المال الخ البحر الرائق ص ۱۴ ج۵ کتاب الحدود فصل فی التعزیر (مطبوعه کوئٹه) شامی کراچی ص ۶۱ ج۴ باب التعزیر مطلب فی التعزیر بأخذ المال.

،تو کیا وہ شرعی معاملے پر کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں کیا ان کا فیصلہ قابل اعتبار ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے لوگوں کی کمیٹی شرعی کمیٹی نہیں، اور اس کا فیصلہ شرعی فیصلہ نہیں، کذا فی الحیلة الناجزة[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایسی پنچائت میں شرکت جس کے قوانین غیر شرعی ہوں

سوال:۔ ہمارے یہاں انصاری برادری کی پنچائت میں کچھ قوانین ہیں جو کہ شرع محمدی کے مطابق نہیں ہیں مثلاً شادی میں کوئی ولیمہ کرنا چاہے تو پورے گاؤں کی برادری کو بلائے یا پھر پورے محلّہ کی برادری کو بلائے اگر دوسرے محلّہ کے ایک شخص کو بلائے خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو تو اس محلّہ کی پوری برادری کو بلائے اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے جوا کھیلے شراب پیئے اس پر برادری کی کوئی پابندی نہیں اب ازروئے شرع ایسی پنچائت میں شامل رہنا بہتر ہے یا علیحدگی بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ اس کی کوئی بھی بات شرع محمدی کے مطابق نہیں تو پھر وہ شرعی پنچائت نہیں اس میں شرکت سے غیر شرعی باتوں کی تقویت وترویج ہوگی جس کی شرعاً اجازت نہیں[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الحیلة الناجزة ،ص ۲۸ /جماعت مسلمین کی شرائط، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

[۲] ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیة، سورة المائدة آیت ۲.

ترجمہ: اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (از بیان القرآن)

تفریق بین المسلمین

سوال:۔ دوآدمیوں میں عرصہ سے میل جول اورمحبت واخلاص چلا آرہا تھا۔ دوشخصوں نے ان کے درمیان رنجش ڈلوادی شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اگر بلاوجہ شرعی ایسا کیا ہے تو یہ فعل گناہ ہے اس سے توبہ کرنا چاہئے اوران لوگوں سے جن میں رنجش ڈلوائی ہے معاف کرانا چاہئے اوران میں مصالحت کرانی چاہئے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۵۱/۱۲/۲۸ھ

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم ۹/ذی الحجہ

تفریق بین المسلمین

سوال:۔ جوشخص جماعت اہل اسلام کو پراگندہ کرتا ہےاورمریدوں کوتلقین کرتا ہے اس کا شرعاً کیا جرم ہےاورجوشخص اتفاق کرانا چاہتا ہےاس کوکیا ملے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جماعت اہلِ اسلام کواغراضِ نفسانیہ کی بناپر پراگندہ کرنا اوراس میں تفریق ڈالنا شرعاً بدترین جرم ہےاوراہل اسلام کوکسی بات پرمجتمع کرنا اوران میں اتفاق کرانا حقِ نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، پہلے شخص کے لئے اس کے جرم کے موافق بدترین سزا ہے دوسرے شخص کے

---

[1] عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اخبرکم بافضل من درجة الصیام والصدقة والصلوٰة قال قلنا بلی قال اصلاح ذات البین وفساذدات البین ھی الحالقة. مشکوٰة شریف ص ۴۲۸ باب ماینھٰی من التھاجر الخ الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

لئے اس کے عمل کے مطابق بلکہ اس سے بہترین جزا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴؍ شعبان ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

پنچایت کے خلاف کرنا

سوال:۔ جس جماعت میں شرعی خرابی نہ ہو اس سے علیحدہ ہو کر اس میں اختلاف و افتراق پیدا کرنا **اتبعوا السواد الاعظم** کے حکم کی خلاف ورزی کرنا اور **فانه من شذ شذ فی النار** کا مصداق بننا ہے یا نہیں ایسے شخص کے لئے شرعی تعزیر کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث میں سوادِ اعظم کوئی گاؤں یا کسی چودھری کی قائم کردہ پنچائت نہیں کہ اس کی مخالفت سے شذ فی النار کا حکم لگایا جائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بلا وجہ اختلاف پیدا کرنا شرعاً مذموم ہے اس لئے اس وعید میں چودھری برادری کا حکم نہ ماننے والا داخل نہیں نہ یہ برادری کی پنچائت افراد برادری کی رضامندی پر موقوف ہے۔ جو اس پر رضامند نہ ہو تو اس پر جبر کرنے کا برادری کو حق نہیں البتہ جو شخص خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتا ہو اس کو اس سے روکنا ہر شخص پر حسب حیثیت ضروری ہے۔ **لحديث من رأى منكم منكرا فليغيره بيده**[2] الخ لزوم

---

[1] قال رسول الله ﷺ : لااخبركم بافضل من درجة الصيام والصدقة والصلوٰة قال قلنا بلى قال اصلاح ذات البين وفسادذات البين هى الحالقة. مشكوٰة شريف ص ۴۲۸ باب التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الثانى مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] مشكوٰة شريف ص ۴۳۶ باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمه: تم میں سے کوئی منکر کام کو ہوتے ہوئے دیکھے تو چاہئے کہ اسے ہاتھ سے بدل دے۔

جماعت اور مخالفت جماعت کے متعلق العرف الشذی ص۵۱۲[۱] میں ہے و اذا تحققت الخ بہتر یہ ہے کہ بلا وجہ مخالفت نہ کی جاوے اگر برادری کے قوانین خلاف شرع ہوں تو تحقیق کر کے ان کو شریعت کے موافق بنا لیا جائے۔ حدیث اتباع سواد اعظم کی تفسیر مطلوب ہو تو فیض الباری ص۵۸[۲] وص۵۱۱ و فتح الباری[۳] ص۲۶۶ ج۱۲ وغیرہ دیکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ

(صفحہ ہٰذا) [۱] العرف الشذی ص ۴۶۱(مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) ابواب الفتن، باب لزوم الجماعۃ الخ

[۲] فیض الباری ص۵۸ ج۴ ابواب المناقب، باب علامات النبوۃ وص ۵۱۱ ج۴ کتاب الاعتصام قولہ امر النبی ﷺ بلزوم الجماعۃ.

[۳] فتح الباری ص۲۵۴ ج۱۵ (مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ) باب الاعتصام، باب وکذالک جعلناکم امۃ وسطا الخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

ووٹ اور ووٹر کی شرعی حیثیت

الیکشن میں حصہ لینا غیر مسلم عدالتوں سے فیصلے کرانا

سوال:۔ چہ می فرمائند علماء عظام اندریں مسائل (الف) غیر اسلامی ولادینی حکومت کی تائید وحمایت کرنا؟

(ب) اس کے انتخابی الیکشن میں حصہ لینا؟

(ج) ان کی عدالتوں سے متنازعہ مسائل کا حل تلاش کرنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) جو حکومت اسلام کی یا کسی بھی مخصوص دین کی پابند نہیں، اس کے زیر اثر رہنے والے مسلمانوں کو ایسے امور میں تائید وحمایت کرنا شرعاً درست ہے، جن سے احکام اسلام منہدم نہ ہونے متصور ہوں۔

(ب) حقوق کی حفاظت اور ظلم سے بچاؤ کے لئے انتخابی الیکشن میں حصہ لینا بھی درست ہے۔

(ج) باہمی منازعت کا فیصلہ عدالتوں سے تلاش کرنا درست ہے، تا کہ حقدار کو حق

پہنچ جائے، ظلم نہ ہونے پائے، ظلم کرنے کے لئے کسی سے بھی تعاون جائز نہیں، اس سے بچنا اور بچانا لازم ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ووٹ کا حکم

سوال:۔ الیکشن میں ووٹ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نفع ہو یعنی دین کی، قوم کی، ملک کی، صحیح خدمت مظنون ہو تو درست ہے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ووٹ کس کو دیا جائے

سوال:۔ اس جمہوری ملک میں ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دینا کیسا ہے؟ اگر کوئی مسلمان اس پارٹی کو ووٹ دیگا وہ ''**تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**'' کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا یا نہیں، اور اس پارٹی کے منتخب شدہ ممبران جو صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اور قومی وملی جذبہ رکھتے ہیں، ایسے لوگوں سے تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ مل جل کر قومی وملی کام کرنا کیسا ہے؟

---

[۱] **ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان**، سورۂ مائدہ آیت ۲/

ترجمہ: اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن)

[۲] ملاحظہ ہو جواھر الفقہ، ج۲/ص ۲۹۲/رسالہ ''انتخابات میں ووٹ ووٹر کی شرعی حیثیت'' مطبوعہ سیرت النبی دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جمہوری ملک میں ووٹ اسلام اور کفر کی بنیاد پرنہیں دیئے جاتے ہیں، نہ ہی اس بنیاد پر الیکشن لڑائے جاتے ہیں، جس شخص کے متعلق یہ توقع ہو کہ وہ صحیح خدمت کرے گا نفع پہنچائیگا، حقوق دلوائے گا، ظلم کو روکے گا اس کو ووٹ دیا جائے، جس پارٹی کے متعلق یہ توقع ہو اس پارٹی کو ووٹ دیا جائے[1] جولوگ خود مسلمان اور دین و مذہب کے پابند ہیں، وہ اگر نافع سمجھ کر کسی پارٹی کو یا کسی فرد کو ووٹ دیں تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ اس پارٹی کے نظریات وعقائد سے بھی متفق ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

وعدۂ وقف پر ووٹ دینا

سوال:۔ زید اپنی ممبری کے لئے چندہ مسلمانوں سے اپنے موافق ووٹ دلانا چاہتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں مسجد کی کچھ اصلاح مرمت وغیرہ کرادونگا اور واسطے خرچ مسجد کے کوئی عمارت بنادونگا، اور اس کی آمدنی کرایہ مسجد میں وقف کردونگا تو کیا ایسی رقم سے مسجد میں امداد لینا تعمیر کرانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید حقیقۃً ممبری کے لائق ہے تو اس کو رائے دیکر ممبر بنانا چاہئے،[2] اور زید اگر ثواب کی نیت سے خواہ ممبری کے شکرانہ میں سہی مسجد کی تعمیر کرادے یا کچھ وقف کردے تو اس

---

[1] تفصیل کے ملاحظہ ہو جواہر فقہ، ج۲/ص۲۹۲/ (رسالہ انتخابات میں ووٹ اور ووٹر کی شرعی حیثیت'' مطبوعہ سیرت النبی دیوبند۔

[2] جواھرالفقہ، ج۲/ص ۲۹۲/ (رسالہ انتخابات میں ووٹ اور روٹر کی شرعی حیثیت) مطبوعہ سیرت النبی دیوبند .

میں کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے، ممبری کے ووٹ اور رائے دینے کے عوض میں اگر مسجد کی تعمیر کرادی اوراسکو رائے کی اُجرت قرار دے تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ یہ رشوت ہے[۱]، اگر زید ممبری کے لائق نہیں تو اس کو رائے دینا اور ممبر بنانا جائز نہیں اور اس پر روپیہ لینا بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

پارلیمنٹ کے ووٹ کی بنیاد

سوال:۔ ہندوستان میں میونسپل بورڈ یا اسمبلی کے انتخابات ہوتے ہیں، تو مسلمانوں کو اس میں کسی ہندو کو ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستان میں جو الیکشن ہوتا ہے، وہ شریعت محمدیہ میں ناجائز ہے، اس لئے کہ جب ایک ہندو کو منتخب کیا تو وہ ظاہر ہے کہ فسق وفجور کرے گا، فاسق وفاجر کو منتخب کرنے کا گناہ منتخب کرنے والوں کو ہوگا، اور حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت سے اس لئے انکار کردیا تھا کہ وہ فاسق وفاجر تھا، جب ایک مسلمان فاسق وفاجر کو حضرت حسینؓ نے منتخب نہیں کیا تو ایک ہندو کو منتخب کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ خیر خواہی اور ہمدری کرے گا، اس کو ووٹ دینا درست ہے، جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اس کو ووٹ نہ دیا جائے[۲]،

---

[۱] لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی، ابوداؤد شریف، ج۲/ص۵۰۴/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) کتاب القضاء باب فی کراھیۃ الرشوۃ.

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر۔

[۲] جواھر الفقہ، ج۲/ص۲۹۲/(انتخاب میں ووٹ ووٹر کی شرعی حیثیت)، مطبوعہ سیرت النبی دیوبند.

میونسپلٹی یا اسمبلی یا مسائل جو پیش ہوتے ہیں، وہ دینی نقطۂ نظر سے پیش نہیں ہوتے، نہ اسلئے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے، نہ یہاں اس کا کوئی سوال ہے، بلکہ معاشی و معاشرتی مفاد کے پیش نظر مسائل پیش کئے جاتے ہیں، جس کی طبیعت میں خیر خواہی و ہمدردی ہے، وہ بہتر رائے دیگا، یہ ضروری نہیں کہ ہر معاشی و معاشرتی مسائل جو وہاں پیش ہوں وہ سب خلافِ شریعت ہی ہوں، تاہم اگر کوئی بالکل ہی ووٹ نہ دے اور کسی کو بھی اپنا نمائندہ نہ بنائے تو اس کو اختیار ہے، بہر حال جو چیزیں وہاں طے ہو جائیں گی، ان کا ماننا قانونی حیثیت سے اس کو بھی لازم ہو جائیگا،[۱] اگر حضرت حسینؓ کا طریقہ اختیار کر کے جامِ شہادت نوش کرنے کا ولولہ ہو تو اللہ پاک مبارک کرے، ہمت و اخلاص دے، آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۸۸ھ

شیعہ کو ووٹ دینا

سوال:۔ایک دشمن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں ممبری کا ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں، جب کہ اس کا مقابلہ باشرع اہل سنت والجماعت پابند صوم وصلوٰۃ سے ہے اور کیا فتویٰ ہے ان اصحاب کے لئے جو اس برائی کے مدد معاون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اپنی نمائندگی کے لئے ایسے شخص کو رائے دینی چاہئے جو اہل اسلام کی مذہبی معاشرتی سیاسی صحیح ترجمانی اور نمائندگی کر سکے، اور جو شخص اس کے خلاف کسی ایسے شخص کو رائے دے جس سے یہ توقع نہ ہو بلکہ اس میں مضرت کا اندیشہ ہو وہ غلطی پر ہے، اور اس اعانت کی وجہ سے گنہگار ہو گا۔[۲]

---

[۱] لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج ۲/ص ۵۰/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی . (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جو شخص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دے، حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے،[۲] ایسے شخص سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم شعبان ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم شعبان ۵۸ھ

صحیح عبد اللطیف ۳/ شعبان ۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۱] تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ،سورہ مائدہ الآیۃ ،۲/.

ترجمہ:۔ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[۲] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولو لعنۃ اللہ علیٰ شرکم ،مشکوٰۃ شریف، ج ۲/ص ۵۵۴/ (مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) مناقب الصحابۃؓ فی الفصل الثالث،ترمذی شریف، ج ۲/ص ۲۲۵/ ابواب المناقب باب من سبب أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم .

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو کہو کہ نہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

مرتدین کے احکام

مرتد کے احکام

سوال:۔ایک مسلمان اپنے کو کھلم کھلا کافر، مرتد کہتا ہے، اب اس کے ساتھ اسلامی معاملہ کرنا حلال ہے، یا حرام؟ کھانا، نکاح کرنا یا سلام کرنا حرام ہے یا حلال؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ دین اسلام کو ترک کر کے کفر کے اختیار کرنے کا مقر ہے، یا اس پر شرعی ثبوت موجود ہے تو وہ منافق نہیں بلکہ مرتد ہے، اس کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں، اس کا ذبیحہ بھی حرام اور مردار ہے، "ومنها ماهو باطل بالاتفاق نحو النكاح فلايجوز له ان يتزوج امرأة مسلمة ولامرتدة ولاذمية ولا حرة ولامملوكة وتحرم ذبيحتهٔ وصيده بالكلب البازى والرمى كذا فى الفتاوىٰ الهنديه ، ج ۲/ص ۲۳۳/"[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

[1] عالمگیری، ج ۲/ص ۲۵۵/ مطبوعه كوئٹه، پاكستان، كتاب السير، الباب التاسع فى احكام المرتدين، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۳۹۴ ج ۶ باب المرتد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جنازۂ مرتد پر نماز اور مسلم قبرستان میں دفن

سوال:۔ جنازۂ مرتد کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلم قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرتد کے جنازہ کی نماز درست نہیں، اس کو مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دیکر مسلم قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۴/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۵/۷/۹۲ھ

مرتد کس طرح تجدید ایمان کرے

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان ایسے الفاظ استعمال کرے جس سے کفر عائد ہوجائے تو اُسے دوبارہ مسلمان کرنے کے لئے کس طرح کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوبارہ ازسرِ نو کلمہ پڑھے اور جملہ عقائد پر ایمان لاوے[2] تجدید نکاح کرے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطلب جملة من لا يقتل اذا ارتد، الدر المنتقى مع مجمع الأنهر ص۶۹۳ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۱۳۳ ج۵ باب احكام المرتدين، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۵۸۰ ج۳ باب الردة واحكام اهلها.

(صفحہ ہذا) [1] واما لو كان مرتداً يلقيه فى حفرة كالكلب دفعا لأذى جيفته عن الناس من غير غسل ولاتكفين الخ حلبى كبير ،ص۶۰۳/ مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور پاكستان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مرتد سے سمجھوتہ

سوال:۔اگر کوئی مسلمان کسی مرزائی یا دوسرے مرتد کی پرورش یا حمایت کرے یا کسی قسم کا سمجھوتہ کرلے، یا پھر وہ مسلمان شخص مرتد کو کافر نہ کہتا ہو، جبکہ وہ شخص یہ بھی جانتا ہے کہ مرتد کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے، اور پھر سمجھانے کے باوجود باز نہ آئے اور مرتد کو کافر نہ کہتا ہو اور وہ کسی قسم کا سمجھوتہ کرلے خواہ وہ کسی سطح کا ہو یا حمایت کرلے، اس کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟

کیا اس شخص کو دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا پڑیگا، اور کیا اس کا شوشل بائیکاٹ بھی کرنا پڑے گا؟ واضح رہے کہ اسلام میں کسی مرتد کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے، اور نہ اسلام کسی مرتد سے دوستی کی اجازت دیتا ہے، اور سمجھوتہ اسی وقت ہوتا ہے جب دوستی پیدا ہو اور دوستی بھی اسی وقت ہوتی ہے جب مرتد کو کافر نہ کہا جائے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الجنائز فی مسائل متفرقة ، الدرالمختار مع الشامی ، ج۲/ص ۲۳۰/ مطبوعه کراچی پاکستان، کتاب الجنائز، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۲۷۴ ج ۱ ، باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص ۴۹۶ قبیل فصل فی حملها ودفنها.

۲ واسلامه أن یأتی بکلمة الشهادة ویتبرأ عن الادیان کلها سوی الاسلام وأن یتبرأ عما انتقل الیه. عالمگیری ، ج۲/ص ۲۵۳/ مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب السیر فی احکام المرتدین. الدرالمختار علی الشامی ، ج۶/ص ۳۶۱/ مطبوعه زکریا، کتاب الجهاد، باب المرتد، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۴۸۹ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص۴۴۳ ج۷ نوع آخر فی الاکراه علی التلفظ الخ، نوع آخر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۸ ج۵، باب احکام المرتدین.

۳ وان کانت نیته الوجه الذی یوجب التکفیر لا ینفعه فتوی المفتی ویومر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجدید النکاح بینه وبین امرأته، المحیط البرهانی ص۳۹۷ ج۷ النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۳ ج۲ قبیل الباب العاشر فی البغاة، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۸ ج۵ فصل فی اجراء کلمة الکفر.

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ سوال بھی کررہے ہیں اور خود جواب بھی بتارہے ہیں، جب آپ کو جواب معلوم ہے تو دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

سمجھوتہ کے لئے دوستی کہاں ضروری ہے، صلح حدیبیہ میں اہل مکہ سے سمجھوتہ کیا گیا تھا، حالانکہ وہ اس وقت بھی دشمن تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دشمن تھے، اسلام کے بھی دشمن تھے، مسلمانوں کے بھی دشمن تھے، اسی سمجھوتہ کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، اوراس کو فتح فرمایا گیا[1] آپ کے یہاں کس طرح اور کن شرائط پر سمجھوتہ کیا ہے مجھے اس کا علم نہیں بہتر یہ ہے کہ اس کے متعلق وہیں کے باخبر حضرات سے استصواب رائے کرلیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۹۰ھ

مرتد سے موالات

سوال:۔ جولوگ شرعاً شریعت کے مجرم ہوں تبدیلی مذہب پران پر حدنافذ ہوگئی ہو، بروئے فتویٰ شرعی اوران سے ترک موالات کا حکم ہواور جولوگ ان سے ترک موالات کرتے ہوں، اوردوسرے لوگ ان کے ساتھ موالات کرتے ہوں، اوران کے اس فعل کو اچھا سمجھتے ہوں، اوراپنی ہوشیاری سے ان کے اس فعل کو غلط یا جائز بتاتے ہوں، ایسے لوگوں کے لئے شرعاً کیا ہے؟

---

[1] اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُبِیْناً الایة سورہ فتح پ ۲۶/ آیت ۱/.

ترجمہ:. بیشک ہم نے (اس صلح حدیبیہ سے) ایک کھلم کھلا فتح دی۔(از بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص مذہب اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرلے وہ مرتد ہے،[۱] اس سے موالات حرام ہے،[۲] جو اس سے موالات کرے وہ گنہگار ہے، اس کو اپنے اس فعل سے توبہ لازم ہے۔[۳]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۰/۵۹ھ

مرتد ہونے سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا

سوال:۔ زید نے کہا کہ میں رات میں قرآن شریف کے ایک صفحہ کو حفظ کروں گا، ورنہ جتنی دفعہ جتنا کھانا کھاؤنگا، سب میرے لئے حرام ہے، اب زید نے حفظ قرآن شریف پڑھنا چھوڑ دیا، اور چند دن کے بعد اس نے یہ خیال کرکے کہ میں نے جو قسم کھائی ہے، اس کا شاید کفارہ نہیں ہوسکتا ہے، یہ گمان کرکے العیاذ باللہ مرتد ہوگیا، پھر ایک گھنٹہ کے بعد اسلام

---

[۱] المرتد فی اللغة الراجع مطلقا وفی الشريعة الراجع عن دين الاسلام، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۱۹ ج۵ باب احكام المرتدين، عالمگیری کوئٹه ص ۲۵۳ ج۲ الباب التاسع فی احكام المرتدين، مجمع الأنهر ص ۴۸۷ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳۵۴ ج۶ باب المرتد.

[۲] وانها دالة على هجران اهل الكفر والمعاصی من اهل البدع وغيرهم فان صحبتهم كفر او معصية اذ الصحبة لا تكون الا عن مودة، الجامع لاحكام القرآن للقرطبی ص ۹۵ ج۵ الجزء التاسع، سورۂ هود تحت آيت ۱۱۳، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۳] لَایَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ .الاية سورة آل عمران، پ۳/آیت ۲۸/

ترجمہ :. مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو دوست نہ بناویں، مسلمانوں سے تجاوز کرکے الخ (از بيان القرآن)

(تفصيل ملاحظه هو بيان القرآن، ج۲/ص ۱۰/ مطبوعه نعمانيه ديوبند، معارف القرآن، ج۲/ ص ۵۰/ مطبوعه دار الكتاب ديوبند)

لایا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اسلام لانے کے بعد وہ قسم کے کفارہ سے سبکدوش ہوگیا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداومصلیاً

حالت اسلام میں جو کفارہ لازم ہے ارتداد سے اس کے سقوط میں اختلاف ہے، محققین کے نزدیک ساقط نہیں ہوتا، پس تجدید اسلام کے بعد کفارہ کی ادائیگی لازم ہے۔ ''ویقضی ماترک من عبادة فی الاسلام لان ترک الصلوٰة والصیام معصیة والمعصیة تبقی بعد الردة ،قال ابوالسعود ،نقلا عن القهستانی وفیه اشارة الیٰ انه لایسقط بالردة ماهو من حقوق العباد وکذا حقوقه التی یطالب بها الکفار کالحدود سوی الشرب کمافی شرح الطحاوی وکذا مالا یطالبون به مثل الصلوٰة والصوم والزکوة والنذر والکفارة فیقضی اذا اسلم علی ماقاله شمس الائمة لان ترکها معصیة والمعصیة بالردة لاترتفع کمافی قاضیخان[1] وغیره اھ طحطاوی،[2] ج ۲/ ص ۴۸۸/ ''علامہ شامی نے بھی ردالمحتار[3] میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ ۱۲/ ۵۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ محرم الحرام/ ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۵۸۳ ج ۳ باب الردة واحکام اهلها.

[2] طحطاوی علی الدر ص ۴۸۸ ج ۲ باب المرتد، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

[3] الدر المختار مع الشامی، ج ۶/ ص ۳۹۷/ مطبوعه زکریا دیوبند، وکراچی، ج ۴/ ص ۲۵۱/ کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب المعصیة تبقیٰ بعد الردة.

مرتد کا نکاح فسخ ہوگیا

سوال:- ایک مسلمان لڑکا فرقہ قادیانی میں جا کر مل گیا ہے، اس لڑکے کی پہلی شادی مسلمان لڑکی سے ہوئی تھی اور اب اس نے دوسری شادی قادیانی لڑکی سے کر لی، اور لڑکا اکثر گھر سے باہر رہتا ہے، جب کبھی گھر آتا ہے تو گھر والوں سے کہتا ہے کہ میں قادیانی ہوگیا ہوں، اب آپ لوگ میرے ہاتھ کا کھانا نہیں کھا سکتے، اور آپ لوگ میرا جنازہ تک نہیں پڑھ سکتے، اب اس صورت میں اس کا پہلا نکاح فسخ ہوگیا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرزا غلام احمد قادیانی حکمِ شرعی کے اعتبار سے کافر ہے اور جو شخص اس کے مذہب کو اختیار کرے وہ بھی مرتد ہے،[1] جس کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ ہوگیا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

[1] ولاینجو من الکفر الا من اکفر ذلک الملحد بلا تعثم وتردد لوجوہ الاول: ان ذلک الملحد ادعاء ہ النبوۃ بل الرسالة نعم وتشریعا اکثر من نباح العواء فی کلامہ فانکارہ مکابرۃ فاضحة لا یلتفق الیھا ویکفر من لم یکفرہ اکفار الملحدین ص ۱۰ بیان شیء من دعوی القادیانی الخ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[2] وارتداد احدھما فسخ عاجل. الدر المختار مع الشامی کراچی ص:۱۹۳، ج:۳، مطلب فی الصبی والمجنون، باب نکاح الکافر، مجمع الانھر ص ۵۴۶ ج ۱ باب نکاح الکافر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، النھر الفائق ص ۲۹۰ ج ۲ باب نکاح الکافر، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

عورتوں کی تعزیہ میں شرکت سے کیا نکاح فسخ ہوجاتا ہے؟

سوال:۔ جوعورتیں محرم کے زمانے میں تعزیہ پر ہونے والے خرافات گانا بجانا ماتم کرنے میں شامل ہوتی ہیں تو کیا خارج از نکاح ہوگئیں اور بغیر نکاح ثانی حلال نہیں۔ شرک فی الذات شرک فی الصفات شرک فی العمل تینوں میں کس کا مرتکب مشرک ہوگا۔ یا اول الذکر کا اور کون سی صورت میں عورت یا مرد پر خارج از نکاح کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ اس میں اکثر طبقہ مسلمانوں کا مبتلا ہے۔ کیا صورت ہوگی؟ بعض تعزیہ پر چراغ اور مہندی چڑھاتی ہیں۔ ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ امور معصیت ہیں ناجائز ہیں[1] مگر ان کی وجہ سے مرتد قرار دیکر ان کے نکاح کو فسخ قرار نہیں دیا جائے گا۔ جن امور کی وجہ سے کوئی مرتد ہو جائے اسلام سے خارج ہو جائے وہ موجب فسخ نکاح ہیں تفصیل کتب فقہ بحر[2] عالمگیری[3] شامی[4] وغیرہ میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۱/۲/۲۵ھ

کلماتِ کفریہ سے نکاح ختم

سوال:۔ کفریہ کلمہ بولنے سے نکاح بھی ٹوٹ جائے گا یانہیں؟

---

[1] تعزیہ داری درعشر محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست (فتاویٰ عزیزی ص۷۵ ج۱ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

[2] وقوع الفرقة بردة احد الزوجين البحر الرائق ص۱۲۸ ج۵، باب احکام المرتدين، مكتبه ماجديه كوئٹه پاكستان.

[3] عالمگیری ص۲۵۷ ج۲، الباب التاسع فى احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه،

[4] درمختار برحاشيه شامى كراچى ۲۴۶ ج۴، باب المرتد، مطلب جملة من لا يقتل اذا ارتد.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بات یا کام کی وجہ سے ایک آدمی کا ایمان ختم ہوجاتا ہے، اسکی وجہ سے اسکا نکاح بھی ختم ہوجاتا ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۶/۹۴ھ

شوہر مرتد ہوگیا

سوال: -مسماۃ نگینہ کا بعمر دس سال مسمّٰی ادریس سے بعمر چودہ سال نکاح ہوا جسکو تین سال ہوچکے ہیں، بعد نکاح رخصتی کردی گئی، اور ایک رات شوہر کے گھر رہی، دوچار دن بعد لڑکا فرار ہوگیا اور جاکر مذہب بدل دیا، ہندو ہوگیا، لڑکی والوں کو جب علم ہوا تو وہ اسکے پاس گئے اور کہا کہ عورت گھر پر ہے اور تم نے مذہب بدل دیا، تم گھر چلو مگر چلنے سے انکار کردیا، متعدد مرتبہ سمجھایا لیکن سمجھ میں نہیں آیا، مجبوراً واپس ہوگئے، اب چند ماہ سے اسکا پتہ نہیں، اسکی والدہ سے کہا گیا کہ ایسی صورت میں لڑکی کو دوسری جگہ بٹھلادیں، جواب دیا کہ جو سمجھ آئے کرو، والد نہ لڑکی کا ہے اور نہ لڑکے کا ہے، ان حالات میں بغیر طلاق کے نکاح ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عقیدہ بدل کر ہندو ہوجانا ثابت ہے، تو اس کے ہندو ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح بلا طلاق خود ہی فسخ ہوگیا، اس لئے عدت گذارنے کے بعد اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے، جس وقت سے لڑکا ہندو ہوا ہے اس وقت سے عدت کا شمار ہوگا، مدت تین ماہواری ہے

---

[۱] مایکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۲۴۶، ج:۴، مطلب جملة من لا یقتل، باب المرتد، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۳ ج۲ قبل الباب العاشر فی البغاة، المحیط البرهانی ص۳۹۷ ج۷ النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

اور بصورت امید وضعِ حمل ہے: **وارتداد احدهما فسخ عاجل بلا قضاء درمختار وجوب العدة سواء ارتدا وارتدت بالحيض اوبالاشهر لو صغيرة اوائسة اوبوضع الحمل كما في البحر. شامی[۱] ص: ۵۳۹، ج: ۴.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نکاح اور بچہ پیدا ہونیکے بعد شوہر نے کہا میں تو عیسائی ہوں

سوال:-ایک شخص نے جو اندرونی عیسائی تھا، لیکن ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان بنا کر ایک مسلمان لڑکی سے نکاح کرلیا، عرصہ تقریباً گیارہ بارہ مہینے کے بعد جب کہ اس کا ایک لڑکا بھی پیدا ہو چکا تھا، اب وہ شخص ناکح مندرجہ بالا اپنے آپ کو عیسائی بتا تا ہے، اور مذہب اسلام کو جھوٹا کہتا ہے۔

(۱) کیا عندالشرع وہ نکاح فاسد ہوگیا یا نہیں؟

(۲) اب وہ لڑکا کس کو ملنا چاہئے، والد کو یا والدہ کو۔

(۳) حق مہر وہ لڑکی لے سکتی ہے یا نہیں، جواب ہرسہ نمبرات کا باسند رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورت مسئولہ میں نکاح فسخ ہوگیا، عدت گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے: **وارتداد احدهما اى الزوجين فسخ فلا ينقص عدد عاجل بلا قضاء اى بلا توقف علىٰ قضاء القاضى درمختار وشامی[۲] ج: ۲، ص: ۶۰۲.**

---

[۱] شامی کراچی ص: ۱۹۴، ج: ۳، باب نكاح الكافر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۴، ۲۱۵ ج ۳ باب نكاح الكافر، تاتارخانيه كراچی ص ۵۴۶ ج ۴ كتاب احكام المرتدين، فصل اذا ارتد احد الزوجين. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

(۲) وہ بچہ مسلمان ہے، اور والدہ کی پرورش میں رہے گا، والد اسکو والدہ سے جدا کر کے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا: **احق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح وبعد الفرقة الام، عالم گیری**[۱] **ص: ۵۵۶، ج: ۲.**

(۳) پورا مہر واجب ہے، اور لڑکی کو اس کے لینے کا حق حاصل ہے: **المهر يتأكد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمٰى اومهر المثل هنديه**[۲] **ص: ۳۱۴، ج: ۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱۷/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱۷/۵۷ھ

کفریہ افعال سے کیا نکاح ختم ہو جاتا ہے؟

سوال:- زید کا نکاح ایک سال قبل ہندہ سے ہوا مگر زید آٹھ نو ماہ سے غیر مسلم عورتوں کے ہمراہ رہ رہا ہے اور ان سے زنا بھی کرتا ہے انھی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتا ہے شراب بھی پیتا ہے جھٹکے کا گوشت کھاتا ہے پوشاک بھی غیر مسلموں جیسی پہنتا ہے۔ ارکانِ اسلام بھی ادا

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [۲] شامی کراچی ص: ۱۹۳، ج: ۳، قبل مطلب الولد يتبع، باب نكاح الكافر، النهر الفائق ص ۲۹۰ ج ۲ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ۵۴۶، ۵۴۷ ج ۱ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] عالمگيری ص: ۵۴۱، ج: ۱، الباب السادس عشر فی الحضانة، مطبوعه مصر، كنز مع البحر كوئٹه ص ۱۶۷ ج ۴ باب الحضانة، مجمع الأنهر ص ۱۶۶ ج ۲ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] عالمگيری ص: ۳۰۳، ج: ۱، الفصل الثانی فيما يتاكد به المهر. مطبوعه مصری، الدر المختار على الشامی زكريا ص ۲۳۳ ج ۴ باب المهر، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۵۰۸، ۵۰۹ ج ۱ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں کرتا۔ ہندہ اپنے میکہ میں رہ رہی ہے۔ زید ہندہ کو نان ونفقہ نہیں دے رہا ہے۔ زید کے کنبہ والوں نے کوشش کہ اس فعل شنیع سے توبہ کرلے۔ مگر زید نے ایک نہ سنی بلکہ اپنے والد کو مارنے پیٹنے پر آمادہ ہوا۔ ایک مرتبہ تو زید کو دس پندرہ آدمیوں نے مل کر ایک مکان میں بند کردیا اور کہا اس فعل سے توبہ کر اور کلمہ پڑھ، زید نے کہا توبہ وکلمہ ہر دو کام نہ کروں گا، ہندہ بالغہ ہے دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ کیا زید کو مرتد سمجھتے ہوئے ہندہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

زید کا یہ طریقہ غیر اسلامی ہے اس کے باوجود ابھی اس کو مرتد قرار نہیں دیا جائے گا ارتداد کے قریب ضرور ضرور پہنچ چکا ہے[1] اللہ پاک اس کو سیدھے راستہ کی توفیق دے۔ بہتر یہ ہے کہ مہر کے عوض بیوی اس سے طلاق حاصل کرلے۔[2] اس کے بعد عدت تین حیض گذار کر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۲۵/۱۱/۸۷ھ

---

[1] إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى التكفير فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم، البحر الرائق كوئٹه ص ١٢٥ ج٥ باب أحكام المرتدين، عالمگيري كوئٹه ص ٢٨٣ ج٢، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر في البغاة، مجمع الأنهر ص ٥٠٢ ج٢ باب المرتد، قبيل ثم إن ألفاظ الكفر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به فإذا فعلا ذلك وقعت تطليقة بائنة الخ، عالمگيري كوئٹه ص ٤٨٨ ج ١، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ١٠٢ ج٢ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامي ص ٤٤١ ج٣ باب الخلع دار الفكر بيروت.

بے خبری میں شیعہ تبرائی سے نابالغہ کا نکاح ہوگیا

سوال:-ایک شخص نے سارده بل کے ابتدائی زمانہ میں اپنی نابالغہ کا نکاح ایک شخص کے نابالغ لڑکے کے ساتھ کر دیا تھا، لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص مذہبا شیعہ اور فرقہ تبرائیہ میں سے ہے اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے کے یہاں گھر رہ کر بھی آئی ہے، لیکن لڑکے کو اتنا خبط الحواس پایا کہ جس سے توقع بھی نہیں کی جاسکتی کہ وہ لڑکی کا پیٹ مانگ مانگ کر بھر دے اور قویٰ کے اعتبار سے اتنا ضعیف کہ نہ گفتگو کر سکے اور نہ بیوی سے جماع کر سکنے پر قادر ہے، اب جواب طلب یہ امر ہے کہ اس لڑکی کا نکاح حالت نابالغیت میں لڑکے نابالغ سے جو مذہبا شیعہ اور فرقہ تبرائیہ میں سے ہے صحیح اور درست ہوگیا یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فرقہ تبرائیہ کی تکفیر میں اکثر علماء کی تصریحات موجود ہیں، مگر بعض نے انکار بھی کیا ہے،[1] لہٰذا صورت مسئولہ میں زوجہ کو چاہئے کہ عدالت مسلمہ میں مقدمہ پیش کرے کہ یہ شخص میرے حقوق ادا نہیں کرتا حاکم مسلم واقعات کی تحقیق وتفتیش کے بعد اگر زوجہ کا مطالبہ صحیح ثابت ہو تو شوہر سے طلاق دلاوے یا خلع کرادے یا نکاح فسخ کردے،[2] رسالہ حیلۂ ناجزہ میں تفریق اور

---

[1] نقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر علی ان الحکم علیه بالکفر مشکل لما فی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئهم وسب احدٍ من الصحابة وبغضه لا یکون کفرا لکن یضلل. شامی کراچی ص۲۳۷، ج۴، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین، باب المرتد، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۶ ج۵ باب احکام المرتدین، عالمگیری کوئٹه ص۲۶۴ ج۲ الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالانبیاء علیهم السلام.

[2] الحیلة الناجزة. ص: ۲۱، ۲۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

فسخ نکاح کی صورت تفصیل سے درج ہے، جس میں علماء تھانہ بھون، دیوبند، سہارن پور کے متفقہ دستخط ہیں اس کو بھی بغور دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱/۶/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲/ جمادی الاخریٰ ۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/ جمادی الاخری ۶۱ھ

عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہوتا

سوال:- ایک عورت اپنے شوہر کے یہاں رہنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ اپنے خاص دوست کے یہاں جانا چاہتی ہے، جو شادی سے پہلے کے دوست بنے ہوئے ہیں، اور شوہر طلاق بھی نہیں دیتا، تو ایک آدمی نے خلاصی کا یہ طریقہ بتلا دیا کہ ارتداد کا اعلان کر دے تو نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا، پھر دوست سے نکاح کر سکتی ہے، چنانچہ اس عورت نے ارتداد کا اعلان کر دیا، لہٰذا اس طرح دوست سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

اس صورت میں دوست سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں دی جائیگی، سابق نکاح بدستور باقی ہے، (مختار قول پر) ارتداد سے فرقت نہیں ہوئی، اول خاوند کے پاس ہی رہنا ہوگا، اور جس شخص نے ارتداد کرا کے خلاصی کا طریقہ بتایا ہے وہ خود اس سے مرتد ہوگیا، جلد سے جلد تائب ہوکر تجدید ایمان کرنا چاہئے، ورنہ خسر الدنیا والاٰخرۃ کا مصداق ہوگا۔ کما فی **الدر المختار**[1] **علی هامش ردالمحتار ص: ۲۶۳، ج: ۳، ولا تتزوج بغيره وبه يفتىٰ ملتقط وافتىٰ مشائح بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا وتيسيرا لاسيما**

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ص: ۷۹، ج: ۴، فروع، باب التعزیر.

التی تقع فی المکفر ثم تنکر[1] وھٰکذا فتاویٰ عالمگیری[2] ص: ۲۴۶، ج: ۲.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دار العلوم دیو بند

ارتداد زوجہ سے فسخ نکاح

سوال:- ایک عورت عیسائی مذہب اختیار کر لیتی ہے، پھر مسلمان ہو جاتی ہے، آیا اس کا نکاح باقی ہے سابق خاوند سے یا نہیں، بالتفصیل تحریر فرمائیں؟ کہ عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد خواہ کتنی ہی مدت کے بعد مسلمان ہوا اور مسلمان ہونے کے بعد اگر سابق خاوند کے علاوہ سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے، آیا فسخ ہو جائے گا یا نکاح درست ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں احناف کی کئی روایتیں ہیں، اس زمانہ میں جو مفتی بہ ہے، وہ یہ ہے کہ عورت کا نکاح اس حرکت سے فسخ نہیں ہوا بلکہ وہ بدستور شوہر سابق کے نکاح میں باقی ہے، چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جائے، اس کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

البتہ شوہر کو اس سے استمتاع منع ہے، جب وہ تجدید اسلام کر لے تو احتیاطاً تجدید نکاح

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ص: ۱۹۴، ج: ۳، قبیل مطلب الولد یتبع، باب نکاح الکافر.

[2] ولو اجرت کلمة الکفر علی لسانها مغایظة لزوجها او اخراجاً لنفسها عن حبالته او لاستیجاب المهر علیه بنکاح مستانف تحرم علی زوجها فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شئ ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها الخ. عالمگیری ص: ۳۳۹، ج: ۱، الباب لعاشر فی نکاح الکفار، کتاب النکاح، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۴، ۲۱۵ ج۳ باب نکاح الکافر، النهر الفائق ص ۲۱۹ ج۲ باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

بھی کرلے اس کے بعد استمتاع جائز ہوجائے گا، اگر سابق شوہر اس کو نہ رکھنا چاہئے بلکہ آزاد کردے تو اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا، اور جب تک سابق شوہر آزاد نہ کریدے تو اگر دوسری جگہ نکاح بھی کردیا تو درست نہیں بلکہ غیر معتبر اور کالعدم ہے[1]۔ حیلہ[2] ناجزہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف ۱۶/محرم ۱۳۶۰ھ

کلمۂ کفر کی وجہ سے تجدید نکاح

سوال:۔ جس کی زبان سے کلمۂ کفر ادا ہوا ہو، کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً !

اس کو تجدید ایمان کرکے نکاح بھی دوبارہ پڑھوانا چاہئے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹۳/۶/۱۶ھ

---

[1] ارتدت لتفارق زوجها تجبر على الاسلام، ولا تتزوج بغيره به يفتى بل تقدم انها تجبر على تجديد النكاح بمهر يسير وهذه احدى روايات ثلاث تقدمت فى الطلاق، الثانية انها لا تبين رداً لقصدها السئ. شامى كراچى ص: ۶۷، ج: ۴، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فى تعزير المتهم، البحر الرائق كوئٹہ ص ۲۱۴ ج ۳ باب نكاح الكافر، مجمع الأنهر ص ۵۴۷ ج ۱ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الحيلة الناجزة ص: ۹۸، حكم ارتداد زوجه، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

[3] ما كان فى كونه كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط عالمگيرى ص ۲۸۳ ج ۲، قبيل الباب العاشر فى البغاة، المحيط البرهانى ص ۳۹۹ ج ۸، النوع الاول فى اجراء كلمة الكفر، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھيل، الدر المختار على الشامى زكريا، ص ۳۹۰ ج ۶، باب المرتد، مطلب جملة من لا يقتل الخ.

ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا

سوال:۔ ایک مسلم عورت نے ایک ہندو مرد سے تعلقات ناجائز قائم کئے اور اسی کے پاس چند سال زندگی گزاری مسلمانوں نے اس کو اس برے فعل سے روکا مگر اس نے ایک بات نہ سنی اور صاف صاف انکار کر دیا اور اسی ہندو کے پاس رہنے لگی اب چند روز سے سخت بیمار ہے اور اس وقت توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اب اسلام لانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ چند احباب اس پر اعتراض کرتے ہیں کیوں کہ اگر یہ غلط طریقے کی رسم پڑے کہ پہلے اسلام سے نکل کر غیر مذہب اختیار کرے اور پھر مسلمان ہو جاوے اس کا دوسروں پر برا اثر پڑیگا۔ اس لئے اس عورت مرتدہ کو اسلام لانے سے روک سکتے ہیں یا نہیں؟ اور روکنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ دوبارہ اسلام قبول کرنا چاہتی ہے تو ہرگز اس میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے کسی کو حق نہیں کہ اسلام لانے سے روکے جو لوگ اس کو اسلام لانے سے منع کرتے ہیں وہ نہایت خطرے میں ہیں ان کے اسلام کی خیر نہیں کسی کے کفر وارتداد سے راضی رہنا خود کفر اور ارتداد ہے[1] (العیاذ باللہ) معترضین کو اپنے اس خیال اور اعتراض سے فوراً توبہ لازم ہے اس عورت کو عزت کے ساتھ لیا جائے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کہ اس نے دوبارہ اسلام کی توفیق دے کر ہمیشہ ہمیش کے لئے عذاب جہنم سے اس کو بچا لیا ہے دوسرے مسلمانوں پر اس کا اثر انشاء اللہ اچھا پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند ۹۰/۴/۲۴ھ

---

[1] ان الرضاء بکفر غیرہ کفر (بحر ص ۱۲۴ ج۵، مطبوعه مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، المحیط البرهانی ص ۳۹۸ ج۷، النوع، الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

بُت کی پُوجا سے نکاح ختم ہو گیا

سوال:- میری شادی ایک دیہات میں ہوئی ہے، میرا شوہر ماتا کو دھوک دیتا ہے، اور اسکی پوجا کرتا ہے، حالانکہ مسلمان ہے، سوال یہ ہیکہ پوجا کرنے سے مسلمان رہا یا نہیں اور میرا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ یہ مجھ کو بھی مجبور کرتا ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ پوجا کروں اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے بت کو پوجا کی جس طرح کہ ہندو کرتے ہیں تو اس سے نکاح بھی ٹوٹ گیا اور اس کا ایمان بھی جاتا رہا، جب تک کہ وہ تجدیدِ ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے علیحدہ رہیں،[1] اور اس بات میں اس کا حکم ہرگز نہ مانیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (الف) لو سجد لصنم او وضع مصحفا فی قاذورة فانه یکفر وان کان مصدقا شامی زکریا ص۳۵۶ ج۶ باب المرتد، قبیل مطلب فی منکر الاجماع، شرح فقه اکبر ص:۲۲۷، فصل فی الکفر صریحا وکنایة، مطبوعه مجتبائی دهلی، المحیط البرهانی ص۴۳۶ ج۷ الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فی المتفرقات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

(ب) مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة ای تجدید الاسلام وتجدید النکاح. شامی کراچی ص:۲۲۷، ج:۴، باب المرتد، مطلب جملة من لایقتل اذا ارتد، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۳ ج۲ قبیل الباب العاشر فی البغاة، مجمع الأنهر ص۵۰۱ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] فِیْ حَدِیْثِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ مَرْفُوعاً لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ. مشکٰوة شریف ص:۳۲۱، کتاب الامارة. المعجم الکبیر للطبرانی ص۱۷۰ ج۱۸ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جدائی کے لئے عورت کو مشورہ ارتداد

سوال :-مسماۃ ہندہ منکوحہ خالد کی ہے، ہندہ اوراس کے والدین کی خالد سے ناچاقی ہوگئی ہے، ہندہ اوراس کے والد نے خالد سے طلاق طلب کی خالد نے طلاق نہ دی، ہندہ کے والد نے کسی تجویز سے خالد کو کسی مقام پر تنہا پا کر خالد سے طلاق نامہ تحریر شدہ پر مجبور کر کے انگوٹھا لگوالیا،اس لئے کہ خالد تنہا تھا،اور ہندہ کے والد کے ساتھ چار اشخاص اور موجود تھے،مگر اس چھینا جھپٹی سے خالد کا انگوٹھا سالم نہیں لگا اور خالد چھوڑ کر بھاگ گیا، ہندہ کے والد نے مقدمہ فوجداری کے خوف سے وہ کاغذ جلادیا بعد ازاں ہندہ کے والد نے خالد سے طلاق کے حصول کی بہت سی کوشش کی مگر ناکام رہا، پھر ہندہ اوراس کے والد نے ایک شخص مسمّٰی عمر جو ہندہ کا چچازاد بھائی ہے، نیز وہاں کی مسجد کا امام اور خطیب جامع مسجد اور واعظ اور خواندہ وہشیار شخص سے مشورہ لیا، کہ اب کیا کیا جاوے عمر امام مسجد نے کسی قانونی آدمی سے دریافت کر کہ ہندہ سے ایک درخواست بدیں مضمون عدالت میں دلوادی کہ میں ہندہ مذہب اسلام چھوڑ رہی ہوں، مجھے عقائد اسلامیہ اور اللہ تعالیٰ اوراس کے اصولوں سے اور قرآن سے انکار ہے، میں مرتد ہورہی ہوں، میرا نکاح فسخ قرار دیا جائے، میں دہریہ ہوں سوال یہ ہے کہ بعد فیصلہ عدالت کیا یہ نکاح شریعت اسلام کی رو سے بھی باطل ہوگیا اور کیا اب ہندہ دوسری جگہ پھر مسلمان از سرنو ہوکر نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے۔

نیز دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسمّٰی عمر جو امام مسجد ہے (جس نے ہندہ کو مرتد ہونے کا مشورہ دیا اور جس نے اسلامی عقائد اللہ ورسول سے اور فرض سے انکار ہندہ کا کرا کے عدالت کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کی تجویز وصلاح ہندہ کو دیا) وہ شخص مسمّٰی عمر عندالشرع کیسا ہے، کیا

(بقیہ اگلے صفحہ پر) هشام بن حسان عن الحسن عن عمران، مطبوعه، دار احياء التراث العربی بیروت، كنز العمال ص ۷۹۲ ج۵ الباب الثانی فی الامارة، مخالفة الامير، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، **ترجمه**:-خالق کی نافرمانی کے ساتھ مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

اس کی امامت جائز ہے کیا اس عمر کے پیچھے نماز جنازہ کی اقتداء درست ہے، کیا اس عمر امام مسجد کے ساتھ باقی مسلمانوں کا میل ملاپ اکل وشرب جائز ہے، کیا کوئی تعزیر شرعاً اس کے لئے ہے، ایک شخص خواندہ اس عمر کو برا کہتا ہے اور دوسرا اہل علم اس عمر امام مسجد کو بسبب اس کے گناہ کی اعانت بھی جرم ہے، اعانۃ المعصیۃ معصیۃٌ (بالاتفاق) اور بسبب اس کے عمر خواندہ اور واعظ اور مسائل شریعت سے واقف اور ہوشیار آدمی اور امام مسجد ہے، وہ خطیب مسجد جامع ہے، لہٰذا زیادہ اس کو مجرم اس کو ہندہ سے گردانتا ہے، تو شرعاً اس عمر کے لئے کیا حکم ہے، اوران دونوں میں سے جو عمر کو برا کہتا ہے، اور دوسرا مجرم گردانتا ہے، کون حق پر ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

صورت مسئولہ میں مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ نکاح فسخ نہیں ہوا ہے اور حاکم کا فیصلہ خلاف مذہب ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں[1] بلکہ عورت پر جبر کیا جائیگا، کہ وہ اسلام لاوے اور پہلے شوہر کیساتھ رہے، دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح درست نہیں ہے، اسلام لانے کے بعد احتیاطاً تجدید نکاح بھی ضروری ہے، اور تجدید نکاح سے پہلے ہم بستری وغیرہ بھی منع ہے، اگر شوہر خود اسکو رکھنا نہ چاہئے بلکہ آزاد کرے تب البتہ اس کا نکاح دوسری جگہ درست ہے،[2] جو شخص کسی عورت کو شوہر سے جدائی کیلئے کفر اور ارتداد کا مشورہ وفتویٰ دے وہ شخص کافر ہو جاتا

---

[1] الحیلۃ الناجزۃ ص ۲۲ مقدمۃ : مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

[2] وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرالها بمهر یسیر کدینار وعلیه الفتویٰ والوالجیة وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا (الدر) وتمنع من التزوج بغیره بعد اسلامها ولایخفی ان محله ما اذا اطلب الزوج ذلک اما لو سکت او ترکه صریحاً فانها لا تجبر وتزوج من غیره لانه ترک حقه. شامی کراچی ص:۱۹۴، ج:۳، باب نکاح الکافر، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۴،۲۱۵ ج۳ باب نکاح الکافر، مجمع الأنهر ص۵۴۷ ج۱ باب نکاح الکافر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے[1] اسکو امام بنانا حرام ہے[2] اسکے ساتھ میل ملاپ اکل وشرب منع ہے جب تک وہ تجدید اسلام اور اپنے اس فعل شنیع سے صدق دل سے توبہ نہ کرے، اس سے تعلقات بالکل منقطع کردیئے جاویں:[3] وفی المضمرات لوافتی لا مرأة بالکفر تبین من زوجها فقد کفر قبلها وتجبر المرأة علیٰ الاسلام وتضرب خمسة وسبعین سوطا ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها الاول هکذا قال ابوبکرؒ وکان ابوجعفرؒ یفتی به ویأخذ بها انتهٰی شرح فقه اکبر[4] ص: ۲۲۱، ولا یخفٰی ان محله (ای تجدید النکاح) ما اذا طلب الاول ذٰلک اما اذا رضی بزوجها من غیره فهو صحیح لان الحق له[5] بحر ج:۳، ص: ۲۱۵.

اور جبراً انگوٹھا لگوانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی، کذا فی الہندیہ[6] ج:۲، ص: ۳۹۷۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ۲/۳/۱۳۵۴ھ

نوٹ:- رساله الحیلة[7] الناجزة للحلیلة العاجزة میں اس کو بسط سے لکھا ہے، جس پر علماء دیوبند وتھانہ بون وسہارن پور کی متفقہ تصدیق ہے۔

---

[1] اذا امرأ الرجل امرأة الغیر ان ترتد وتبین من زوجها یصیر هو کافرا هکذا روی عن ابی یوسف، وکذا فی من علم المرأة کلمة الکفر انما یصیر هو کافرا اذا امرها بالارتداد، عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۶ ج ۲ الباب التاسع فی احکام المرتدین، ما یتعلق بتلقین الکفر، المحیط البرهانی ص ۴۳۱، ۴۳۲ ج۷ نوع آخر فی تعلیم الکفر وتلقینه، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۴ ج۵ باب احکام المرتدین.

[2] والمبتدع ای صاحب هوی لا یکفر به فان کفر به لا یصح الاقتداء به اصلا، سکب الانهر مع مجمع الانهر ص۱۶۳ ج ۱ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۲۴ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مُرتد کی تجدیدِ نکاح میں مہر جدید وغیرہ ضروری ہے

سوال:۔ زید نے بکر سے ایک چیز مانگی اور قرآن کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ وہ چیز تم کولوٹا دوں گا۔ بکر نے وہ چیز دیدی۔ کچھ عرصہ بعد مانگنے پر زید نے انکار کر دیا۔ بکر نے حلف یاد دلایا۔ اس پر زید نے کہا میں قرآن سے منکر ہوں۔ اس کے بعد دوسرے کلمات کہے۔ مجھے خدا سے انصاف کی امید نہیں جو کچھ سزا ملے گی اس دنیا میں ملے گی آخرت میں کوئی چیز نہیں۔ میں تو بد دین کافر ہوں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب زید کا غصہ ختم ہو گیا تو بکر نے زید سے توبہ کرائی۔ کلمہ شہادت کلمۂ طیبہ پڑھوایا پھر پوچھا مندرجہ بالا کلمات کی ادائیگی کے وقت آپ کا ارادہ اور نیت کیا تھی؟ کیا واقعی ایمان سے ہاتھ دھونے کا ارادہ تھا۔ زید نے جواب دیا کہ میری نیّت اس وقت اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور اسلام سے پھر جانے کی نہیں تھی، بلکہ دل دل میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کر رہا تھا۔ مندرجہ بالا صورتِ حال کے متعلق درج ذیل سوالات کے جوابات مدلّل طور پر نوازیں۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳؎ فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة على مر الاوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۱۷۶ ج ۴ باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى، المفهم شرح مسلم ص ۹۸ ج ۷ كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار ابن كثير، الجامع لاحكام القرآن ص ۹۵ ج ۵ الجزء التاسع، سورۂ انعام ۱۱۳، مطبوعه دار الفكر بيروت.

۴؎ شرح فقه الكبر ص: ۲۲۱، مطبوعه. رحيميه ديوبند.

۵؎ البحر الرائق كوئٹه ص: ۲۱۵، ج: ۳، باب نكاح الكافر.

۶؎ رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فكتب فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته الخ عالمگيرى كوئٹه ص؛ ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۶ ج ۳ كتاب الطلاق، شامى زكريا ص ۴۴۰ ج ۴ كتاب الطلاق، قبيل مطلب فى المسائل التى تصح مع الاكراه.

۷؎ الحيلة الناجزة ص ۱۰۳ حكم ارتداد زوجه، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

۱-مذکورہ بالا صورت میں زید کا نکاح فسخ ہوگیا یا نہیں؟

۲-اگر فسخ ہوگیا تو زید کے نکاح کی کیا صورت ہے؟ تجدیدِ نکاح میں گواہ اور اعلانِ عام، نئے مہر کا تعین، خطبۂ نکاح، زوجین کی اجازت جو لوازماتِ نکاح میں سے ہے، یہ سب کئے جائیں گے یا نہیں؟

۳۔اگر نکاح فسخ ہوگیا تو بیوی پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنی مدّت کی؟ نیز نکاح عدت کے بعد ہوگا یا عدت کی ضرورت نہیں؟

۴۔زید کی بیوی اگر زید سے نکاح نہ کرنا چاہے بلکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس کے لئے کیا شرائط ہیں یعنی عدت واجب ہوگی یا نہیں؟ یا زید کا طلاق دینا ضروری ہے؟ مذکورہ بالا کفریہ کلمات کہنے سے تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح لازم ہے یا نہیں؟ اور جب تک تجدیدِ ایمان و نکاح نہ کرے دوسرے مسلمان اس سے کیسا تعلق رکھیں؟ نیز زید کا یہ کہنا کہ یہ الفاظ زبان سے کہہ رہا تھا دل سے ان کا انکار کررہا تھا یا غصّہ میں نکل گئے اس کے لئے تجدیدِ ایمان ونکاح کی ضرورت ختم کردے گا یا نہیں؟

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

(۱،۲،۳) زید کے ذمہ تجدید ایمان توبہ واستغفار کے ساتھ تجدید نکاح کا بھی حکم ہے۔[۱] دو گواہوں کے سامنے مہر جدید سے دوبارہ ایجاب وقبول کرلیا جائے۔[۲] خطبۂ نکاح اور اعلان

---

[۱] ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط، عالمگیری ص۲۸۳ ج۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص۳۹۹ ج۷، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الأنهر ص۵۰۱ ج۲، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین (هدایه ص۳۰۶ ج۲)باب النکاح، البحر الرائق کوئٹه ص۸۸ ج۳، کتاب النکاح، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۸۷ ج۴، کتاب النکاح. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

فرض نہیں سنت ہے[۳] تجدید نکاح کے لئے عدت لازم نہیں۔

۴-زید چوں کہ کہتا ہے کہ میرے دل میں ایمان موجود ہے میں نے اسے ترک کا بالکل ارادہ نہیں کیا بلکہ جو الفاظ زبان سے کہہ رہا تھا دل میں توبہ بھی کرر ہا تھا اس لئے زید کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں بلکہ زید ہی کے ساتھ تجدید نکاح کے بعد رہے البتہ اگر زید طلاق دے دے تو وہ واقع ہو جائے گی اور بعد عدت نکاحِ ثانی کا اس کو اختیار رہوگا۔ بغیر تجدیدِ نکاح زید کو اپنے اوپر قابو نہ دے[۱]

تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح بہر حال ضروری ہے بغیر اس کے بیوی اس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱/۶/۹۵ھ

تم الجزء العشرون بحمد الله تعالیٰ

ویلیه الجزء الحادی والعشرون مطلعه کتاب الوقف انشاء الله تعالیٰ

وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه

محمد وعلی آله واصحابه اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرله

جامعه محمودیه نوگزه پیر علی پور هاپوڑ روڈ میرٹھ

(گذشته صفحه کا حاشیه) [۳] ویندب اعلانه وتقدیم خطبته (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کراچی ص۸ ج۳، کتاب النکاح، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۱ ج۳، کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۸۶ ج ۲، کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحه هذا) [۱] والمرأة کالقاضی لا یحل لها ان تمکنه اذا سمعت منه ذالک او شهد به شاهد عدل (عالمگیری ص ۳۵۴ ج ۱، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، شامی زکریا ص ۴۶۳ ج ۴، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحر، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۷ ج ۳، باب الطلاق الصریح.